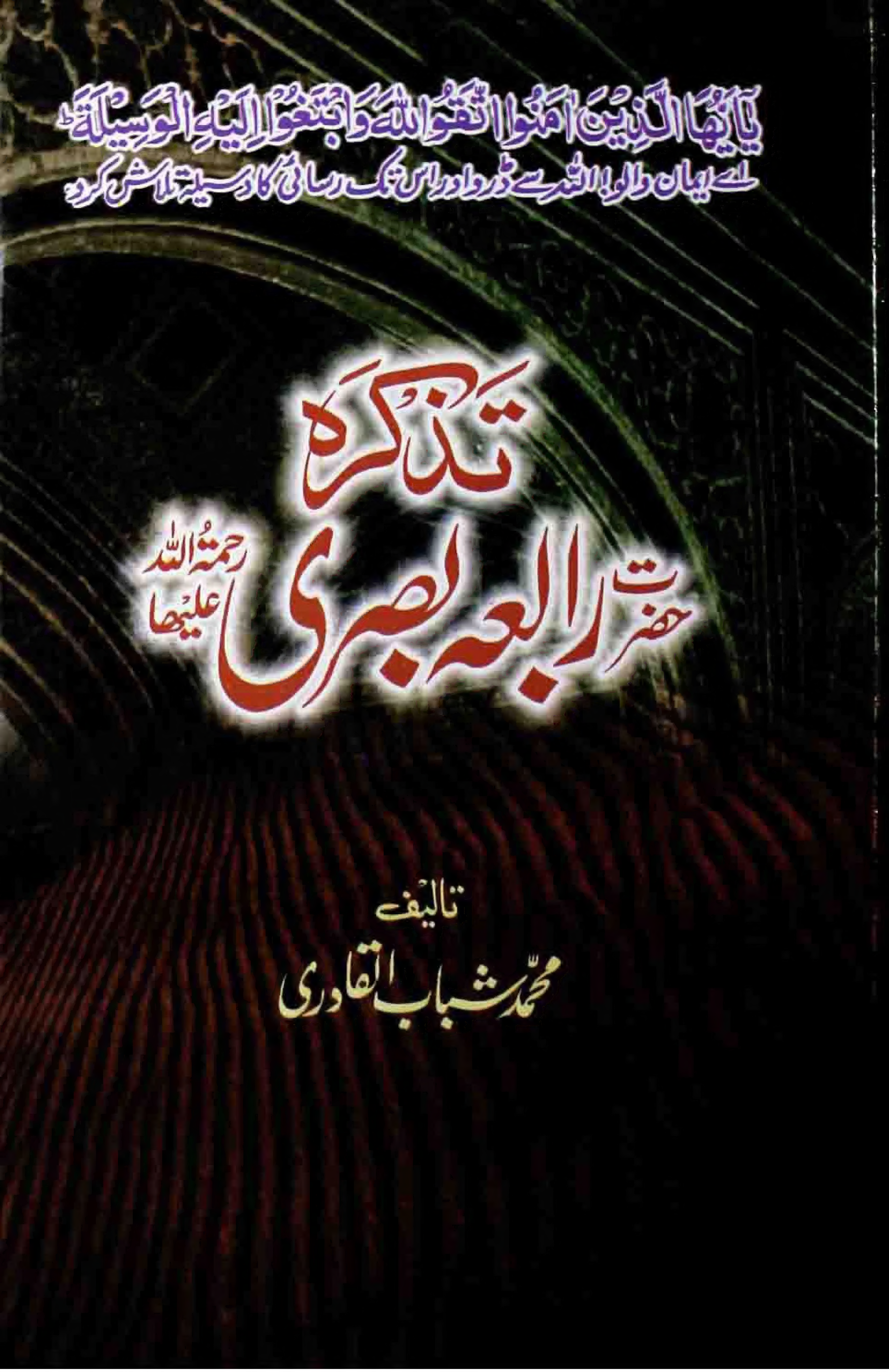

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ ط

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس تک رسائی کا وسیلہ تلاش کرو۔

تذکرہ

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا

تالیف

محمد شباب القادری

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ ط

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس تک رسائی کا وسیلہ تلاش کرو۔

تذکرہ

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا

تالیف

محمد شباب القادری

مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	تذکرہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہما
تالیف	محمد شباب القادری رضوی
ناشر	مشتاق احمد
اہتمام	سلمان خالد
پروف ریڈنگ	ارسلان
پرنٹرز	اسد نیر پرنٹرز لاہور
کمپوزنگ	گل گرافکس 7210404
قیمت	170

کتاب ہذا میں اگر کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما کر شکریہ ادا کرنے کا موقع فراہم کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں درستگی کی جا سکے۔ شکریہ

انتساب

أم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما
جنہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دن رات خدمت کی
اور یہی نہیں بلکہ دین مصطفیٰ کے لیے بھی دن رات ایک فرما دیئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد

اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص نظر عنایت سے چونکہ میں گنہگار سیاہ کار اولیاء اللہ اور صالحین کا محب اور صوفیا عارفین کا عاشق ہوں اس لیے ان پاکیزہ نفوس کی محبت نے مجھے اس جانب توجہ دلائی کہ ان کے ذکر میں ایک کتاب حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا پر تحریر کروں۔ اور چونکہ میں اکثر کتابوں کا مطالعہ کرتا رہتا تھا لیکن حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا پر کبھی کوئی کتاب نظر سے نہیں گزری یوں تو بہت سارے تذکرہ نگاروں نے کچھ نہ کچھ اپنی تصانیف میں تحریر کر رکھا ہے مگر حضرت رابعہ بصری پر مکمل کوئی معلوماتی کتاب کبھی دیکھی نہ گئی لہٰذا دل میں ان نفوس قدسیہ کی محبت نے جوش مارا تو میں نے اس کتاب کو تحریر کرنے کا عزم کیا کیونکہ پہلے بھی میں حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمۃ پر لکھ چکا ہوں اس لیے بھی میں نے ضروری سمجھا کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے بارے میں بھی کچھ لکھا جائے۔ اب فیصلہ آپ احباب نے فرمانا ہے کہ میں اس عزم میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں۔

اللہ رب العزت میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں قبول فرما کر آخرت میں میرے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

محمد شباب القادری عفی عنہ

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	تصوف کیا ہے	13
2	اولیاء فقراء کے فضائل قرآن کریم کی روشنی میں	17
3	فضائل اولیاء فقراء قرآن میں	19
4	فضائل اولیاء وفقراء احادیث صحیحہ کی روشنی میں	23
5	احادیث صحیحہ میں فضائل اولیاء وفقراء	25
6	فضائل اولیاء وفقراء آثارِ سلف میں	45
7	ابتدائی حالات وواقعات حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ	55
8	حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ومناقب	57
9	تعارف	57
10	بچپن میں سعادت	57
11	حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا	57
12	وجہ تسمیہ	58
13	حضرت رابعہ بصریہ کا مقام	59
14	سبق آموز جوابات	59

15	ریاکاری باعث ہلاکت ہے	60
16	بے باک مرد خدا	61
17	مبلغ کی عظمت	62
18	ایک روایت	62
19	خوف آخرت	63
20	دنیا کا انجام	63
21	زیارت قبور میں عبرت ہے	63
22	تنبیہ	64
23	نصیحت	64
24	فلسفہ تنہائی	64
25	تباہی مردہ دلی میں ہے	64
26	جنات کو تبلیغ	65
27	کرامت	65
28	نیت کا اثر	65
29	طریقہ دعوت	67
30	سبق آموز واقعات	69
31	اظہارِ حقیقت	70
32	صبر کا مفہوم	70

33	ارشادات	71
34	وفات	74
35	ابتدائی تعارف حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا	75
36	حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے حالات ومناقب	77
37	تعارف	77
38	ولادت باسعادت	77
39	حالات	78
40	یقین کی دولت	81
41	دوستی کا حق	82
42	حقیقت شناسی	83
43	مقام ولایت	83
44	معرفت	85
45	خودشناسی وخداشناسی	86
46	حقائق	87
47	حقیقی توبہ	87
48	دانشمندی	88
49	دردِدل	89
50	استغناء	89

51	آزمائش	90
52	کارساز مابفکر کارما	91
53	صدق کی تعریف	91
54	محبت کی علامت	92
55	توکل	92
56	مقصد بندگی	92
57	حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کا زمانہ	94
58	حضرت رابعہ عاشقان الٰہی کے ساتھ	98
59	عشق الٰہی	104
60	حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	107
61	احسان وانعام	111
62	اعلیٰ محبت	112
63	غلامی اور آزادی	113
64	حضرت رابعہ کا سفرِ حج	114
65	حضرت رابعہ حج پر	115
66	حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کا مقام بزرگانِ دین کی نظر میں	117
67	حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا اور تجار	120
68	حضرت رابعہ بصریہ حضرت امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ کی نظر میں	
	حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا کی مناجات	121

69	وحی داؤد علیہ السلام	122
70	ایک صوفی اور حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا	122
71	حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا اور امام مالک بن دینار	123
72	حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ	124
73	حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا اور چند بزرگ	124
74	حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا اور درویش	125
75	حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ	127
76	حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ	128
77	شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ	128
78	اہل تصوف کے درجات حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں	128
79	محبت اور محاسبہ نفس	129
80	مقامِ حضرت رابعہ عدویہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہما دورِ حاضر کے مصنفین کی نظر میں	133
81	کشتۂ عشق الٰہی حضرت بی بی رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا	135
82	ایک ہزار رکعت نماز	137
83	کرامت	137
84	حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا کا حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو جواب	138
85	مہمان نوازی	139
86	فضائل و کرامات	140

87	من احب شیئا اکثر ذکرہ	147
88	حضرت رابعہ کا آخری وقت	149
89	قبر میں منکر ونکیر سے مباحثہ	149
90	عاشق الٰہی حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا	150
91	حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا	159
92	خاندان اور پیدائش	160
93	آپ شاعرہ بھی تھیں	166
94	باب حکایات	171
95	خاموشی کا ثواب	180
96	خاموشی کی فضیلت	182
97	نظر حرام اور عورتوں کے دیکھنے کی آفت	183
98	گوشہ نشینی کی آفات	187
99	گوشہ نشینی	187
100	گوشہ نشینی کے آداب	199
101	تصوف کے مقامات کیا ہیں؟	201
102	ایک اور رابعہ رحمۃ اللہ علیہا کا واقعہ	203
103	توبہ	204
104	علم	204

105	عمل صالح	205
106	انابت (توجہ الی اللہ)	205
107	خوف	206
108	رجاء (أمید رحمت)	206
109	حیاء	206
110	وفا	207
111	صبر	207
112	شکر	207
113	ہمت	208
114	توکل	208
115	توحید	208
116	معرفت	208
117	تصوف	208
118	حُسنِ خلق	209
119	صدق	209
120	فناء	209
121	بقا	210
122	رضا	210

123	قرب	210
124	شوق	211
125	محبت	211
126	وجد	211
127	طہارت نماز‘ روزہ‘ زکوٰۃ اور حج طریقت کی روشنی میں	213
128	طہارت طریقت کی روشنی میں	214
129	طریقت کی نماز	214
130	طریقت کا روزہ	215
131	طریقت کی زکوٰۃ	216
132	طریقت کا حج	217
133	وفات	219
134	مزار مبارک	222
135	حوالہ جات‘ کتابیات	224

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"تصوف کیا ہے؟"

حضور غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جو اپنے مقصد کی ناکامی کو خدائے تعالیٰ کا مقصد جانے اپنی مراد کو مراد حق کے تابع کر دے اور ترک دنیا کر کے مقدرات کی موافقت کرنے لگے یہاں تک کہ وہ خادم بنے اور آخرت سے پہلے دنیا ہی میں وہ فائز المراد ہو جائے تو ایسے شخص پر خدا کی جانب سے سلام آنے لگے اور اس پر سلامتی نازل ہونے لگتی ہے اور حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصوف کی یہ تعریف بیان کی ہے۔

"اعتقادات صحیحہ اور فرائض و سنن کی پابندی کے ساتھ تمام اخلاق رذیلہ سے علیحدگی اور جملہ اخلاق فاضلہ سے متصف ہونے کو تصوف کہتے ہیں"۔

حضرت ذولنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تمام تعلقات سے الگ تھلگ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر رہنے کو تصوف کہتے ہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ نفس کو لوازم عبودیت کی مشق کرانا ہی تصوف ہے۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہایت مختصر الفاظ میں تصوف کی یہ تعریف کی ہے کہ اخلاق حسنہ کا نام تصوف ہے۔ حضرت ابوحفص مدار نیشاپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو قول ہے کہ ظاہر و باطن میں آداب شرعیہ کے ساتھ قائم ہونے کو تصوف کہتے ہیں اس طرح کہ ان کا اثر ظاہر سے باطن اور باطن سے ظاہر پر پہنچ جائے۔ حضرت بشر بن الحارث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ساتھ صدق برتنے اور مخلوقات

کے ساتھ خلق برتنے کو تصوف کہتے ہیں۔ سید الاولیا حضور داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے مطابق اخلاق و معاملات کو مہذب بنانے اور اپنے باطن کو شرک و کفر کی آلودگیوں اور نجاستوں سے پاک کرنے کا نام تصوف ہے۔ اور امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کے علاوہ اور کوئی لقب ایجاد نہیں ہوا کیونکہ شرف صحبت سے بڑھ کر کوئی شرف نہیں ہو سکتا تھا۔ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کو وہ عظمت اور خصوصیت حاصل ہے کہ جس شخص کو یہ عزت حاصل ہو اس کا کوئی دوسرا خطاب جو اس سے بڑھ کر ہو نہیں دیا جا سکتا۔ صحابہ کرام زہاد، عباد، متوکلین، فقراء، صوفیاء، اہل رضا، اہل صبر اور اہل تواضع کے امام ہیں۔ اور ان کو یہ رتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض صحبت سے حاصل ہوا اس لیے زمانہ باسعادت میں مومن کے لیے کوئی لفظ صحابی سے زیادہ افضل نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اس وقت کے افاضل اسی لقب سے موسوم ہوئے اس کے بعد ان صحابیوں سے صحبت یافتہ حضرات کے لیے تابعین کی اصطلاح وضع ہوئی اور ان کی صحبت پانے والے تبع تابعین کہلائے۔ اس کے بعد جب امت زیادہ پھیلی تو بزرگان دین زاہد اور عابد کے نام اور لقب سے ممتاز ہوئے لیکن زہد و عبادت کا دعویٰ ہر فرقے کو تھا یہاں تک کہ اہل بدعت کو بھی تھا اس وقت اہل سنت کے طبقہ خاص نے جو ذکر الٰہی میں مشغول اور غفلتوں سے دور رہتا تھا اپنے لیے اہل تصوف کی اصطلاح قائم کی اور صوفی کہلائے اور یہ لقب دوسری صدی ہجری کے ختم ہونے سے پہلے رواج پا چکا تھا۔ لیکن بعض تنگ نظر حضرات زمانہ باسعادت کے بعد ہونے کی وجہ سے اس طریقہ کو بدعت کہتے ہیں اس اعتراض کے جواب میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی فرماتے ہیں۔ ''اگر تصوف صوفی اور دوسری اصطلاحات بدعت کے لغوی مفہوم کے لحاظ سے بدعت ہی میں داخل سمجھی جائیں تو پھر تفسیر، اصول تفسیر، فقہ، اصول فقہ و کلام کے آج جو ماشاء اللہ دفتر کے دفتر موجود ہیں عہد رسالت میں یہ کہاں تھے اور سب کو جانے دیجیے براہ راست سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو لیجیے آج حدیث کے متون ہی کا کتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ پھر ان کی شرحیں اپنے اپنے انداز میں ہیں۔ ان کی تسہیل کے لیے مستقل لغات ہیں۔ رجال کا ایک مستقل فن ہے۔ احادیث کے جانچنے پرکھنے، روایت

درروایت کے قانون اور ضابطے ہیں۔ سینکڑوں کی تعداد میں مصطلحات فن ہیں ظاہر ہے کہ عہد رسالت میں یہ نہ تھا سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سادہ اور روزمرہ کی گفتگو حدیث تھی۔ اور آپ کا ہر چھوٹا بڑا عمل سنت، تو کیا اب کوئی اس بنا پر حضرات محدثین کی ساری کاوشوں اور کوششوں کو بدعت کہہ دینے کی جرأت کرے گا۔

اس طرح حضرات فقہا کی ساری موشگافیاں، قیاس واجماع کی بحثیں استقراء اور استنباط کا طریقہ اجتہاد کے مسائل، عبارت واشارات اور دلالت النفس کی قسمیں اور دلالت النفس کی قسم کی سینکڑوں اصطلاحیں دور نبوی میں کہاں تھیں اور کیسے ہوسکتی تھیں تو کیا بخاری مسلم ترمذی امام ابوداؤد کی طرح حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اوزاعی شیبانی، اور طحاوی رحم اللہ علیہم اجمعین کی جانفشانیوں کو بھی ضائع قرار دینے اور بدعت کے حکم میں لانے کی جرأت کر کے شریعت ہی کے ایک بہت بڑے حصہ سے انکار کردیا جائے گا؟ اور تو اور قرآن مجید اس مکتوبی شکل میں اعراب وعلامات وقف سے مزین پاروں، صورتوں، رکوعوں اور آیتوں کے ساتھ مدون عہد رسالت میں یکجا کہاں موجود تھا؟

آگے چل کر مولانا عبدالماجد دریا آبادی فرماتے ہیں:

غرض یہ کہ جو حال فقہ، حدیث، تفسیر اور جملہ علوم شرعی ظاہری کی ہے کچھ ایسی ہی حالت علوم باطن یعنی سلوک وتصوف کی ہے۔ عہد نبوی میں بے شک نہ لفظ تصوف رائج تھا نہ صوفی نہ ذکر وشغل حال ومقام مکاشفہ اور مراقبہ کی وہ سینکڑوں اصطلاحیں مروج تھیں جن سے کتب فن لبریز ہیں۔ لیکن خود مرشد اور شیخ اور بیعت ومسترشد بھی اس اصطلاحی معنی میں خود فن حدیث ہی کہاں موجود تھا نہ کوئی اسماء الرجال کے نام سے آشنا تھا نہ جرح وتعدیل کے اصول وضوابط سے نہ ضیف اور موضوع، متواتر اور مشہور، صحیح اور حسن کی اصطلاحیں مقرر ہوئی تھیں۔ لیکن اگر لفظ واصطلاح کی بحث سے گزر کر نفس حقیقت اور اصل مدعا پر پہنچنا مقصود ہے تو جس طرح صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا بزم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحبت یافتہ اور دربار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حاضر باش اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے درجہ ظرف

و بساط اور استعداد کے موافق مفسر محدث، فقیہ اور متکلم تھا اسی طرح اور اسی نسبت سے صوفی اور سالک بھی تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مریدین و مسترشدین تھے اور ان سب کے شیخ اور مرشد وہی جو ساری دنیا کے لیے معلم و مزکی و مطہر ہو کر آئے تھے۔ بہر حال لغت کے اعتبار سے تصوف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے لحاظ سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے ملتا ہو اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم جزو ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصول رضاء الٰہی ہے۔ یہ تھی تصوف و اہل تصوف کچھ تشریحات اب میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس شخصیت کا تعارف کیا جائے کہ جنہوں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک جماعت کا ایک زمانہ مبارک پایا تھا۔ میری مراد حضرت خواجہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ ایک مشہور تابعی تھے اور یہ وہ تابعی تھے جن کے زمانے میں حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا موجود تھیں جنہوں نے ان کی صحبت سے فیض حاصل کیا اور کثرت سے ان کی مجالس میں شرکت فرمایا کرتیں۔ اب ہم قرآن و سنت کی روشنی میں اولیاء کے مقام کو دیکھتے ہیں کہ قرآن و سنت میں احباب علم و دانش کا کیا رتبہ اور مقام ہے۔ اور اس کے بعد حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما کے حالات و واقعات پڑھیں گے۔

اولیاء و فقراء کے فضائل قرآن کریم کی روشنی میں

فضائل اولیاء وفقراء قرآن میں

ارشاد رب العالمین ہے:

(۱) فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِینَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ○ ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیْمًا۔ ○ (النساء ۴، ۷۰۔ ۶۹)

تو وہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، جو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے۔ اور کافی ہے اللہ جاننے والا۔

(۲) اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ○ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُوَالْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ○ (یونس: ۱۰، ۶۲، ۶۴)

خبردار! بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ وہ غمگین ہوں گے۔ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔ ان کے لیے بشارت ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

(۳) اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطٰنٌ۔ (بنی اسرائیل ۱۷، ۶۵)

بے شک جو میرے خاص بندے ہیں، ان پر تجھے کچھ غلبہ نہیں۔

(۴) وَالَّذِیْنَ جٰھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ○ العنکبوت ۲۹، ۶۹)

اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا۔ ضرور ہم انہیں راہیں دکھائیں گے اور بے اللہ ضرور نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(۵) يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ. (المائدہ۔۵۔۵۷)

اللہ انہیں دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں۔

(۶) رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاهَدُو االلّٰهَ عَلَيْهِ. (الاحزاب۔۳۳،۲۳)

وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے سچا کر دیا اور اس عہد کو جو اللہ سے کیا تھا۔

(۷) اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ○ (حم السجدہ۔۴۱،۳۰،۳۲)

بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ (اس پر مضبوطی سے) قائم رہے۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ خوف کرو اور نہ غمگین ہو، اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم تمہارے مددگار ہیں دنیا کی زندگانی میں اور آخرت میں اور تمہارے لیے اس (جنت) میں ہر وہ چیز ہے جسے تمہارا جی چاہے اور تمہارے لیے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم طلب کرو، مہمانی بہت بخشش والے بے حد رحم فرمانے والے کی طرف سے۔

(۸) مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ○ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ○ (آل عمران۔۳،۱۱۳،۱۱۴)

کتاب والوں میں سے کچھ لوگ حق پر قائم ہیں۔ رات کی گھڑیوں میں اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے اور سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں، اور نیکی کا حکم کرتے اور برائی سے روکتے ہیں، اور نیک کاموں میں ایک دوسرے سے جلدی کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ نیکوں میں سے ہیں۔

(۹) وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنَاکَ عَنْهُمْ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِکْرِنَا. (الکہف۔۱۸،۲۸)

اور روکے رکھیئے اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جو عبادت کرتے ہیں اپنے رب کی صبح اور شام، اس کی خوشنودی چاہتے ہیں، اور آپ کی آنکھیں ان سے نہ ہٹیں، اس حال میں کہ آپ حیات دنیا کی زنیت چاہتے ہیں، اور آپ اس کا کہانہ مانیں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا۔

(۱۰) لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِیْمَاهُمْ لَا یَسْأَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا (بقرہ۔۲۵،۲۷۳)

(یہ خیرات) ان محتاجوں کے لیے ہے جو اللہ کی راہ میں روکے گئے وہ نہیں طاقت رکھتے زمین میں چلنے کی، ناواقف انہیں غنی سمجھتا ہے (ان کے) سوال سے بچنے کے سبب (اے سننے والے) وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔

اولیاء پر خدا کی رحمت ہے ان کو ہر فکر سے برات ہے
بادشہ ہیں وہ دونوں عالم میں ان کو اللہ کی بشارت ہے

یوں تو اولیاء اور فقراء کے بارے میں قرآن مجید میں اور بھی آیات مبارکہ ہیں مگر ہم نے اختصار کے خیال سے صرف ان ہی دس پر قناعت کی ہے۔

فضائل اولیاء و فقراء
احادیث صحیحہ کی روشنی میں

احادیث صحیحہ میں فضائل اولیاء وفقراء

(۱) صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا:

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم ان اللّٰه تبارک وتعالیٰ، قال من عادیٰ ولیا فقد اذنته بالحرب، وماتقرب الی عبدی بشئی احبَّ الیّ ممّا افترضت علیه ومایزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احِبَّه فاذا احببته کنت سمعهٗ الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها دان سألنی اعطیته ولئن استعاذبی لا عیذنّه[۱]..................

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ جو میرے ولی سے عداوت کرے میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں اور جن اعمال کے ذریعہ میرا بندہ میرا تقرب چاہتا ہے ان میں سب سے زیادہ میرے نزدیک وہ عبادتیں محبوب ہیں جو میں نے اس پر فرض کیں اور ہمیشہ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا اقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں اور جب محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں دیتا ہوں اور اگر پناہ مانگتا ہے تو پناہ بخشتا ہوں۔

---

* بزم اولیاء، ص ۱۸، مطبوعہ لاہور۔

تیرا محتاج نہیں رب کا جو پیارا ہو گا   اس کا دل خالق مطلق نے سنوارا ہو گا
منکر اولیاء اللہ ! سنبھل جا ورنہ   کس کو اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْب کا یارا ہو گا

(۲)   صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا:

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم رب اشعث اغبر مدفونِ بالا ابواب لا یؤبه له ، لو اقسم علی اللّٰه لا برّهٗ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ بہت سے پراگندہ سر، غبار آلود، دروازوں پر دھکے دیئے جانے والے جنہیں کوئی حیثیت نہ دی جائے۔ ایسے ہیں کہ اگر اللہ پر اعتماد کر کے کسی بات کی قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو ضرور سچ کر دے۔

* بکھرے بال آزردہ صورت   ہوتے ہیں کچھ اہل محبت
بدر مگر یہ شان ہے ، ان کی   بات نہ ٹالے ربّ العزت

(۳)   بخاری و مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال قدجاء رجل فقال یارسول الله ای الناس افضل؟ قال مومن یجاهد بنفسه وماله فی سبیل الله تعالیٰ ، قال ،ثم من؟ قال ثم رجل یعتزل فی شعب من الشعاب یعبدربه وفی روایة یتقی الله ویدع الناس من شره.

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا یارسول اللہ! لوگوں میں افضل شخص کون ہے؟ حضور نے فرمایا۔ افضل وہ ہے جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے۔ اس نے عرض کیا۔ پھر کون؟ فرمایا۔ پھر وہ جو کسی گھاٹی میں سب سے الگ ہو کر جا بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ سے ڈرے اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے۔

خدا جس کو نوازے ذکر کی لذت وہ پاتے ہیں   کیا تھا وعدہ جو روز ازل اس کو نبھاتے ہیں
خدا والے کچھ اس نیت سے بھی اپناتے ہیں خلوت   کہ اپنے نفس کے شر سے جہاں کو ہم بچاتے ہیں

(۴) صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہ قال احذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمنکبی وقال کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے شانے کو پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ دنیا میں پردیسی یا راہ گیر کی طرح رہو۔

اور حضرت ابن رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر فرمایا کرتے تھے کہ جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو، اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو، اور تندرستی میں بیماری کے لیے اور زندگی میں موت کے لیے سامان کرو۔

بدر آ ہوش میں اور نفس کے دھوکے میں نہ جا   راحت وعیش وطرب کیا ہے نظر کا دھوکہ
زندگی کاٹ مسافر کی طرح دنیا میں !   شانہ ابن عمر تھام کے آقا نے بدر کہا

(۵) جامع ترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدخل الفقراء الجنۃ قبل الاغنیاء بخمس ماۃ عام۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فقرا جنت میں مالداروں سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے بعد بھی اپنے طریقہ کے مطابق اشعار تحریر فرمائے ہیں۔ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں...... میں نے ایک ولی اللہ کو وجد و حال کی کیفیت میں زار و قطار روتے ہوئے یہ فرماتے سنا:

قال لنا حبیبنا　　　　اليوم لهم غدالنا

ہم سے ہمارے حبیب نے فرمایا ہے کہ آج کا دن ان کا ہے (اوروں کا ہے) اور کل کا دن ہمارا ہے۔

(٦)　　بخاری و مسلم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال قسمت علی باب الجنة فکان عامة من دخلها المساکین، واصحاب الجد محبوسون غیر ان اهل النار، قد امربهم الی النار وقسمت علیٰ باب النار فاذا عامة من دخلها النساء.

...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس میں داخل ہونے والے زیادہ تر مساکین ہیں۔ اور سب مالداروں کو روک رکھا گیا ہے سوائے ان لوگوں کے جو دوزخ کے قابل تھے انہیں دوزخ میں لے جانے کا حکم ہو گیا۔ اور میں دوزخ کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس کے داخل ہونے والوں میں زیادہ تر عورتیں ہیں۔

(٧)　　بخاری و مسلم میں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال مر رجل بالنبی صلی الله علیه وسلم فقال لرجل جالس عنده، ما رایک فی هذا؟ فقال رجل من اشراف الناس هذا والله حری ان خطب ان ینکح، و ان شفع ان یشفع فسکت رسول الله صلی الله علیه وسلم، ثم مر رجل اخر فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم ما رانک فی هذا؟ فقال یارسول الله هذا رجل من فقراء المسلمین هذا حری ان خطب ان لا ینکج،

وان شفع ان لا یشفع ، وان قال لا یسمع لقوله ، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم هذا خیر من ملاء الارض مثل هذا ....

انہوں نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک آدمی سے پوچھا اس شخص کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا، یہ معزز لوگوں میں سے ہے، اور بخدا یہ اس لائق ہے کہ اگر کسی کی سفارش کرے تو قبول کی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر خاموش رہے۔ اس کے بعد ایک اور شخص وہاں سے گزرا، آپ نے پوچھا اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ غریب فقراء مسلمین میں سے ہے۔ اور یہ ایسا ہے کہ اگر کہیں پیغام نکاح بھیجے تو قبول نہ کیا جائے، سفارش کرے تو کوئی شنوائی نہ ہو، اور اگر گفتگو کرے تو کوئی کان نہ دھرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (یہ نہ صرف یہ کہ اس پہلے شخص سے بہتر ہے بلکہ) اس جیسے لوگوں سے بھری ہوئی پوری دنیا بھی بہتر ہے

(۸) صحیحین میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا:

ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال انما مثل الجلیس الصالح وجلیس السوء کحامل المسکِ ونافخ الکیر فحا مل المسلک اما ان یحذیک واما ان تبتا ع منه واماان تجد منه ریحاً طیبة ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابک واما ان تجدمنه ریحاً منتنة.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اچھے ہمنشین کی مثال مشک رکھنے والے کی طرح ہے اور برے ہمنشین کی مثال بھٹی جلانے والے کی طرح ہے۔ مشک والا یا خود تجھے کچھ اس سے دے گا یا تو خود اس سے خریدے گا۔ ورنہ خوشبو ہی سے فائدہ اٹھائے گا۔ اور بھٹی والا یا تیرے کپڑے جلادے گا یا بدبو سے پریشان کرے گا۔

علم دیتے ہیں نور دیتے ہیں   اور قلبی سرور دیتے ہیں
اولیاء اپنے ہم نشینوں کو   عشق ربّ غفور دیتے ہیں

(۹) ترمذی میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول، قال اللہ عزوجل المتحابون فی جل لی الھم منابر من نور یغبطھم النبیون والشہداء۔

انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ جو لوگ میرے لئے باہم محبت کرتے ہیں، ان کے لیے قیامت میں نور کے منبر ہوں گے، ان کے درجہ پر انبیاء وشہداء بھی رشک کریں گے۔

امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی موطا میں سند صحیح سے مروی ہے:

یقول اللہ تبارک وتعالیٰ وجبت محبتی للمسابین فِیَّ والمتجالسین فِیَّ والمتذاورین فِیَّ والمتباذلین فِیَّ۔ ......

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان کے لیے میری محبت واجب ہوگئی میرے لیے باہم محبت کرتے ہیں۔ اور میرے لیے ایک دوسرے کی ہمنشینی اختیار کرتے ہیں۔ اور میرے لیے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میرے لیے باہم خرچ کرتے ہیں۔

جو رب کے واسطے بندوں سے پیار کرتا ہے   وہ آخرت کو سدا استوار کرتا ہے
اسی کے واسطے منبر بھی نور کا ہو گا   اسی سے باری تعالیٰ بھی پیار کرتا ہے

(۱۰) بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سبعۃ یظلھم اللہ

تحت ظله يوم لا ظل الاظله امام عادل ، و شاب نشأفي عبادة الله تعالى ورجل قلبه معلق بالمسجد ورجلان تحابا في الله عزوجل اجتمعا عليه وافترقا عليه، ورجل دعة امرأة ذات منصب وجمال فقال اني اخاف الله تعالى ورجل تصدق بصدقة فاخفاها حتى لا تعلم شماله ما تنفق يمينه ورجل ذكر الله خاليا نفاضت عيناه.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات ایسے اشخاص ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ے اس روز اپنے سائے میں جگہ عنایت فرمائے گا جس روز اس کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ ۱) عادل بادشاہ (۲) وہ جوان جس نے اپنی تمام عمر اللہ کی عبادت میں گزادی (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد سے وابستہ ہو (۴) وہ دو شخص جو اللہ کے لیے آپس میں محبت رکھتے ہوں، خدا ی کے لیے ملیں اور خدا ہی کے لیے جدا ہوں (۵) وہ شخص جسے کوئی منصب و جمال والی ورت بلائے تو وہ یہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ شخص جو خیرات کر کے اس رح چھپائے کہ اس کے دائیں ہاتھ کی نیکی کو بایاں ہاتھ بھی نہ جانے (۷) جو اللہ کو تنہائی س یاد کرے۔ تو اس کی آنکھیں اشک بار ہو جائیں۔

شاہ عادل ، جوان عابد، مسجد سے دل جوڑنے والا
دو للہ محبت والے ، زنا سے خود منہ موڑنے والا
کرے جو صدقہ چھپا کے، خلوت میں جو روئے سب ساتوں
پائیں گے ظلِ ربِ محشر میں جو دن ہے جاں توڑنے والا

چھ اور احادیث کریمہ:[1]

فضائل اولیاء میں ہم نے یہ دس صحیح احادیث بیان کی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی ہم

---

[1] بزم اولیاء ص ۱۴۳ مطبوعہ لاہور۔

کچھ احادیث ذکر کرتے ہیں جنہیں ائمہ حدیث نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بُدلاء امتی اربعون رجلاً ، اثنان وعشرون بالشام وثمانیۃ عشر بالعراق ، کلما مات منھم واحد ابدل اللہ مکانہ اخر فاذاجاء الامر قبضوا.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت کے چالیس ابدال ہیں۔ ان میں سے بائیس شام میں، اٹھارہ عراق میں۔ جب ان میں سے کوئی وفات پاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو قائمقام کر دیتا ہے۔ جب قیامت قریب آئے گی، تو سب اٹھا لیے جائیں گے۔

(۲) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ تبارک وتعالیٰ فی الارض ثلث ماۃ رجل قلوبھم علیٰ قلب ادمَ علیہ السلام ، ولہ اربعون قلوبھم علیٰ قلب موسیٰ علیہ السلام ، ولہ سبعۃ قلوبھم علیٰ قلب ابراھیم علیہ السلام ، ولہ خمسۃ قلوبھم علیٰ قلب جبریل علیہ السلام ولہ ثلاثہ علیٰ قلب میکائیل علیہ السلام ، ولہ واحد قلبہ علیٰ قلب اسرافیل علیہ السلام ، فاخامات الواحد بدل اللہ مکانہ من الثلاثۃ ، ماخامات من الثلاثۃ ابدل اللہ مکانہ من الخمسۃ واذا مات من الخمسۃ ابدل اللہ مکانہ من السبعۃ ، واذا مات من السبعۃ ابدل

اللّٰہ مکانہ من الاربعین ، واذا مات من الاربعین ابدل
اللّٰہ مکانہ من الثلاث مأۃ واذا مات من الثلاث مأۃ ابدل
اللّٰہ مکانہ من العامۃ یدفع اللّٰہ بہم البلآء عن الامۃ.

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کے تین سو بندے روئے زمین پر ایسے ہیں کہ ان کے دل آدم علیہ السلام کے دل کی طرح ہیں۔ اور چالیس ایسے اشخاص ہیں کہ ان کے دل ابراہیم علیہ السلام کے قلب کے مثل ہیں۔ اور پانچ ایسے ہیں کہ ان کے دل جبرائیل علیہ السلام کے دل کی طرح ہیں۔ اور تین ایسے ہیں کہ ان کے دل میکائیل علیہ السلام کے دل کی طرح ہیں۔ اور ایک مرد خدا ان میں کا ایسا ہے جس کا دل اسرافیل علیہ السلام کے دل جیسا ہے۔ جب ان میں کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ تین میں سے ایک کو مقرر فرماتا ہے اور اگر تین میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پانچ میں سے ایک کو مقرر فرماتا ہے۔ اور اگر پانچ میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ سات میں سے ایک کو مقرر فرماتا ہے۔ اور اگر ان ساتوں میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ چالیس میں سے ایک کو مقرر فرماتا ہے۔ اور اگر ان چالیس حضرات میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ تین سو میں سے ایک کو مقرر فرماتا ہے۔ اور اگر ان تین سو میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ عام لوگوں میں سے کسی کو مقرر فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی برکت سے امت کی بلاء اور مصائب دور فرماتا ہے۔

اور بعض روایتوں میں عزرائیل علیہ السلام کا ذکر آیا ہے، اور موسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں ہوا بلکہ ان کی جگہ ابراہیم علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔ اور اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کی جگہ جبرئیل علیہ السلام کا، جبریل علیہ السلام کی جگہ میکائیل علیہ السلام کا، میکائیل علیہ السلام کی جگہ اسرافیل علیہ السلام، اور اسرافیل علیہ السلام کی جگہ عزرائیل علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔

حدیث مذکورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ایک بندہ خدا کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے "قطب" کی ذات مراد ہے اور وہ غوث ہوتے ہیں، اولیاء میں ان کا مقام و مرتبہ دائرہ

کے نقطہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ تمام عالم کا نظم ونسق ان سے متعلق ہوتا ہے۔

بعض بزرگوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں قلوب انبیا، ملائکہ کے ساتھ اپنے قلب اطہر وانور کا ذکر اس لیے نہیں فرمایا کہ قادر مطلق نے آپ کے قلب شریف کے مثل تو کسی کا قلب پیدا نہیں فرمایا۔ شرافت ولطافت اور ہر اعتبار سے آپ کا قلب مبارک تمام انبیاء وملائکہ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے قلوب کے بالمقابل بزم انجم میں خورشید تاباں کے مثل ہے۔ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

شیخ عارف ابوالحسن النوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے تمام قلوب پر نظر فرمائی تو قلب پاک سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی قلب کو اپنی طرف شوق میں وارفتہ نہ پایا۔ تو انہیں معراج کا شرف بخشا تاکہ دیدار وہم کلامی کی لذت سے انہیں جلد تسکین مل سکے۔ ص، ۱۶

اور غریق بحر معرفت شیخ کامل ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی مقدس روحوں نے میدان عرفان میں دوڑ کی، تو ان میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس سبقت لے گئی۔ اور گلشن وصال تک رسائی پائی''۔

سیّدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مروی ہے:

انہ قال البدلاء بالشام، والنجباء بمصر، والعصائب بالعراق، والنقباء بخراسان، والاوتاد بسائر الارض، والخضر علیہ السلام سیدالقوم.

انہوں نے فرمایا، ابدال شام میں نجباء مصر میں، عصائب عراق میں، نقباء خراسان میں، اوتاد تمام روئے زمین میں ہیں۔ اور حضرت خضر علیہ السلام سب کے سردار ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام سے مروی ہے:

انہ قال، ثلاث مادۃ ھم الا ولیاء وسبعون ھما النجباء واربعون ھما مقادالارض وعشرۃ ھم النقباء وسبعۃ ھم العرفاء مثلا ...... ھم المختارون وواحد منھم ھوالغوث. رضی اللہ تعالیٰ عنھما جمعین.

انہوں نے فرمایا، اولیاء تین سو ہیں۔ نجباء ستر ہیں اور روئے زمین میں اوتاد چالیس ہیں، نقباء دس ہیں، عرفاء سات ہیں، مختار تین ہیں، اور ایک ان میں سے غوث ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

انہ قال ان للّٰہ عباداً یقال لہم الابدال لم یبلغوا مابلغوا بکثرۃ الصوم والصلوٰۃ. التخشع وحسن الحیلۃ ولکن بلغوا بصدق الورع وحسن النیۃ وسلامۃ الصدور والرحمۃ لجمیع المسلسین اصفاھم اللہ بعلمہ واستخلصھم لنفسہ. وھم اربعون رجلاً علیٰ مثل قلب ابراھیم صلی اللہ علیہ وسلم لا یموتِ الرجل منھم حتی یکون اللہ قد انشاء من یخلفہ واعلم انھم لا یسبون شیئاً ولا یلعنونہ ولا یؤذون من تحتھم ولا یحتقرونہ ولا یحسدون من فوقھم، اطیب الناس خیراُوالینھم عریکۃ، واستخاھم نفساً، لاتدرھم الخیل السجراۃ، ولا الریاح العواصف فیما بینھم وبین ربھم، انما قلوبھم تصعد فی السقوف العلیٰ ارتیاحاً الی اللّٰہ تعالیٰ فی استباق الخیرات (اُولٰئکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَا اِنَّ

حِزْبَ اللّٰہِ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ)

وہ فرماتے ہیں، اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں ''ابدال'' کہتے ہیں، وہ حضرات اپنے اس مرتبہ پر روزہ ونماز، خشوع وعاجزی کی کثرت اور حسن حلیہ کی وجہ سے نہیں پہنچتے ہیں، بلکہ اپنے زہد وتقویٰ کی سچائی، نیت کی بہتری، سینے کی سلامتی، اور تمام مسلمانوں سے مہر وہمدردی کی وجہ سے انہیں یہ مقام ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے لیے انہیں منتخب کرلیا اپنی ذات پاک کے لیے خاص کرلیا۔ وہ چالیس حضرات ہیں، ان کے قلب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب کی طرح ہیں۔ ان میں سے کوئی اسی وقت فوت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ اس کی جانشینی کے لیے کسی کو پروان دے چکا ہوتا ہے۔ یہ جان لو! کہ وہ کسی چیز کو نہ گالی سے یاد کرتے ہیں، نہ ہی اس پر لعنت کرتے ہیں، برا کہتے ہیں، اپنے ماتحتوں کو ایذا دیتے ہیں، نہ انہیں حقیر سمجھتے ہیں، نہ اپنے اوپر والوں سے حسد کرتے ہیں، بھلائی میں سب سے بہتر ہیں، طبیعت میں سب سے نرم، مزاج کے اعتبار سے سب سے سخی ہیں، تیز رفتار گھوڑے، تند ہوائیں، اپنی تیزی کے باوجود ان کے رتبہ کو نہیں پا سکیں، ان کے دل خدا کی خوشنودی کے لیے اور اس کی جانب اشتیاق کے باعث نیکیوں کی مسابقت میں اونچی اونچی چھتوں کو زیر کردیتے ہیں۔ یہی اللہ کا گروہ ہے۔ باخبر رہو کہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی فلاح وکامیابی پانے والا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان للّٰہ خواص یسکنھم الرفیع من الجنان کانوا اعقل الناس' قال قلنا یارسول اللّٰہ فکیف کانوا اعقل الناس؟ قال 'کان ھمتھم المسابقة الی ربھم عزوجل والمسارعة الیٰ مایدضیه' وزھدوا فی الدنیا وفی فضولھا وفی ریاستھا ونعیمھا فھانت علیھم 'فصبرو قلیلاً واستراحوا طویلاً۔

رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے ہیں جنہیں وہ جنتوں میں بلند مقام پر رکھے گا۔ اور وہ لوگ سب سے زیادہ عقلمند ہیں، راوی کہتے ہیں کہ ہم نے حضور سے دریافت کیا کہ وہ سب سے عقلمند کس طرح ہوئے؟ فرمایا ان کی تمام سعی وہمت اللہ کی طرف مسابقت اور اسے خوش کرنے والے کام میں تیزی وسرعت ہوتی ہے۔ دنیا اس کی فضولیات اس کی ریاست وعیش سے انہیں بالکل بے رغبتی ہے۔ جس کے باعث دنیا ان کے نزدیک حقیر ٹھہری تو انہوں نے اس دنیا میں مختصر عرصہ کیا۔ مگر اس کے بعد طویل راحت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قال بعثت الفقراء انی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رسولاً نقال یارسول اللّٰہ، انی رسول الفقراء الیک فقال مرحباً بک ویمن جئت من عندھم جئت من ضد قوما جھم فقال یارسول اللّٰہ !ان الفقراء یقولون لک ان الاغنیاء قد ذھبوا بالخیر کلہ، درداد بعضم ذھبوا بالجنۃ ھم یعجون ولانقدر علیہ، تیصدقونَ ولانقدر علیہ، ویتقون ولا نقدر علیہ، واذا مرضوا بعثو بفضل اموالھم ذخرائھم، فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، بلّغ النقراء عنی، ان لمن صبروا احتسب منھم ثلاث خصال لیس للاغنیاء منھا شینی، اما الحصلۃ الاولیٰ، فان فی الجنۃ غرناً من یاقوت احمر ینظر الیھا اھل الجنۃ کماینظر اھل الدنیا الی النجوم فی السماء لاید خلھا الانبی ادفقیر اوشھید فقیر اومومن فقیر والخصلۃ الثانیۃ

تدخل الفقراء الی الجنة قبل الاغنیاء بنصف یوم وھو مقدار خمساۃ غام 'والخصلة الثالثة 'اذاقال الضقیر 'سبحان اللّٰہ 'والحمدللّٰہ 'ولاالٰہ الااللّٰہ واللّٰہ اکبر مخلصاً وقال الغنی مثل ذلک لم یلحق الغنی بالفقیر فی فضلہ وتصانیف الثواب وان انفق الغنی مدمعھا عشرۃ الاف درھم وکذلک اعمال البر کلھا فرجع الیھم الرسول فاخبر ھم بذلک فقالو رضینایارب رضینا.

انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں فقراء نے اپنا ایک قاصد بھیجا۔ اس نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں فقراء کا قاصد ہوں۔ حضور نے فرمایا مرحبا تمہارے لئے بھی اور ان کے لئے بھی جن کے پاس سے تم آئے ہو۔ تم ایسے لوگوں کے پاس سے آئے ہو جن سے میں محبت رکھتا ہوں۔ قاصد نے عرض کیا کہ فقراء خدمت اقدس میں عرض گزار ہیں کہ تمام نیکیاں مالداروں ہی کے حصہ میں آ گئیں۔ اور ایک روایت میں اس طرح آیا کہ مالدار جنت حاصل کر گئے۔ وہ لوگ حج کرتے ہیں اور ہم اس پر قدرت نہیں رکھتے' وہ صدقہ خیرات دیتے ہیں اور ہم اس پر قادر نہیں' وہ غلام آزاد کرتے ہیں' ہم اس کی استطاعت نہیں رکھتے' وہ جب بیمار ہوتے ہیں تو اپنے آخرت کی جانب اپنا زائد مال بطور ذخیرہ کے بھیج دیتے ہیں' (یعنی راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری جانب سے فقراء کو یہ بات پہنچا دو کہ تم میں جو صبر پر کار بند اور ثواب آخرت کے آرزومند ہیں ان کے لئے تین ایسے مخصوص درجے ہیں جو مالداروں کے لئے نہیں ہیں۔

پہلا درجہ:

یہ کہ جنت میں قوت سرخ کے کچھ ایسے بالا خانے ہیں جن کو اہل جنت اس طرح دیکھیں گے جیسے اہل دنیا آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ ان میں سوائے نبی، یا فقیر، یا شہید فقیر، یا مومن فقیر کے اور کوئی نہیں جائے گا۔

دوسرا درجہ:

یہ کہ فقراء مالداروں سے نصف یوم پہلے جنت میں جائیں گے۔ اس آدھے دن کی مدت پانچ سو برس ہے۔

تیسرا درجہ:

یہ ہے کہ جب فقیر سبحان اللہ والحمد للہ، ولا الہٰ الا اللہ، واللہ اکبر خلوص کے ساتھ کہے، اور مالدار انسان بھی اسی طرح کہے تو مالدار اس فقیر کی فضیلت اور ثواب کو نہیں پہنچے گا خواہ مالدار ان کلمات کے ساتھ دس ہزار درہم بھی خرچ کر ڈالے۔ اور تمام اعمال حسنہ کا یہی معاملہ ہے۔ جب قاصد نے جا کر انہیں یہ خبر دی تو سب نے کہا کہ ہم راضی ہیں، ہم راضی ہیں۔

حضرت حَسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے۔

روی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال اکثر وامن معرفه الفقراء واتخذ واعندهم الایادی، فان لهم دولة قالو یارسول الله إما دولتهم فقال صلی الله علیه وسلم اذاکان یوم القیٰمة قیل لهم انـا بواالیٰ من اطعمکه کسرة او کسا کم ثوباً اوسقاکم شربة فی الدنیا فخذ وابیده ثما فیضوابه الی الجنة۔

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقراء سے جان

پہچان زیادہ رکھو' ان سے اچھا سلوک کرو' کیونکہ ان کا بھی دور آئے گا۔ صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ! ان کا دور ہے؟ فرمایا جب قیامت کا دن ہو گا تو ان سے کہا جائے گا کہ جس نے تمہیں روٹی کا ایک ٹکڑا کھلایا ہو یا تمہیں ایک کپڑا پہنایا ہو یا کچھ پلا کر سیراب کیا ہو' اسے تلاش کرو اور اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جاؤ۔

یؤتی بالعبد الفقیر یوم القیٰمة فیعتذر اللّٰه عزوجل الیه کما یعتذر الرجل الی الرجل فی الدنیا' فیقول اللّٰه عزوجل وعزتی وجلالی مازویت الدنیا عنک لهوانک علی ولکن لما اعدوت لک من الکرامة والفضیلة ولکن یاعبدی اخرج الیٰ هذه الصفوف وانظر الیٰ من اطعمک او کساک وآرادبذلک وجهی فخذ بیده فهولک والناس یومئذٍ قدالجمهم العرق فیتخلل الصفوف وینظر من فعل به ذلک فی الدنیا فیأخذبیده ویدخله الجنة۔

قیامت کے روز بندہ فقیر اللہ تعالیٰ کے پاس لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے سامنے اس طرح اعتذار فرمائے گا جیسے آدمی آدمی سے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا میری عزت وجلال کی قسم! میں نے دنیا تجھ سے اس لئے جدا نہیں رکھی کہ تو میرے نزدیک ذلیل تھا۔ بلکہ یہ اس لئے کیا کہ تیرے بڑی بڑی فضیلتیں اور بزرگیاں تیار کر رکھی تھیں' اور میرے بندے! میرے سامنے جو صفیں لگی ہیں ان میں جا کر ان لوگوں کو دیکھ جنہوں نے تجھے کھلایا' پہنایا' اور اس سے میری خوشنودی چاہی' اس کا ہاتھ تھام لے کہ وہ تیرا ہے اس وقت لوگوں کی یہ کیفیت ہو گی کہ پسینہ منہ تک آیا ہو گا وہ فقیر یہ ارشاد سن

کر صفیں چیرتا ہوا داخل ہوگا' اور ان لوگوں کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ بہشت میں لے جائے گا۔

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فانظر الیٰ من اطعمک اوسقاک او کساف ثم ذکر الحدیث ۔

اسے دیکھ جس نے تجھے کھلایا پلایا' یا کپڑا پہنایا' اس کے بعد حدیث کا بقیہ حصہ ذکر فرمایا۔

اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی فرمائی۔

یاموسیٰ ان من عبادی من لو سالنی الجنة بحذ افیر ھالا عطیته ولوسالنی علاقة سوط من الدنیا لماعطه 'ولیس ذلک من ھمان له علیٰ 'ولکنی اریدان اذخرله فی الاخرة من کرامتی وحمیه من الدنیا کمایحمی الراعی غنمه من مراعی الذئب۔

اے موسیٰ! میرے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ مجھ سے ساری جنت کا سوال کریں تو میں انہیں عطا کر دوں اور اگر دنیا میں کوڑا لٹکانے بھر جگہ مانگیں تو نہ دوں اور میرا یہ دینا اس لئے ہرگز نہیں کہ وہ میرے نزدیک ذلیل ہیں' بلکہ اس لئے کہ میں آخرت میں ان کے لئے اپنی عنایات ذخیرہ کرنا چاہتا ہوں' اور دنیا سے انہیں ایسے بچانا چاہتا ہوں' جیسے چرواہا بکریوں کو بھیڑیئے سے بچاتا ہے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' انہوں نے بیان کیا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لکل شیئی مفتاح

ومفتاح الجنة حبّ المساكين وافقراء الصادقين الصابرين‘ هم جلساء اللّٰه يوم القيامة.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شے کی ایک کنجی ہے‘ اور جنت کی کنجی مسکینوں سچے فقیروں اور صادقین وصابرین کی محبت ہے‘ وہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے ہمنشین ہوں گے۔

اور روایت ہے۔

عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه قال اللّٰهم احینی مسکیناً وامتنی مسکیناً واحشر نی زمرة المساکین.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ‘ مسکین اٹھا اور مسکینوں کے زمرے میں میرا حشر فرما۔

میں کہتا ہوں کہ مساکین کی فضیلت کے لئے یہ حدیث شریف کافی ہے۔ سرکار اگر یہ ارشاد فرماتے کہ مساکین کا میرے زمرے میں حشر فرما تو ان کے لئے یہ فضیلت بھی بہت تھی‘ مگر جب خود سرکار ارشاد فرما رہے ہیں کہ میرا حشر زمرۂ مساکین میں فرما‘ پھر بھلا مساکین کے فضائل ومراتب کا کیا کہنا؟

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان النور اذا دفع فی القلب انشرح الصدر وانفح‘ قیل یارسول اللّٰه هل لذلک من علامة؟ قال صلی اللّٰه علیه وسلم نعم التجانی عن دار الغرور‘ والانابة الیٰ دار الخلود‘ والاستعداد للموت قبل نزوله۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا‘ جب انسان کے دل میں نور اُترتا ہے تو اس وقت اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا حضور اس کی کوئی پہچان ہے؟ سرکار نے فرمایا‘ ایسا شخص غرور کے مکان (دنیا) سے

بھاگتا ہے۔ اور ہمیشگی کے مکان (آخرت) کی طرف لوٹتا ہے۔ اور موت آنے سے قبل اس کی تیاری کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث پاک کی رو سے یہ نور دنیا میں زاہدوں کے قلب کو ملتا ہے۔

ترمذی وغیرہ میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث حَسَن مروی ہے۔

عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انه قال الکیّس من وان نفسه وعمل لمابعد الموت، والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنی علیٰ اللّٰہ الامانی ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عقلمند آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے۔ اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے۔ اور عاجز و ناسمجھ وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات کی پیروی میں لگائے، اور اللہ تعالیٰ سے بہت ساری تمنائیں لگا رکھے۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم انه قال اذا اخرج رجل غنی من عرض ماله مأۃ الف درهم فتصدق بهاء واخرج رجل فقیر درهما واحداً من درهسین لایملک غیر هما طیبته به نفسه صار صاحب الدرهم الواحد افضل من صاحب مأۃ الف درهم ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی دولت مند اپنے مال میں سے ایک لاکھ درہم نکال کر صدقہ دے، اور کوئی فقیر شخص صرف ایک درہم صدقہ دے جبکہ اس کے پاس محض دو ہی درہم ہوں، اور اس میں سے وہ خوشی خوشی دے، تو ایک درہم دینے والا فقیر لاکھ درہم صدقہ کرنے والے سے

افضل ہے۔

میں کہتا ہوں اس کی تائید سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی ہو رہی ہے جسے امام عبدالرحمٰن نسائی نے اپنی سنن میں بیان کیا۔

سبق درهم ماة ألف درهم

ایک درہم ایک لاکھ درہم سے بڑھ گیا۔

اور فقیر کے صدقہ کی فضیلت اس آیت سے بھی معلوم ہوتی ہے، ارشاد رب العٰلیمن ہے۔

وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُھْدَ ھُمْ (التوبہ:۱۹۔۸)

اور جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

افضل الصدقة جهد المقل '

افضل ترین صدقہ وہ ہے جو تنگدست اپنی مشقت سے کرے

فضائل اولیاء[1] وفقراء آثارِ سلف میں

اس بارے میں حضرات سلف صالحین، اور ائمہ عاملین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے آثار بکثرت موجود ہیں جن کا احاطہ دشوار ہے، مگر یہاں ہم سندیں چھوڑتے ہوئے مختصر کچھ نمونے پیش کرتے ہیں۔

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے۔

اگر کوئی بازار میں گیا، اور اس نے کوئی ایسی شے دیکھی جسے اس کا دل چاہتا ہو اور وہ اس شے کو خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتا تو اس نے صبر کیا اور اس سے ثبوت کی امید رکھی، تو اس کا یہ عمل راہ خدا میں ہزار دینار خرچ کرنے سے بہتر ہوگا۔

شیخ ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے۔

اپنی خواہش پوری نہ ہونے کے باعث کسی فقیر کا ٹھنڈی سانس لینا، مالدار کی ہزار سالہ عبادت سے بہتر ہے۔

امام المتقین ابونصر بشر بن الحارث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

فقیر کی عبادت حسین عورت کے گلے میں موتیوں کے ہار کی طرح ہے، اور مالدار کی عبادت اس کے سرسبز پودے کی طرح ہے جو کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر اگ آئے۔

بعض بزرگوں کا قول ہے۔

لباسِ فقراء یعنی بالوں کا موٹا لباس، گدڑی اور پیوند لگے کپڑے اگر زاہد لوگ پہنیں تو ان کے لئے حسن وخوبی ہے۔ مگر وہی لباس دوسروں کے لئے بدنمائی ہے۔

---

[1] بزم اولیاء، ص ۲۷ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابن وہب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قبیلے میں ایک بار آگ لگ گئی مکانات جلنے لگے' لوگوں نے شور مچایا' دوڑو! مالک بن دینار کے گھر کی خبر لو! لوگ آگ بجھانے لگے اس عالم میں خود حضرت مالک بن دینار کا یہ عالم تھا کہ تہبند زیب تن کئے' ہاتھ میں وضو کا لوٹا اٹھائے نہایت بے نیازی کے ساتھ آگ بجھاتے ہوئے نوجوان کے قریب آئے اور فرمایا سبک رو قیامت کے روز نجات پائیں گے اے دولتمندو! تم فکر دنیا میں جز بز ہوتے رہو' فقراء حقیقی تپش والے ہیں' اور حقیقی عیش تو آخرت کا عیش ہے' فقیر کا درہم (چاندی کا سکہ) غنی کے دینار (اشرفی) سے افضل ہے۔

حضرت ابو الدردا رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

مالدار بھی کھاتے ہیں' اور ہم لوگ بھی کھاتے پیتے ہیں' وہ بھی پہنتے ہیں اور ہم بھی پہنتے ہیں' اور ان کے پاس جو ضرورت سے زائد دولت ہے نہ وہ اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور نہ ہم وہ لوگ بھی اسے دیکھتے ہیں اور ہم بھی قیامت کے روز ان سے اس کا حساب لیا جائے گا۔ اور ہم اس سے بری الذمہ ہوں گے۔

اس کے بعد فرمایا۔

ہمارے دولتمند بھائیوں نے انصاف سے کام نہیں لیا۔ کیونکہ وہ ہم سے خدا واسطے کی محبت کرتے ہیں۔ اور دنیا کی دولت کے معاملہ میں ہم سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں۔ ان پر ایسا دن آئے گا کہ وہ آرزو کریں گے کہ کاش ہم دنیا میں فقیر ہوتے مگر ہمیں یہ خواہش نہیں ہوگی کہ ہم ان کی جگہ ہوتے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔

وہ ایک روز اپنے احباب میں بیٹھے تھے۔ ان کی بیوی آئیں اور کہنے لگیں آپ یہاں ان لوگوں میں بے فکر ہو کر بیٹھے ہیں' اور بخدا گھر میں مٹھی بھر بھی آٹا نہیں ہے۔ انہوں نے جواب دیا یہ مت بھولو! کہ ہمارے سامنے ایک نہایت دشوار گزار گھاٹی ہے جس سے

ہلکے سامان والوں کے سوا کوئی نجات نہیں پائے گا۔ یہ سن کر وہ خوشی کے ساتھ واپس چلی گئیں۔

اکابر شیوخ میں سے کسی نے فرمایا کہ ان کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ اور عرض کیا کہ حضور! اہل وعیال کی فکر نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ میرے حق میں دعا فرمائیں۔ حضرت نے جواب دیا' تیرے اہل وعیال جب تجھ سے آٹا اور روٹی نہ ہونے کی شکایت کریں اس وقت رب تعالیٰ سے دعا کیا کر کہ تیری اس وقت کی دعا میری دعا سے بہتر اور قرین قبول ہے۔

کسی مرد صالح سے جب ان کے بال بچوں نے یہ کہا کہ آج کی رات ہم لوگوں کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں' تو فرمایا ہمارا ایسا مقام نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھوکا رکھے' یہ درجہ تو وہ اپنے دوستوں اور ولیوں کو عطا فرماتا ہے۔ مشائخ میں سے بعض کا یہ حال تھا کہ انہیں جب تنگدستی پیش آتی تو فرماتے اے شعار صالحین! خوش آمدید'

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فقر سے پناہ مانگی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ فقر میں بہت ثواب ہے' جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہے۔ انہوں نے فرمایا' حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کی فقر سے پناہ مانگی ہے۔ ہاتھ کے فقر سے پناہ مانگی' کیونکہ فقر تو یہی ہے کہ دل فقیر ہو جس طرح مالداری یہ ہے کہ دل غنی ہو۔

امام الطائفہ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ایک دولت مند نے پانچ سو درہم حاضر کئے۔ اور کہا یہ اہل حاجت کو تقسیم فرما دیں۔

حضرت جنید نے فرمایا کہ تیرے پاس اور بھی درہم ہیں؟

دولتمند! جی ہاں: درہم ہی نہیں' بہت ساری اشرفیاں بھی ہیں۔

شیخ جنید: کیا تو چاہتا ہے کہ تیرے مال میں اور اضافہ ہو؟

دولتمند: کیوں نہیں!

شیخ جنید پھر تو ان درہموں کی حاجت تجھی کو زیادہ ہے' لے تو ہی لے جا! (یہ کہا اور درہم اسے واپس کر دیئے)

ایک شخص حضرت شیخ ابراہیم بن ادہم کی خدمت میں آیا۔ اور دس ہزار درہم نذرانے پیش کیا۔ شیخ نے اس کا نذرانہ لینے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا۔

تو چاہتا ہے کہ یہ لے کر میں فقراء کے دفتر سے اپنا نام خارج کرا لوں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے تین سوالات کئے آپ نے مال اور انجام کے لحاظ سے اس کو جوابات دیئے۔

☆ حقیقی آدمی کون لوگ ہیں۔

جواب: علماء

☆ بادشاہ کون حضرات ہیں؟

جواب زاہدین! (وہ لوگ جنہیں دنیا کی طمع نہیں)

☆ کمینے کون لوگ ہیں؟

جواب دین فروش (جو اپنے دین کے عوض دنیا کمائیں)

اہل دنیا نے دنیا میں راحت تلاش کی مگر محروم رہے' اگر انہیں دولت فقراء کی خبر ہو جائے تو اس کے لئے مارنے مرنے پر تیار ہو جائیں' (حضرت ابراہیم ادہم)

زاہد آخرت کے بادشاہ ہیں۔ اور زاہد و فقراء میں جو عارف باللہ ہیں۔

(حضرت ذوالنون مصری)

حکومت و سلطنت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک شہروں اور ملکوں کی' دوسری لوگوں کے دلوں کی' حقیقی حکمراں و بادشاہ وہی ہیں جو زاہد ہیں' (شیخ کبیر ابومدین شہیر)

اگر کوئی شخص یہ وصیت کر کے مر جائے کہ یہ سو درہم سب سے عقلمند انسان کو دیئے جائیں تو وہ درہم زاہدوں کو دینا چاہیے۔ (امام شافعی و دیگر علماء)

فوائد فقر میں سے یہ بھی ہے کہ بھوک اور برہنگی کی تکلیف اٹھائے اور تکلیف کے ساتھ ساتھ ان میں آرام اور لذت بھی پائے اور ان چیزوں کو پسند کرے۔ (شیخ ابو عبداللہ قرشی)

اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ جنت میں ان سے اپنا دیدار محجوب کر دے تو وہ جنت سے بھی اسی طرح پناہ مانگیں گے جیسے دوزخی دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔

(قطب الاخوان شیخ بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ)

العارف باللہ تضيئى له انوار العلم فينظر بهاعجائب الغيب.

(شیخ ابو عثمان مغربی رضی اللہ عنہ)

عارف باللہ کے لئے علم کے وہ انوار چمکتے ہیں، جن سے وہ غیب کے عجائبات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ شیخ کبیر عارف باللہ حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں میں سے کسی کی خاص کفالت و تولیت کرنا چاہتا ہے تو اس شخص پر اپنے ذکر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ اور جب وہ ذکر سے لذت یاب ہونے لگتا ہے تو اس پر قرب کا دروازہ کھول دیتا ہے حتی کہ اسے مجلس انس میں لے جا کر توحید کی کرسی پر بٹھاتا ہے، پھر اپنے اور اس کے درمیان سے عجائب اٹھا دیتا ہے اور اسے دارِ فردانیت میں داخل فرماتا ہے۔ اور اس کے لئے جلال وعظمت کے حجاب اٹھا دیتا ہے، جب اس کی نگاہ جلال وعظمت پر پڑتی ہے تو وہ اپنی شخصیت کو فنا کر دیتا ہے۔ اس وقت بندہ فنا ہو کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حفاظت میں نفس کی خواہشات سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک شخص سے فرمایا۔

کیا تو اللہ والا بننا چاہتا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! فرمایا، دنیا و آخرت کی کسی شے کی رغبت نہ کر اور اپنے نفس کو اللہ کے لئے خالی کر لے، اور نہ صرف اپنے چہرے بلکہ اپنے پورے وجود کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہو جا تاکہ وہ تجھ پر متوجہ اور تجھے اپنا دوست بنا لے۔

حضرت شیخ ابو نصر سراج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

ادب میں لوگوں کے تین طبقے ہیں۔ اہل دنیا کا طبقہ، دینداروں کا طبقہ، خاصان حق کا طبقہ۔

طبقہ اولیٰ: کا ادب یہ ہے، زبان و بیان کی فصاحت، علوم، قصص، وحکایات اور اشعار کا حفظ،

طبقہ ثانیہ: کا ادب، ریاضتِ نفس، اعضاء و جوارح کا ادب، حدودِ شرع کی رعایت اور ترکِ شہوات،

طبقہ ثالثہ: طہارت قلب، اسرار کی رعایت، وفائے عہد، وقت کی حفاظت، خطرات سے اغماض، مقامات طلب، اوقات حضور اور مقاماتِ قرب کی رعایت، امام السالکین شیخ ابو محمد سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

سارے نیک کام زاہدوں کے اعمال نامے میں درج ہیں۔

میں کہتا ہوں یہ ایسے عارفِ صدیق کا ارشاد ہے جو تصدیق کے انتہائی بلند مرتبے پر فائز ہیں۔ اور اس ارشاد کی مختصر توضیح یہ ہے۔

اہل دنیا میں بعض لوگ نیکی کی نیت سے کسی کو مال دیتے ہیں، مگر کثرت مال اور وسعت دنیا کی خواہش رکھتے ہیں، اور یہ خواہش انہیں فتنہ میں ڈالتی ہے، اور اطاعت الٰہیہ سے روکتی ہے، اور زاہد حضرات محض اللہ کے لئے تمام موجودات سے عملاً برطرف ہیں، دنیا ان کے لئے ناپسندیدہ، اور وہ اطاعت خداوندی کے لئے بالکل فارغ ہیں، انہوں نے عبادت قلبی، عبادت بدنی اور عبادت مالی سب کو جمع کر لیا ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ان کے دل کی خبر ہے، اور وہ ان کے دل میں اپنے سوا کسی کی محبت نہیں پاتا۔ اس لئے اس نے زاہدوں کو اپنے قرب سے نوازا۔ اور انہیں اپنے فضل سے وہ نعمتیں عطا فرمائیں جن کے سمجھنے سے عقلیں قاصر ہیں۔ اللّٰھم لاتَخرِ مُناخیرَک لشرنا، وھَبْ لنامن فضلِکَ العظیم واجعلْ بک شَغْلنا بجاہ نبیک محمد اکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم، انک الملِک المنان ذوالفضل العظیم،

> یہ جو کچھ بیان ہوا اولیاء اللہ اور صالحین کے دریائے فضیلت و کرامت سے ایک قطرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ہم نے جو احادیث ذکر کی ہیں اگرچہ ان میں سے بعض ضعیف ہیں مگر اس سلسلہ میں احادیث صحیحہ بھی اس کثرت سے

ہیں کہ وہی کافی ہیں جن میں سے کچھ میں نے شروع میں نقل کیں۔

اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا سے اجتناب کے باب میں ذاتی عمل شریف جو احادیث میں موجود ہے' اور اسی طرح دیگر انبیاء و مرسلین علیہم السلام' اولیاء اللہ اور سلف صالحین کے احوال زہد کے بارے میں ظاہر و باہر ہیں۔

امام اجل شیخ ابو عبداللہ حارث بن اسد محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دولت دنیا کے حصول کی دلیل میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مثال پیش کرنے والے علماء کو زجر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یہ لوگ صحابہ کرام کی مالداری کو اس لئے حجت بناتے ہیں کہ لوگ انہیں جمع کرنے کے سلسلہ میں معذور خیال کریں۔ حالانکہ انہیں شیطان نے بہکا دیا ہے' وہ نہایت بے خبر اور غافل ہیں۔ افسوس صد افسوس' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور دیگر صحابہ کے مال سے استدلال مکرِ شیطان ہے' تیری یہ بات تیری بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ کیونکہ جب تجھے یہ خیال آیا کہ وہ حضرات بھی فراوانی میں مقابلہ اور دنیا کی عزت و آرائش کے لئے مال جمع فرماتے تھے۔ تو اس کا ادنیٰ مطلب یہ ہوا کہ تو نے ان پیشواؤں کی غیبت کی' اور ان پر عظیم تہمت لگائی' اور جب تو نے بدلالت حال وقال یہ بات اٹھائی کہ مال حلال کا جمع کرنا نہ کرنے سے بہتر ہے تو بے گناہ حضور سرور انبیاء اور دوسرے انبیائے کرام (علیہم الصلوات والتسلیم) پر عیب لگایا' (نعوذ باللہ منہ) اور انہیں اپنے خیال میں اس نکتہ فضیلت سے بے خبر سمجھا۔ کیونکہ انہوں نے تیری طرح مال جمع نہیں کیا۔ اور ترک افضل کیا اور گویا تو اس بات کا مدعی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی خیر خواہی کما حقہ نہیں کی' کیونکہ انہوں نے جمع مال سے روکا رب السماء کی قسم! تو جھوٹا ہے' تو مفتری ہے' تو کذاب ہے' تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹا الزام لگایا۔ وہ تو اپنی امت کے حق میں نہایت مہربان اور مشفق اور رؤف و رحیم تھے۔ اے بے عقل سن کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنی بزرگی' تقویٰ' اور تمام تر حسنات و خیرات کے باوجود اور اس کے علاوہ ان فضائل کے ہوتے ہوئے کہ وہ اللہ کی راہ میں بے حد سخاوت کرنے والے' مال و دولت لٹانے والے' اور

صحبت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت سرمدی سے فیض یاب' اور جنت کی خوش خبری پانے والے ہیں۔ مگر پھر بھی مال ہی کی وجہ سے روزِ حشر' حساب کے لئے کھڑے کیے جائیں گے۔ حالانکہ انہوں نے یہ کام اس لیے کیا تھا کہ دستِ سوال نہ دراز کرنا پڑے' اور مال کے ذریعہ نیکی کا سرمایہ اکٹھا کریں اور راہ خدا میں خوب خرچ کریں۔ تاہم جنت میں داخلہ کے وقت انہیں فقراء مہاجرین کی مصیبت نہیں ملے گی۔ پھر بھلا ہماوشما کا کیا شمار واعتبار؟ جو دنیا کی موجوں میں غرق ہیں۔ اور اس کے بعد ایسے شخص کے حال پر سخت حیرت واستعجاب ہے جو شہوات دنیوی میں پھنس کر لوگوں کا مال ظلماً کھاتا ہے اور مادی زینت وتفاخر کا بندہ بن کر سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حالت سے استدلال کرتا ہے۔

امام محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ وہ مسکنت کے دلدادہ' فقر کے خوف سے مامون محفوظ' رزق کے سلسلہ میں خدا پر متوکل' نوشتۂ قضاء وقدر پر مطمئن' غم وآلام پر راضی' خوشحالی میں شکر گزار مصائب میں صابر' نعمتوں پر حمد کرنے والے' عجز وانکسار کا مرقع' رضائے الٰہی کو اپنی جان پر ترجیح دینے والے' اور مال ومنصب کی محبت سے گریزاں تھے۔ جب دنیا ان پر متوجہ ہوتی تو وہ غمناک ہو جاتے۔ اور فقر ان کے اوپر ظاہر ہوتا تو نشان صلحاء سمجھ کر اس کا استقبال فرماتے تھے۔ اے شخص! تجھے خدا کا واسطہ بتا تو سہی کیا تو ان صفتوں سے متصف ہے؟ بخدا نہیں! بلکہ تو اس سے مختلف ہے' تجھے ان سے دور کی مشابہت بھی نہیں' تیرا حال تو یہ ہے کہ اگر تجھے مالداری ملے تو سرکش ہو جائے' فراخی آئے تو اترانے لگے' خوشحالی آئے تو لگن ہو جائے' نعمتوں پر شکر کا وقت ہے تو غفلت میں پڑا رہے' بدحالی آئے تو ناامید ہو جائے' بلا آئے تو ناراض ہو جائے اور تقدیر پر راضی نہ ہو' تجھے فقر سے دشمنی' اور مسکینی سے عار ہے تو دنیا کے عیش وعشرت اور شہوت ولذت کی خاطر دولت جمع کر رہا ہے' اور ان کا تو یہ حال تھا کہ اللہ کی حلال نعمتوں سے بھی یوں بے رغبت تھے جتنا تو حرام سے نہیں بچتا' وہ معمول لغزش سے اس طرح لرزاتے تھے جتنا تو گناہ کبیرہ سے نہیں بچتا۔ کتنا اچھا ہوتا کہ تیرا حال وپاکیزہ مال ان کے مشتبہ مال ہی کی طرح ہوتا۔ اور کاش تو اپنے گناہوں

سے اسی طرح ہی ڈرتا جتنا وہ مقدس صحابہ اپنی نیکیوں سے خائف رہتے تھے کہ معلوم نہیں قبول ہوں گی یا نہیں؟ اور کیا خوب ہوتا کہ تیرا روزہ ان کے بے روزہ رہتے ہی جیسا ہوتا۔ اور تیری بیداری ان کی نیند ہی کے مثل ہوتی۔ اور تیری تمام نیکیاں ان کی ایک ہی نیکی کی طرح ہوتیں۔ افسوس ہے تجھ پر کیا تجھے یہ مناسب نہیں تھا کہ بقدر کفایت پر بس کرتا۔ اور زیادہ کی حرص نہ رکھتا۔ اور مالداروں کی حالت سے نصیحت و عبرت حاصل کرتا کہ وہ میدان حشر میں حساب کے لئے روکے جائیں گے۔ اور اگر تو ان میں نہ ہوا تو گروہ سابقین میں مل کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک زمرہ میں جنت کے اندر جائے گا۔ تجھے نہ کوئی روکنے والا ہوگا' اور نہ تیرا حساب ہوگا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فقراء اغنیاء سے پانچ سو برس پہلے جنت میں جائیں گے۔

مشائخ کبار میں سے بعض نے فرمایا۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا' سرکار فضائل فقراء بیان فرما رہے تھے' اور مالداروں پر فقیروں کا شرف ذکر کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں میں سے مجھے اتنا یاد رہ گیا کہ فقراء کی فضیلت کے لئے یہی از بس ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے وقت کے مالداروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوں گی۔ اور میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے چالیس سال پہلے کیوں کہ فاطمہ نے عائشہ کے لحاظ سے دنیا کم پائی (رضی اللہ عنہما وعن جمیع امہات المؤمنین وبنات النبی الکریم واھل بیتہ وعترتہ اجمعین)

رب نے غرباء و مساکین کو عزت دی ہے   مالداروں پر فقیروں کو فضیلت دی ہے
حشر میں آئیں گے فقراء کی جلو میں سرکار   فقر کو یوں مرے آقا نے کرامت دی ہے
باندھے اپنے شکمِ ناز پہ دو' دو پتھر   مصطفٰے پیارے نے یوں فاقہ کو عزت دی ہے

یہ تھے' قران واحادیث کی روشنی میں اور سلف کے اقوال کی روشنی میں فضائل اولیا و فقراء جن سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان لوگوں کا

کیا مقام ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ کرم میں ان اولیاء وفقراء کی کیا قدر و منزلت ہے اور سلف کے دلوں میں ان کا کیا احترام ہے۔ یہ تمام فضائل صرف ان اولیاء ہی کے لیے مخصوص نہیں، بلکہ اگر امتِ مسلمہ کا ہر ایک مرد و عورت اپنے اندر اطاعت خداوندی پیدا کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ہر ادا کو اپنائے اور سلف صالحین کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل پیرا ہے تو وہ بھی اولیاء وفقراء کی صف میں شامل ہو جاتا ہے۔

”کہ جس کی ہر ہر ادا سنت مصطفےٰ
ایسے امام اہل سنت پہ لاکھوں سلام'

محترم قارئین، چونکہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہما حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہم عصر تھیں اس لیے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ سب سے پہلے مختصر طور پر حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات وواقعات پر بھی ایک نظر ہونی چاہیے کہ جس دور میں حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہما تھیں اس دور میں کیسے ولی کامل اور مشہور تابعی موجود تھے۔ اور ان دونوں کا آپس میں کیسا رابطہ تھا اور یہ لوگ کیسے ایک دوسرے کی شخصیت سے فیضیاب ہوا کرتے تھے۔ تو میں سب سے پہلے مختصر طور پر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات زندگی بیان کرتا ہوں۔ اس لیے کہ حضرت رابعہ بصری کا ذکر خواجہ حسن بصری کے بغیر میری نظر میں بے معنی ہوگا۔

ابتدائی حالات وواقعات

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ومناقب

تعارف:

آپ باعمل عالم بھی تھے اور زاہد و متقی بھی۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر سختی سے عمل کرتے اور سدا خشیت الٰہی میں غرق رہتے آپ کی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیز تھیں اور جب بچپن میں آپ کی والدہ کسی کام میں مصروف ہوتیں اور آپ رونے لگتے تو ام المومنین رضی اللہ عنہما آپ کو گود میں اٹھا کر اپنے پستان مبارک آپ کے منہ میں دیتیں۔ اور وفور شوق میں آپ کے پستان سے دودھ بھی نکلنے لگتا۔ اندازہ فرمائیے کہ جس ہستی نے ام المومنین رضی اللہ عنہما کا دودھ پیا ہو۔ اس کے مراتب کا کون منکر ہوسکتا ہے۔[1]

بچپن میں سعادت:

بچپن میں آپ نے ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالے کا پانی پیا۔ اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ میرے پیالے کا پانی کس نے پیا ہے؟ تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حسن رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے جس قدر پانی میرے پیالے میں سے پیا ہے اسی قدر میرا علم اس میں نفوذ کر گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا:

ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ سلم اُم سلمہ رضی اللہ عنہما کے مکان پر تشریف لائے تو انہوں نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی آغوش مبارک میں ڈال دیا۔ اس وقت

---

[1] تذکرۃ الاولیاء شیخ فرید الدین عطار

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے بھلائی کی دعا فرمائی، اور اس دعا کی برکت سے آپ کو بے پناہ مراتب حاصل ہوئے۔

وجہ تسمیہ:

ولادت کے بعد جب آپ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کا نام حسن رحمۃ اللہ علیہ رکھو کیونکہ یہ بہت ہی خوبرو ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی تربیت فرمائی اور ہمیشہ یہی دعا کیا کرتی تھیں کہ اے اللہ تعالیٰ حسن کو مخلوق کا رہنما بنا دے۔ چنانچہ آپ یکتائے روزگار بزرگوں میں سے ہوئے ہیں اور ایک سو بیس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے شرف نیاز حاصل ہوا۔ ان میں ستر صحابہ بدر میں بھی شامل ہیں۔ آپ کو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے شرف بیعت حاصل تھی اور انہیں سے تعلیم بھی پائی۔ لیکن تحفہ کے مصنف لکھتے ہیں کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت تھے اور انہیں کے خلفاء میں سے ہوئے۔ ابتدائی دور میں آپ جواہر کی تجارت کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ کا نام حسن رحمۃ اللہ علیہ لولوی پڑ گیا۔

ایک مرتبہ تجارت کی نیت سے روم گئے اور جب وہاں کے وزیر کے پاس بغرض ملاقات پہنچے تو وہ کہیں جانے کی تیاری کر رہا تھا اس نے پوچھا کہ کیا آپ بھی میرے ساتھ چلیں گے فرمایا ہاں چنانچہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگل میں جا پہنچے وہاں آپ نے دیکھا کہ دیبائے رومی کا ایک بہت ہی مکلف خیمہ نصب ہے۔ اور اس کے چاروں طرف مسلح فوجی طواف کر کے واپس جا رہے ہیں۔ پھر علماء اور باحشمت افراد وہاں پہنچے اور خیمہ کے قریب کچھ کہہ کر رخصت ہو گئے۔ پھر حکماء و میر منشی وغیرہ پہنچے اور کچھ کہہ کر چل دیئے۔ پھر نہایت خوبرو کنیزیں زر و جواہر کے تھال سر پر رکھتے ہوئے آئیں اور وہ بھی اسی طرح کچھ کہہ کر چلی گئیں۔ پھر بادشادہ اور وزیر بھی کچھ کہہ کر واپس ہو گئے۔ آپ نے حیرت زدہ ہو کر جب وزیر سے واقعہ معلوم کیا تو اس نے بتایا کہ بادشاہ کا ایک خوبصورت بہادر، جوان بیٹا مر گیا تھا۔ اور وہی اس خیمہ میں مدفون ہے۔ چنانچہ آج کی طرح ہر سال یہاں تمام لوگ آتے ہیں سب سے پہلے فوج آ کر کہتی ہے جنگ کے ذریعہ تیری موت آ کر ٹل سکتی تو ہم

جنگ کر کے تجھے بچا لیتے۔ مگر اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنا ممکن نہیں اس کے بعد حکماء آ کر کہتے ہیں۔ کہ اگر عقل وحکمت سے موت کو روکا جا سکتا تو ہم یقیناً روک دیتے۔ پھر علماء ومشائخ آ کر کہتے ہیں کہ اگر دعاؤں سے موت کو دفع کیا جا سکتا تو ہم دفع کر دیتے پھر حسین کنیزیں آ کر کہتی ہیں کہ اگر حسن وجمال سے موت کو ٹالا جا سکتا تو ہم ٹال دیتیں۔ پھر بادشادہ وزیر کے ساتھ آ کر کہتا ہے کہ اے میرے بیٹے ہم نے حکماء اطباء کے ذریعہ بہت کوشش کی لیکن تقدیر الٰہی کو کون مٹا سکتا ہے۔ اور اب آئندہ سال تک تجھ پر ہمارا سلام ہو یہ کہہ کر واپس ہو جاتا ہے۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سن کر قسم کھائی کہ زندگی بھر کبھی نہیں ہنسوں گا۔ اور دنیا سے بیزار ہو کر فکر آخرت میں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ مشہور ہے کہ ستر سال آپ ہمہ وقت باوضو رہے۔ اور اپنے ہمعصر بزرگوں میں ممتاز ہوئے۔ کسی شخص نے ایک بزرگ سے دریافت کیا کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہم سے زیادہ افضل کیوں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ حسن رحمۃ اللہ علیہ کے علم کی ہر فرد کو ضرورت ہے۔ اور اس کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی حاجت نہیں اسی لئے وہ ہم سب کے سردار ہیں۔

حضرت رابعہ بصریہ کا مقام:

ہفتہ میں ایک مرتبہ آپ وعظ کیا کرتے تھے مگر جب تک حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا شریک نہ ہوتیں تو وعظ نہیں کہتے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے وعظ میں تو بڑے بڑے بزرگ حاضر ہوتے ہیں پھر آپ صرف ایک بوڑھی عورت کے نہ ہونے سے وعظ کیوں ترک کر دیتے ہیں؟ فرمایا کہ ہاتھی کے برتن کا شربت چیونٹیوں کے برتن میں کیسے سما سکتا ہے؟ اور جب آپ کو دوران وعظ جوش آ جاتا تو رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا سے فرماتے کہ یہ تمہارے ہی جوش وگرمی کا اثر ہے۔

سبق آموز جوابات:

ایک مرتبہ لوگوں نے سوال کیا کہ آپ اپنے وعظ میں کثیر لوگوں کے اجتماع سے خوش ہوتے فرمایا کہ میں تو اس وقت مسرور ہوتا ہوں جب کوئی عشق الٰہی میں دل جلا

آ جاتا ہے کسی نے سوال کیا کہ اسلام کیا ہے اور مسلمان کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا کہ اسلام کتاب میں ہے اور مسلمان قبر میں۔ جب آپ سے دین کی اساس کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ تقویٰ دین کی اساس ہے اور لالچ تقوے کو ضائع کر دیتا ہے۔ پوچھا گیا کہ جنت عدن کا کیا مفہوم ہے۔ اور اس میں کون داخل ہوگا۔ فرمایا کہ اس میں سونے کے محلات ہیں اور سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صدیقین و شہداء، عادل بادشاہ اور دیگر انبیاء کرام کے کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔ سوال کیا گیا کہ کیا روحانی طبیب کسی دوسرے کا علاج کر سکتا ہے؟ فرمایا اس وقت تک نہیں جب تک خود اپنا علاج نہ کرے۔ کیونکہ جو خود ہی گم کردہ راہ ہو وہ دوسرے کی رہبری کیسے کر سکتا ہے فرمایا کہ میرا وعظ سنتے رہو تمہیں فائدہ پہنچے گا۔ لیکن میری بے عملی تمہارے لئے ضرر رساں نہیں لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے قلوب تو سوئے ہوئے ہیں ان پر آپ کا وعظ کیا اثر انداز ہوگا، فرمایا کہ خوابیدہ قلوب کو تو بیدار کیا جا سکتا ہے البتہ مردہ دلوں کی بیداری ممکن نہیں لوگوں نے عرض کیا کہ بعض جماعتوں کے اقوال ہمارے قلوب میں خوف و خشیت پیدا کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ تم دنیا میں ڈرانے والوں ہی کی صحبت اختیار کرو، تا کہ روز حشر رحمت خداوندی تم سے قریب تر ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ بعض حضرات آپ کا وعظ محض اس لئے یاد کرتے ہیں تا کہ نکتہ چینی کر سکیں۔ فرمایا کہ میں صرف قرب الٰہی اور جنت کا متمنی رہتا ہوں۔ کیونکہ نکتہ چینیوں سے تو اللہ تعالیٰ کی ذات بھی مبرا نہیں۔ اسی لئے میں لوگوں سے ہرگز یہ توقع نہیں رکھتا کہ وہ مجھے برا بھلا نہیں کہیں گے۔ عرض کیا گیا کہ بعض افراد کا یہ خیال ہے کہ دوسروں کو نصیحت اسی وقت کرنی چاہئے جب خود بھی تمام برائیوں سے پاک ہو جائے۔ فرمایا کہ ابلیس تو یہی چاہتا ہے کہ اوامر نواہی کا سد باب ہو جائے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا مسلمان کو بغض و حسد کرنا جائز ہے؟ فرمایا کہ برادران یوسف علیہ السلام کا واقعہ کیا تمہارے علم میں نہیں کہ بغض و حسد کی وجہ سے ہی انہیں کیا کیا ضرر پہنچا۔ البتہ اگر حسد میں رنج و غم کا پہلو ہو تو کوئی حرج نہیں۔

ریا کاری باعث ہلاکت ہے:

آپ کے ایک ارادت مند کی یہ کیفیت تھی کہ آیات قرآنی سن کر بے ہوش

ہو جاتا تھا آپ نے فرمایا کہ اپنے فعل میں اس امر کو ملحوظ رکھا کرو کہ آواز نہ نکلنے پائے کیونکہ آواز نکلنے سے ریاکاری محسوس ہونے لگتی ہے جو انسان کے لئے باعث ہلاکت ہے اور اگر کسی پر حال طاری نہ ہو بلکہ وہ قصداً طاری کر لے اور کوئی نصیحت بھی اس پر کارگر نہ ہو تو وہ گناہ گار ہے اور جو شخص قصداً روتا ہے اس کا رونا شیطان کا رونا ہے۔

بے باک مرد خدا:

ایک مرتبہ دوران وعظ حجاج بن یوسف برہنہ شمشیر اپنی فوج کے ہمراہ وہاں پہنچا۔ اسی محفل میں ایک بزرگ نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ آج حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان ہے کہ وہ تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ یا وعظ میں مشغول رہے چنانچہ آپ نے حجاج کی آمد پر کوئی توجہ نہیں کی اور اپنے وعظ میں مشغول رہے۔ چنانچہ اس بزرگ نے یہ تسلیم کر لیا کہ واقعی آپ اپنی خصلتوں کے اعتبار سے اسم با مسمی ہیں کیونکہ احکام خداوندی بیان کرتے وقت آپ کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اختتام وعظ کے بعد حجاج نے دست بوسی کرتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ اگر تم مرد خدا سے ملنا چاہتے ہو تو حسن رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لو پھر بعض لوگوں نے انتقال کے بعد حجاج کو خواب میں دیکھا کہ میدان حشر میں کسی کا متلاشی ہے اور جب اس سے پوچھا گیا کہ کس کی جستجو میں ہو؟ تو، کہنے لگا کہ میں اس جلوہ خداوندی کا متلاشی ہوں جس کو موحدین تلاش کرتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ وقت مرگ حجاج کی زبان پر یہ کلمات تھے کہ اللہ تعالیٰ تو غفار ہے اور تجھ سے برتر دوسرا کوئی نہیں لہٰذا اپنی غفاری ایک کم حوصلہ مشت خاک پر بھی ظاہر کر کے اپنے فضل سے میری مغفرت فرما دے۔ کیوں کہ پورا عالم یہی کہتا ہے کہ اس کی بخشش ہرگز نہیں ہو سکتی اور یہ عذاب میں گرفتار رہے گا لیکن اگر تو نے مجھے بخش دیا تو سب کو معلوم ہو جائے گا کہ یقیناً تیری شان ہے۔ جب حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنا تو فرمایا کہ یہ بدکردار حصول آخرت بھی اپنی اچھی کرنا چاہتا ہے۔

مبلغ کی عظمت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب وارد بصرہ ہوئے تو تمام واعظین کو وعظ گوئی سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام منبروں کو توڑ کر پھینک دو۔ لیکن جب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس وعظ میں پہنچے تو ان سے پوچھا کہ تم عالم ہو یا طالب علم؟ آپ نے جواب دیا کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں البتہ جو کچھ احادیث نبوی سے سنا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دیتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو وعظ گوئی کی اجازت ہے اور جب حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ علم ہوا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے تو ان کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے۔ اور ایک جگہ جب ان سے ملاقات ہوگئی تو عرض کیا کہ مجھے وضو کا طریقہ سکھا دیجئے چنانچہ ایک طشت میں پانی منگوا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو وضو کا طریقہ سکھایا اور اسی وجہ سے اس مقام کا نام بالطشمت پڑ گیا۔

منقول ہے کہ کسی شخص سے جب آپ نے گریہ وزاری کا سبب دریافت کیا تو اس نے عرض کیا کہ میں نے محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ روز محشر ایک صاحب ایمان اپنی معصیت کاری کی وجہ سے برسوں جہنم میں پڑا رہے گا۔ آپ نے فرمایا کہ کاش اس کے بدلے میں مجھے جہنم میں پھینک دیا جائے اور وہ محفوظ رہ جائے کیونکہ مجھے اپنے متعلق یہ توقع نہیں ہے کہ ایک ہزار سال تک بھی چھٹکارا حاصل کر سکوں گا۔

ایک روایت:

ایک سال بصرہ میں ایسا شدید قحط پڑا کہ دو لاکھ افراد نماز استسقاء کے لئے بیرون شہر پہنچ گئے اور ایک منبر پر حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو بٹھا کر اوپر اٹھاتے ہوئے دعا میں مشغول ہو گئے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ اگر تم بارش کے متمنی ہو تو مجھ کو شہر بدر کر دو اور اس وقت آپ کے روئے مبارک سے خشیت الٰہی کے آثار تھے۔ کیوں کہ آپ ہمیشہ مصروف گریہ رہتے اور کسی نے کبھی ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں دیکھی۔[1]

---

[1] تذکرۃ الاولیاء ص ۲۱، ۲۲ شیخ فریدالدین عطار نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ ایران

خوف آخرت:

ایک مرتبہ پوری رات مصروف گریہ رہے اور جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ کا شمار تو صاحب تقویٰ لوگوں میں ہوتا ہے پھر آپ اس قدر گریہ وزاری کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا کہ میں تو اس دن کے لئے روتا ہوں جس دن مجھ سے کوئی ایسی خطا ہوگئی ہو کہ اللہ تعالیٰ باز پرس کر کے یہ فرمادے کہ اے حسن ہماری بارگاہ میں تمہاری کوئی وقعت نہیں اور ہم تمہاری پوری عبادت کو رد کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ عبادت خانہ کی چھت پر اس طرح گریہ کناں تھے کہ سیلاب اشک سے پرنالہ بہہ پڑا اور نیچے گزرتے ہوئے ایک شخص پر کچھ قطرے ٹپک پڑے۔ چنانچہ اس نے آواز دے کر پوچھا کہ کیا یہ پانی پاک ہے یا ناپاک؟ آپ نے جواب دیا کہ برادرم کپڑے کو پاک کر لینا کیونکہ یہ ایک معصیت کار کے آنسو ہیں۔

دنیا کا انجام:

آپ کسی مرد کی تدفین کے لئے قبرستان تشریف لے گئے اور فراغت تدفین کے بعد قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر اس قدر روئے کہ قبر کی خاک تک نم ہوگئی‘ پھر فرمایا کہ جب آخری منزل ہی آخرت ہے تو ایسی دنیا کے متمنی کیوں ہو۔ جس کا انجام قبر ہے اور اس عالم سے خوف زدہ کیوں نہیں۔ جس کی ابتدائی منزل بھی قبر ہی ہے گویا تمہاری پہلی اور آخری منزل قبر ہے۔ آپ کی نصیحت سے لوگ اس درجہ متاثر ہوئے کہ شدت گریہ سے بے حال ہوگئے۔

زیارت قبور میں عبرت ہے:

ایک مرتبہ لوگوں کے ہمراہ قبرستان میں پہنچ کر فرمایا کہ ایسے ایسے افراد مدفون ہیں۔ جن کا سر آٹھ جنتوں کی مساوی نعمتیں پانے پر بھی نہ جھک سکا اور ان کے قلوب میں ان نعمتوں کا بھی تصور تک بھی نہ آیا۔ لیکن مٹی میں اتنی آرزوئیں لے کر چلے گئے کہ اگر ان میں سے ایک کو بھی تمام آسمانوں کے مقابلے میں رکھا جائے تو وہ خوف زدہ ہو کر پاش پاش ہو جائیں۔

تنبیہ:

بچپن میں آپ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا تھا۔ جس کی پاداش میں آپ جب کبھی کوئی نیا پیراہن تیار کرواتے تو اس کے گریبان پر وہ گناہ درج کر دیتے اور اسی کو دیکھ کر اس درجہ گریہ وزاری کرتے کہ غشی طاری ہو جاتی۔

نصیحت:

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مکتوب ارسال کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ مجھے کوئی ایسی نصیحت کیجئے۔ جو میرے تمام امور میں معاون ہو سکے۔ جواب میں آپ نے لکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارا معاون نہیں ہے تو پھر کسی سے بھی معاونت کی توقع ہرگز نہ رکھو۔ پھر دوسرے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اس دن کو بہت ہی نزدیک سمجھتے رہو۔ جس دن دنیا فنا ہو جائے گی اور صرف آخرت باقی رہے گی۔

فلسفہ تنہائی:

جب بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ علم ہوا کہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سفر حج کا قصد کر رہے ہیں تو انہوں نے تحریر کیا کہ میری تمنا ہے کہ آپ کے ہمراہ حج کروں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں معافی چاہتا ہوں کیونکہ میری تمنا یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ستاری کے پردے میں زندگی گزاروں اور اگر ہم دونوں ہمراہ ہوں گے تو ایک دوسرے کے عیوب یقیناً سامنے آئیں گے۔ اور ہم میں سے ہر ایک ایک دوسرے کو معیوب تصور کرنے لگے گا۔

آپ نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کو تین نصیحتیں کیں۔ اول صحبت سلطان سے اجتناب کرو۔ دوم کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ رہو خواہ وہ رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا ہی کیوں نہ ہوں۔ سوم راگ رنگ میں کبھی شرکت نہ کرو کیونکہ یہ چیزیں برائی کی طرف لے جانے کا پیش خیمہ ہیں۔

تباہی مردہ دلی میں ہے:

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب میں نے آپ سے پوچھا کہ لوگوں

کی تباہی کس چیز میں پوشیدہ ہے؟ فرمایا کہ مردہ دلی میں' میں نے پوچھا کہ مردہ دلی کا کیا مفہوم ہے؟ فرمایا کہ دنیا کی جانب راغب ہو جانا۔

جنات کو تبلیغ:

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نماز فجر کے لئے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں تشریف لے گئے تو اندر سے دروازہ بند تھا اور آپ مشغول دعا تھے اور کچھ لوگوں کے آمین کہنے کی صدائیں آرہی تھیں فرماتے ہیں میں نے یہ خیال کیا کہ شاید آپ کے ارادت مند ہوں گے۔ باہر ہی ٹھہر گیا اور جب صبح کو دروازہ کھلا اور میں نے اندر جا کر دیکھا تو آپ تنہا تھے چنانچہ فراغت نماز کے بعد جب صورت حال دریافت کی تو فرمایا کہ پہلے تو کسی سے نہ بتانے کا وعدہ کرو۔ پھر فرمایا کہ یہاں جنات وغیرہ آتے ہیں اور میں ان کے سامنے وعظ کہہ کر دعا مانگتا ہوں جس پر وہ سب آمین آمین کہتے رہتے ہیں۔

کرامت:

کچھ بزرگ آپ کے ہمراہ بغرض حج روانہ ہوئے اور ان میں سے بعض لوگوں کو شدت سے پیاس لگی چنانچہ راستہ میں ایک کنواں نظر پڑا لیکن اس پر رسی اور ڈول کچھ نہ تھا۔ اور جب حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے صورت حال بیان کی گئی تو فرمایا کہ جب میں نماز میں مشغول ہو جاؤں تو تم پانی پی لینا۔ چنانچہ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو اچانک کوئیں میں سے پانی خود بخود ابل پڑا۔ اور سب لوگوں نے اچھی طرح پیاس بجھالی۔ لیکن ایک شخص نے احتیاط کچھ پانی ایک کوزے میں رکھ لیا۔ اس حرکت سے کنوئیں کا جوش ایک دم ختم ہو گیا اور آپ نے فرمایا کہ تم نے خدا پر اعتماد نہیں کیا یہ اسی کا نتیجہ ہے پھر آگے روانہ ہوئے تو راستہ میں کچھ کھجوریں اٹھا کر لوگوں کو دیں جن کی گٹھلیاں سونے کی تھیں اور جن کو فروخت کر کے لوگوں نے سامان خورد ونوش خریدا اور صدقہ بھی کیا۔

نیت کا اثر:

مشہور ہے کہ ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے کے پاس ایک نوعمر

حسین لڑکا تعلیم کے لئے پہنچا اور آپ نے اس کو بری نیت سے دیکھا جس کے نتیجہ میں اسی وقت پورا قرآن بھول گئے اور گھبرائے ہوئے حضرت حسن کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ من وعن بیان کر دیا۔ آپ نے حکم دیا کہ ایام حج قریب ہیں پہلے حج ادا کرو اور حج ادا کر کے مسجد خیف میں پہنچ جاؤ۔ وہاں تمہیں محراب مسجد میں ایک صاحب مصروف عبادت ملیں گے۔ جب وہ عبادت سے فراغت پالیں تو ان سے دعا کی درخواست کرنا۔ ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب میں مسجد میں پہنچا تو وہاں ایک کثیر مجمع تھا اور کچھ دیر کے بعد ایک بزرگ تشریف لائے تو سب تعظیماً کھڑے ہو گئے اور جب سب لوگوں کے جانے کے بعد وہ بزرگ تنہا رہ گئے تو میں نے اپنا پورا واقعہ بیان کیا۔ چنانچہ ان بزرگ کے تصرف سے مجھ کو دوبارہ قرآن یاد ہو گیا اور جب فرط مسرت سے میں قدمبوس ہوا تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ میرا پتہ تمہیں کس نے بتایا۔ میں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے دیا۔ یہ سن کر انہوں نے فرمایا کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو رسوا کر دیا۔ میں بھی ان کا راز فاش کر کے رہوں گا۔ فرمایا کہ جو صاحب ظہر کی نماز کے وقت یہاں تھے وہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے جو اسی طرح روزانہ یہاں آتے ہیں اور ہم سے باتیں کر کے عصر کے وقت تک بصرہ پہنچ جاتے ہیں اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جن کے راہنما ہوں اس کو کسی غیر کی حاجت نہیں۔ منقول ہے کہ کسی شخص کے گھوڑے میں کچھ نقص ہو گیا اور اس نے جب حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے کیفیت بیان کی تو آپ نے چار سو درہم میں اس سے گھوڑا خرید لیا' لیکن اسی شب گھوڑے کے مالک نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں ایک گھوڑا چار سو مشکی گھوڑوں کے ہمراہ چرتا پھر رہا ہے اس نے سوال کیا کہ یہ گھوڑے کس کے ہیں؟ تو ملائکہ نے بتایا کہ پہلے تو یہ سب تمہارے تھے لیکن اب حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی ملکیت ہیں۔ وہ شخص بیدار ہو کر حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ آپ اپنی رقم لے کر میرا گھوڑا واپس فرما دیں۔ آپ نے فرمایا کہ جو خواب رات تو نے دیکھا ہے وہ میں پہلے ہی دیکھ چکا ہوں۔ یہ سن کر وہ مایوس واپس ہو گیا۔ پھر دوسری شب حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں عالی شان محلات دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ کس کے ہیں؟ جواب ملا کہ جو بھی بیع کو فسخ کر دے۔ چنانچہ آپ نے صبح کو گھوڑے کے مالک کو بلا کر بیع کو فسخ کر دیا۔

طریقہ دعوت[1]:

شمعون نامی ایک آتش پرست آپ کا پڑوسی تھا اور جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوا تو آپ نے اس کے یہاں جا کر دیکھا کہ اس کا جسم آگ کے دھوئیں سے سیاہ پڑ گیا ہے۔ آپ نے تلقین فرمائی کہ آتش پرستی ترک کر کے اسلام میں داخل ہو جا۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے گا۔ اس نے عرض کیا کہ میں تین چیزوں کی وجہ سے اسلام سے برگشتہ ہوں اول یہ کہ جب تم لوگوں کے عقائد میں حب دنیا بری شے ہے تو پھر اس کی جستجو کیوں کرتے ہو؟ دوم یہ کہ موت کو یقینی تصور کرتے ہو تو پھر دنیا میں رضائے الٰہی کے لئے کام کیوں نہیں کرتے ہو؟ یہ اور کہ موت کو یقینی تصور کرتے ہوئے بھی اس کا سامان کیوں نہیں کرتے۔ دوم یہ کہ جب تم اپنے قول کے مطابق جلوہ خداوندی کے دیدار کو بہت عمدہ شے تصور کرتے ہو تو پھر دنیا میں رضائے الٰہی کے خلاف کام کیوں کرتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ یہ تو مسلمانوں کے افعال و کردار ہیں۔ لیکن آتش پرستی میں تضیع اوقات کر کے تمہیں کیا حاصل ہوا مومن خواہ کچھ بھی ہو کم از کم وحدانیت کو تو تسلیم کرتا ہے مگر تو نے ستر سال آگ کو پوجا ہے اور اگر ہم دونوں آگ میں گر پڑیں تو وہ ہم دونوں کو برابر جلائے گی یا تیری پرستش کو ملحوظ رکھے گی۔ لیکن میرے مولیٰ میں یہ طاقت ہے کہ اگر وہ چاہے تو مجھ کو آگ ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اور یہ فرما کر اپنے ہاتھ میں آگ اٹھالی اور کوئی اثر دست مبارک پر نہ ہوا۔ شمعون نے اس کیفیت سے متاثر ہو کر عرض کیا کہ میں تو ستر سال سے آتش پرستی میں مبتلا ہوں اب آخری وقت میں کیا مسلمان ہوں گا لیکن جب آپ نے اسلام لانے کے لئے دوبارہ اصرار فرمایا تو اس نے عرض کیا کہ میں اس شرط پر ایمان لا سکتا ہوں کہ آپ مجھے یہ عہد نامہ تحریر کر دیں کہ میرے مسلمان ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ مجھے تمام گناہوں سے نجات دے کر مغفرت فرما دے گا چنانچہ آپ نے اسی مضمون کا اس کو ایک عہد نامہ تحریر کر دیا۔ لیکن اس نے کہا کہ اس پر بصرہ کے صاحب عدل لوگوں کی شہادت بھی تحریر کروائیے آپ نے شہادتیں بھی درج کروا دیں۔ اس کے بعد شمعون صدق دل کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہو گیا اور

---

[1] تذکرۃ الاولیاء ص ۲۵-۲۸ شیخ فریدالدین عطار نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ۔

استدعا کی کہ میرے مرنے کے بعد آپ اپنے ہی ہاتھ سے غسل دے کر قبر میں اتاریں اور یہ عہد نامہ میرے ہاتھ میں رکھ دیں تا کہ روز محشر میرے مومن ہونے کا ثبوت میرے پاس رہے۔ یہ وصیت کر کے کلمہ شہادت پڑھتا ہوا دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اور آپ نے اس کی پوری وصیت پر عمل کیا اور اسی شب خواب میں دیکھا کہ شمعون بہت قیمتی لباس اور زریں تاج پہنے ہوئے جنت کی سیر میں مصروف ہے اور جب آپ نے سوال کیا کہ کیا گزری؟ تو اس نے عرض کیا کہ خدا نے اپنے فضل سے میری مغفرت فرما دی اور جو انعامات مجھ پر کیئے وہ نا قابل بیان ہیں۔ لہٰذا اب آپ کے اوپر کوئی بار نہیں آپ اپنا عہد نامہ واپس لے لیں کیونکہ مجھے اب اس کی حاجت نہیں اور جب صبح کو آپ بیدار ہوئے تو وہ عہد نامہ آپ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے۔ فرمایا کہ اے اللہ تیرا فضل کسی سبب کا محتاج نہیں۔ جب ایک آتش پرست کو ستر سال آگ کی پرستش کے بعد صرف ایک مرتبہ کلمہ پڑھنے کے بعد مغفرت فرما دی تو جس نے ستر سال تیری عبادت وریاضت میں گزارے ہوں وہ کیسے تیرے فضل سے محروم رہ سکتا ہے۔

انکساری:

آپ اس قدر منکسر المزاج تھے کہ ہر فرد کو اپنے سے بہتر تصور کرتے ایک دن دریائے دجلہ پر آپ نے کسی کو حبشی عورت کے ساتھ اس طرح سے شراب نوشی میں مبتلا دیکھا کہ شراب کی بوتل اس کے سامنے تھی۔ اس وقت آپ کو یہ تصور ہوا کہ کیا یہ بھی مجھ سے بہتر ہو سکتا ہے؟ کیونکہ یہ تو شرابی ہے۔ اسی دوران ایک کشتی سامنے آئی جس میں سات افراد تھے اور وہ غرق ہو گئی یہ دیکھ کر حبشی پانی میں کود گیا اور چھ افراد کو ایک ایک کر کے باہر نکالا۔ پھر آپ سے عرض کیا کہ آپ صرف ایک ہی کی جان بچالیں۔ میں تو یہ امتحان لے رہا تھا کہ آپ کی چشم باطنی کھلی ہوئی ہے یا نہیں اور یہ عورت جو میرے پاس ہے' یہ میری والدہ ہیں اور اس بوتل میں سادہ پانی ہے یہ سنتے ہی آپ اس یقین کے ساتھ کہ یہ کوئی غیبی شخص ہے اس کے قدموں پر گر پڑے اور حبشی سے کہا کہ جس طرح تو نے چھ افراد کی جان بچائی اسی طرح کبر ونخوت سے میری جان بھی بچادے اس نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو نور

بصیرت عطا فرمائے۔ یعنی کبر و نخوت کو دور کر دے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس کے بعد سے اپنے آپ کو کبھی کسی سے بہتر تصور نہیں کیا اور یہ کیفیت ہوگئی کہ ایک کتے کو بھی دیکھ کر فرماتے کہ اگر عذاب سے چھٹکارا حاصل ہو گیا تو میں بہتر ہوں ورنہ کتا مجھ جیسے صدہا گنہگاروں سے افضل ہے کچھ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ فلاں شخص آپ کی غیبت کر رہا ہے تو آپ نے بطور تحفہ اس کو تازہ کھجوریں بھیجتے ہوئے پیغام دیا کہ سنا ہے کہ تم نے اپنی نیکیاں میرے اعمال نامہ میں درج کروادی ہیں میں اس کا کوئی معاوضہ ادا نہیں کر سکتا۔

سبق آموز واقعات:

آپ نے فرمایا کہ جب میں چار افراد کے متعلق سوچتا ہوں تو حیرت زدہ رہ جاتا ہوں اول مخنث (یعنی ہیجڑا) دوم مست شخص سوم لڑکا چہارم عورت لوگوں نے جب وجہ دریافت کی تو فرمایا میں نے ایک ہیجڑے سے جب گریز کرنا چاہا تو اس نے کہا کہ میری حالت کا اب تک کسی کو علم نہیں آپ مجھ سے گریزاں نہ ہوں ویسے عاقبت کی خبر اللہ تعالیٰ کو ہے پھر فرمایا کہ ایک شخص مستی کے عالم میں کیچڑ کے اندر لڑکھڑاتا ہوا جا رہا تھا۔ تو میں نے کہا کہ سنبھال کر قدم رکھو کہیں گر نہ پڑنا۔ اس نے جواب دیا کہ آپ اپنے قدم مضبوط رکھیں کیونکہ اگر میں گر گیا تو تنہا گروں گا لیکن آپ کے ہمراہ پوری قوم گر پڑے گی۔ چنانچہ اس کے قول سے میں آج تک متاثر ہوں۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک لڑکا چراغ لئے ہوئے چل رہا تھا تو میں نے پوچھا کہ روشنی کہاں سے لے کر آیا ہے؟ اس نے چراغ گل کرتے ہوئے کہا کہ پہلے آپ یہ بتائیں کہ روشنی کہاں معدوم ہوگئی۔ اس کے بعد آپ کے سوال کا جواب دوں گا روشنی کہاں سے آئی۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک خوبصورت عورت منہ کھولے ہوئے ننگے سر غصہ کی حالت میں میرے پاس آئی اور اپنے شوہر کا شکوہ کرنے لگی۔ میں نے کہا کہ پہلے تم اپنا منہ تو ڈھانپ لو۔ لیکن اس نے جواب دیا کہ شوہر کے عشق میں میری عقل کھوگئی ہے اور اگر آپ آگاہ نہ کرتے تو میں اسی طرح بازار چلی جاتی اور مجھے بالکل بھی محسوس نہ ہوتا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ آپ کو عشق الٰہی کا دعویٰ بھی ہے اور اس کی روشنی میں آپ سب کو دیکھتے ہیں اس کے باوجود بھی آپ اپنے ہوش و حواس پر قائم ہیں۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ وعظ کر کے منبر سے اترے تو بعض افراد کو روک کر فرمایا کہ میں تم پر توجہ ڈالنا چاہتا ہوں۔ لیکن اس میں ایک شخص تھا جو آپ کی جماعت سے متعلق نہیں تھا اس کو حکم دیا کہ تم چلے جاؤ۔

اظہار حقیقت:

ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح ہو۔ یہ سن کر لوگ بہت مسرور ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ میرا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ تم اپنے اعمال و خصائل میں ان جیسے ہو بلکہ تمہارے اندر ان کی کچھ شباہت پائی جاتی ہے کیونکہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تو یہ کیفیت تھی کہ تم ان کو دیکھ کر دیوانہ تصور کرنے لگتے اور اگر وہ تمہاری حالت دیکھتے تو تمہیں ہرگز مسلمان تصور نہ کرتے۔ وہ تو برق رفتار گھوڑوں پر آگے چلے گئے اور ہم ایسے زخم خوردہ خچروں پر پیچھے رہ گئے جو زخمی کمر کی وجہ سے چلنے پر بھی قادر نہیں۔

صبر کا مفہوم:

کسی دہقانی نے جب آپ سے صبر کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ صبر کی دو قسمیں ہیں۔ اول ابتلاء و مصیبت پر صبر کرنا دوم ان چیزوں سے اجتناب کرنا جن سے احتراز کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ بدو نے عرض کیا کہ آپ تو بہت بڑے زاہد ہیں فرمایا کہ میرا زہد تو آخرت کی رغبت کی وجہ سے ہے اور صبر بے صبری کی وجہ سے۔ بدوی نے کہا کہ میں آپ کا مفہوم نہیں سمجھا فرمایا کہ مصیبت یا اطاعت خداوندی پر میرا صبر کرنا صرف نار جہنم کے خوف کی وجہ سے ہے اور اسی کا نام جزع ہے اور میرا تقویٰ محض رغبت آخرت میں اپنا حصہ طلب کرنے کی وجہ سے ہے نہ کہ سلامتی جسم و جان کے لئے اور صابر وہ ہے جو اپنے حصہ پر راضی ہوتے ہوئے آخرت کی طلب نہ کرے بلکہ اس کا صبر صرف ذات الٰہی کے لئے ہو کیونکہ اخلاص کی علامت یہی ہے۔

ارشادات:

فرمایا کہ انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ نافع علم اکمل علم اخلاص وقناعت اور صبر جمیل حاصل کرتا رہے۔ اور جب یہ چیزیں حاصل ہو جائیں تو اس کے اخروی مراتب کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ فرمایا کہ بھیڑ بکریاں انسانوں سے زیادہ باخبر ہوتی ہیں کیونکہ چرواہے کی ایک آواز پر چرنا چھوڑ دیتی ہیں۔ انسان اپنی خواہشات کی خاطر احکام الٰہی کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ اور صحبت بد انسان کو نیک لوگوں سے دور کر دیتی ہے۔ فرمایا کہ اگر مجھے کوئی شراب نوشی کے لئے طلب کرے تو میں طلب دنیا سے وہاں جانے کو بہتر تصور کرتا ہوں فرمایا کہ معرفت خصومت ومعاندت کو ترک کر دینے کا نام ہے کیونکہ جنت محض عمل سے نہیں بلکہ خلوص نیت سے حاصل ہوتی ہے اور جب اہل جنت' جنت کا مشاہدہ کریں گے تو سات سو سال تک محویت کا عالم طاری رہے گا کیونکہ جمال الٰہی کا مشاہدہ کر کے وحدت میں غرق ہو جائیں گے اور جلال الٰہی سے ہیبت طاری ہو جائے گی فرمایا کہ فکر ایسا آئینہ ہے جس میں نیک وبد کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے فرمایا کہ جو قول مصلحت آمیز نہ ہو اس میں شہر پنہاں ہوتا ہے اور جو خاموشی خالی از فکر ہو اس کو لہب ولعب اور غفلت سے تعبیر کیا جاتا ہے فرمایا توراۃ میں ہے کہ قانع شخص مخلوق سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اور جس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی وہ سلامت رہا اور جس نے نفسانی خواہشات کو ترک کر دیا وہ آزاد ہو گیا جس نے حسد سے اجتناب کیا اس نے محبت حاصل کر لی جس نے صبر وسکون کے ساتھ زندگی گزاری وہ سر بلند ہو گیا فرمایا کہ تقویٰ کے تین مدارج ہیں اول غیض وغضب کے عالم میں سچی بات کہنا دوم ان اشیاء سے احتراز کرنا جن سے اللہ تعالیٰ نے اجتناب کا حکم دیا ہے سوم احکام الٰہی پر راضی برضا ہونا اور قلیل تقویٰ بھی ایک ہزار برس کے صوم وصلوٰۃ سے افضل ہے۔ کیونکہ اعمال میں سب سے بہتر عمل فکر وتقویٰ ہے فرمایا کہ اگر میرے اندر نفاق نہ ہوتا تو میں دنیا کی ہر شے سے اجتناب کرتا اور نفاق نام ہے ظاہر وباطن میں خلوص نیت کے فقدان کا کیونکہ جس قدر مومن گزر چکے ہیں ان میں سے ہر فرد کو اپنے اندر نفاق کا خطرہ رہتا ہے اور مومن کی تعریف یہ ہے کہ حلیم ہو اور تنہائی میں عبادت کرتا رہے۔ فرمایا تین افراد کی غیبت درست ہے اول

لالچی کی دوم فاسق کی سوم ظالم بادشاہ کی۔ اور غیبت کا کفارہ اگرچہ صرف استغفار ہی ہے لیکن جس کی غیبت کی ہے اس سے معافی بھی طلب کرے۔ فرمایا کہ انسان کو ایسے مکان میں بھیجا ہے۔ جہاں کے تمام حلال وحرام کا محاسبہ کیا جائے گا۔ فرمایا کہ ہر فرد دنیا سے تین تمنائیں لئے ہوئے چلا جاتا ہے۔ اول جمع کرنے کی حرص، دوم جو کچھ حاصل کرنا چاہا وہ حاصل نہ کرسکا، سوم توشہ آخر جمع نہ کرسکا، کسی نے عرض کیا کہ فلاں شخص پر نزع طاری ہے تو فرمایا کہ جس وقت سے دنیا میں آیا اس وقت سے آج تک عالم نزع ہی میں ہے۔ فرمایا کہ سبکسار چھوٹ گئے اور بھاری بھرکم ہلاک ہوئے کیونکہ دنیا کو محبوب تصور نہیں کرتے نجات انہیں کا حصہ ہے اور اسیر دنیا خود کو ہلاکت میں ڈال لیتا ہے اور جو نعمت دنیا پر نازاں نہیں کرتے مغفرت انہی کا حصہ ہے کیونکہ دانشمند وہی ہے جو دنیا کو خیر باد کہہ کر فکر آخرت میں لگا رہے اور خدا شناس لوگ دنیا کو اپنا غنیم تصور کرتے ہیں جبکہ دنیا شناس خدا کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ فرمایا کہ نفس سے زیادہ دنیا میں کوئی شے سرکش نہیں اور اگر تم یہ دیکھنا چاہتے ہو کہ تمہارے بعد دنیا کی کیا کیفیت ہوگی تو یہ دیکھ لو۔ کہ دوسرے لوگوں کے جانے کے بعد کیا نوعیت رہی۔ فرمایا کس قدر تعجب کی بات ہے کہ محض دنیا کی محبت میں بتوں کو پوجا جاتا ہے۔ فرمایا تم سے قبل آسمانی کتابوں کی ایسی وقعت تھی کہ لوگ اپنی راتیں ان کے معانی پر غور وفکر کرنے میں گزار دیتے تھے اور دن میں اس پر عمل پیرا ہو جاتے تھے۔ لیکن تم نے اپنی کتاب پر زیر وزبر تو لگائے مگر عمل ترک کرکے آسائش دنیا میں گرفتار ہو گئے فرمایا کہ جو شخص سیم وزر سے محبت کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کو رسوائی عطا کرتا ہے اور جس کے پیرو بیوقوف لوگ ہوں اس کی قلبی حالت درست نہیں۔ اور جس چیز کی تم دوسروں کو نصیحت کرتے ہو پہلے خود اس پر عمل پیرا ہو جاؤ فرمایا کہ جو شخص تم سے دوسروں کے عیوب بیان کرتا ہے وہ یقیناً دوسروں سے تمہاری برائی بھی کرتا ہوگا فرمایا کہ دینی بھائی ہمیں اپنے اہل وعیال سے بھی زیادہ عزیز ہیں کیونکہ وہ دینی معاملات میں ہمارے معاون ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ دوستوں اور مہمانوں پر اخراجات کا حساب اللہ تعالیٰ نہیں لیتا۔ لیکن جو اپنے ماں باپ پر خرچ کیا جائے اس کا حساب ہوگا۔ اور جس نماز میں دلجمعی نہ ہو وہ وجہ عذاب بن جاتا ہے۔ کسی شخص نے جب آپ سے خشوع کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ انسان کے قلبی خوف کا نام خشوع

ہے۔ کسی نے آپ سے عرض کیا کہ فلاں شخص بیس سال سے نہ تو عورت کے قریب گیا ہے اور نہ کسی سے ملاقات کرتا ہے اور نہ نماز باجماعت پڑھتا ہے چنانچہ جب آپ اس سے ملاقات کی غرض سے پہنچے تو اس سے معافی چاہتے ہوئے اپنی مشغولیت کا ذکر آپ نے پوچھا کہ آخر کسی چیز میں مشغول رہتے ہو۔ اس نے کہا کہ میرا کوئی ایسا سانس نہیں جس میں مجھ کو کوئی نعمت حاصل نہ ہوتی اور مجھ سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوتا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تیری مشغولیت مجھ سے بہتر ہے کسی نے دریافت کیا کہ کیا کبھی آپ کو کوئی خوشی حاصل ہوئی ہے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اپنے عبادت خانہ کی چھت پر کھڑا تھا اور ہمسایہ کی بیوی اپنے شوہر سے کہہ رہی تھی کہ شادی کے بعد سے پچاس سال میں نے صبر وسکون سے تیرے ساتھ نباہ کیا اور تجھ سے کبھی کوئی ایسی شے طلب نہیں کی جس کا تو متحمل نہ ہو سکتا ہو نہ کبھی غربت کا شکوہ کیا اور نہ کبھی تیری شکایت کی۔ مگر یہ سب کچھ محض اس لئے برداشت کیا کہ تو دوسری شادی کرے لیکن اگر تو دوسری شادی کا ارادہ رکھتا ہے تو پھر میں امام وقت سے تیری شکایت کروں گی۔ مجھے یہ بات سن کر بہت مسرت ہوئی کیوں کہ یہ قول قرآن کے قطعا مطابق تھا۔ جیسا کہ فرمایا ان اللہ لایغفر ان یشر کہ بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء

یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا جنہوں نے اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا اور ان کے علاوہ جس کو چاہے گا۔ بخش دے گا' کسی نے جب آپ کا حال دریافت کیا تو فرمایا کہ ان کا کیا حال پوچھتے ہو جو دریا میں ہوں اور شکستہ کشتی کے تختہ پر پانی میں تیر رہے ہوں۔ اس نے کہا کہ یہ تو بہت ہی سنگین صورت ہے فرمایا کہ بس میرا تو یہی حال ہے۔

ایک مرتبہ آپ عید کے دن کسی ایسی جگہ سے گزرے جہاں لوگ ہنسی مذاق اور لہو ولعب میں مشغول تھے آپ نے فرمایا کہ میں حیرت کرتا ہوں ان لوگوں پر جو ہنسی مذاق میں مصروف ہو کر اپنے حال کو فراموش کر دیتے ہیں۔ کوئی شخص قبرستان میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ اس کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ منافق ہے کیونکہ جس کی نفسانی خواہش مردوں کے سامنے بھی حرکت کرتی ہے اس کو موت و آخرت پر یقین نہیں ہوتا۔ اور جو ان دونوں پر یقین نہ کرے اس کو منافق کہتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ اللہ تعالیٰ سے مناجات کر رہے تھے کہ اے اللہ تیری نعمتوں کا میں شکر نہ بجالا سکا اور ابتلاء کی حالت میں صبر کا دامن چھوڑ دیا۔ لیکن عدم شکر کے باوجود بھی تو نے اپنی نعمتوں سے محروم نہ رکھا اور صبر نہ کرنے پر بھی مصیبتوں کا ازالہ کرتا رہا۔

وفات[1]:

دم مرگ آپ مسکراتے ہوئے فرماتے رہے کہ کون سا گناہ! کون سا گناہ اور یہی کہتے کہتے روح پرواز کر گئی۔ پھر کسی بزرگ نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ عالم نزع میں آپ مسکرا کر کیوں کہتے تھے اور کون سا گناہ بار بار کیوں کہہ رہے تھے۔ فرمایا کہ دم نزع مجھے یہ ندا سنائی دی کہ اے ملک الموت سختی سے کام لے کیوں کہ ایک گناہ باقی رہ گیا ہے۔ چنانچہ اسی خوشی میں مسرور ہو کر میں بار بار کونسا گناہ کہہ رہا تھا۔ وفات کی شب میں نے کسی بزرگ کو خواب میں دیکھا کہ آسمان کے دریچے کھلے ہوئے ہیں۔ اور ندا کی جارہی ہے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مولیٰ کے پاس حاضر ہو گئے اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے۔

یہ تھا حضرت خواجہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مختصر مگر مدلل تذکرہ اب میں حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کا تذکرہ شروع کرتا ہوں سب سے پہلے ابتدائی تعارف۔

---

[1] تذکرۃ الاولیاء ص ۳۰ شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ۔

ابتدائی تعارف

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے حالات ومناقب

تعارف:

آپ پردہ نشینوں کی مخدومہ، خاصان خداوندی، سوختۂ عشق، قرب الٰہی کی شیفتہ اور پاکیزگی میں مریم ثانی تھیں۔ رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا بہ اعتبار ریاضت ومعرفت ممتاز زمانہ تھیں اسی لئے تمام اہل اللہ کی نظر میں معتبر اور ذی عزت تصور کی جاتی تھیں۔ اور آپ کے احوال اہل دل حضرات کے لئے برہان قاطع کا درجہ رکھتے ہیں۔

ولادت باسعادت:

بعض مورخین نے ولادت باسعادت ۹۷ ہجری لکھی ہے۔

ولادت کی شب میں آپ کے والد کے یہاں نہ تو اتنا تیل تھا۔ جس سے ناف کی الش کی جاتی اور نہ اتنا کپڑا تھا جس میں آپ کو لپیٹا جا سکتا۔ حتیٰ کہ بدحالی کا یہ عالم تھا کہ گھر یں چراغ تک نہ تھا اور چونکہ آپ اپنی تین بہنوں کے بعد تولد ہوئیں اسی مناسبت سے آپ کا نام رابعہ رکھا گیا اور جب آپ کی والدہ نے والد سے کہا کہ پڑوس میں تھوڑا سا تیل انگ لاؤ تاکہ گھر میں کچھ روشنی ہو جائے تو آپ نے شدید اصرار پر ہمسایہ کے دروازے پر صرف ہاتھ رکھ کر گھر میں آ کے کہہ دیا کہ وہ دروازہ نہیں کھولتا۔ کیونکہ آپ یہ عہد کر چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کبھی کسی سے کچھ طلب نہ کروں گا اسی پریشانی میں نیند آ گئی۔ تو خواب یں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ نے تسلی وتشفی دیتے ہوئے فرمایا کہ تیری یہ بچی بہت ہی مقبولیت حاصل کر لے گی اور اس کی شفاعت سے میری امت کے ایک ہزار افراد بخش دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والئ بصرہ کے پاس ایک کاغذ پر یہ تحریر کر کے لے جاؤ کہ ہر یوم ایک سو مرتبہ مجھ پر درود بھیجتا ہے

اور شب جمعہ میں چار سو مرتبہ لیکن آج جمعہ کی جو رات گزری ہے اس میں تو درود بھیجنا بھول گیا لہٰذا بطور کفارہ حامل ہذا کو چار سو دینار دے دے صبح کو بیدار ہو کر آپ بہت روئے اور خط تحریر کر کے دربان کے ذریعہ والئی بصرہ کے پاس بھیج دیا اس نے مکتوب پڑھتے ہی حکم دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد آوری کے شکرانے میں دس درہم تو فقراء میں تقسیم کر دو اور چار سو دینار اس شخص کو دے دو۔ اس کے بعد والئی بصرہ تعظیماً خود آپ سے ملاقات کرنے پہنچا اور عرض کیا کہ جب بھی آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہوا کرے مجھے مطلع فرما دیا کریں چنانچہ انہوں نے چار سو دینار لے کر ضرورت کا تمام سامان خرید لیا۔

حالات:

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے جب ہوش سنبھالا تو والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور قحط سالی کی وجہ سے آپ کی تینوں بہنیں بھی آپ سے جدا ہو کر نہ جانے کہاں مقیم ہو گئیں آپ بھی ایک سمت کو چل دیں اور ایک ظالم نے پکڑ کر زبردستی آپ کو اپنی کنیز بنا لیا۔ اور کچھ دنوں کے بعد بہت ہی قلیل رقم میں فروخت کر دیا۔ اور اس شخص نے اپنے گھر لا کر بے حد مشقت آمیز کام آپ سے لینا شروع کر دیئے۔ ایک مرتبہ آپ کہیں جا رہی تھیں کہ کسی نامحرم کو اپنے سامنے دیکھ کر اتنے زور سے گریں کہ ہاتھ ٹوٹ گیا اس وقت آپ نے سربسجود ہو کر عرض کیا کہ یا اللہ میں بے یار و مددگار پہلے ہی سے تھی اور ہاتھ بھی ٹوٹ چکا ہے اس کے باوجود میں تیری رضا چاہتی ہوں چنانچہ ندائے غیبی آئی کہ اے رابعہ غمگین نہ ہو کل تجھے وہ مرتبہ حاصل ہوگا کہ مقرب ملائکہ بھی تجھ پر رشک کریں گے۔ یہ سن کر آپ خوشی خوشی اپنے مالک کے یہاں پہنچ گئیں اور آپ کا یہ معمول رہا کہ دن میں روزہ رکھتیں اور رات بھر عبادت میں صرف کر دیتیں اور ایک شب جب آپ کے مالک کی آنکھ کھلی تو اس نے حیرت سے چاروں طرف دیکھا اس وقت ایک گوشہ میں آپ کو سربسجود پایا اور ایک معلق نور آپ کے سر پر فروزاں دیکھا۔ جبکہ آپ اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کر رہی تھیں کہ اگر میرے بس میں ہوتا تو ہمہ وقت تیری عبادت میں گزار دیتی لیکن چونکہ تو نے مجھے غیر کا محکوم بنا دیا ہے اس لئے تیری بارگاہ میں دیر سے حاضر ہوتی ہوں یہ سن کر آپ کا آقا بہت پریشان ہو گیا اور یہ

سوچا کہ مجھے تو اپنی خدمت لینے کے بجائے الٹی ان کی خدمت کرنی چاہیے چنانچہ صبح ہوتے ہی آپ کو آزاد کر کے استدعا کی کہ اگر آپ یہیں قیام فرمائیں تو میرے لئے باعث سعادت ہے ویسے آپ اگر کہیں اور جانا چاہیں تو آپ کو اختیار ہے۔ یہ سن کر آپ حجرے سے باہر نکل آئیں اور ذکر و شغل میں مشغول ہو گئیں۔

آپ شب و روز میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتی تھیں اور گاہے گاہے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ میں بھی شریک ہوتیں ایک روایت یہ ہے کہ ابتداء میں آپ گاتی بجاتی تھیں بعد میں تائب ہو کر جنگل میں گوشہ نشین ہو گئیں۔ پھر جس وقت سفر حج پر روانہ ہوئیں تو آپ کا ذاتی گدھا بہت نحیف تھا اور جب آپ سامان لاد کر روانہ ہو چکیں تو وہ راستے ہی میں مر گیا۔ یہ دیکھ کر اہل قافلہ نے عرض کیا کہ آپ کا سامان ہم لوگ اٹھا لیں گے آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے بھروسے پر سفر نہیں کیا ہے یہ سن کر اہل قافلہ آپ کو تنہا وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے اس وقت آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ ایک نادار و عاجز کے ساتھ کیا یہی سلوک کیا جاتا ہے کہ پہلے تو اپنے گھر کی جانب مدعو کیا پھر راستے میں میرے گدھے کو مار ڈالا اور مجھ کو جنگل میں تنہا چھوڑ دیا گیا۔ ابھی آپ کا شکوہ ختم بھی نہ ہونے پایا تھا کہ گدھے میں جان آ گئی اور آپ اس پر سامان لاد کر عازم مکہ ہو گئیں۔

ایک راوی کا بیان ہے کہ عرصہ دراز کے بعد میں نے اس گدھے کو مکہ معظمہ کے بازار میں فروخت ہوتے بچشم خود دیکھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی برکت دعا سے اس کی عمر طویل ہوئی۔ جب آپ مکہ معظمہ پہنچیں تو کچھ ایام بیابان میں مقیم رہ کر اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ میں اس لئے دل گرفتہ ہوئی کہ میری تخلیق تو خاک سے ہوئی ہے اور کعبہ پتھر سے تعمیر کیا گیا لہٰذا میں تجھ سے بلاواسطہ ملاقات کی متمنی ہوں چنانچہ بلاواسطہ اللہ تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا کہ اے رابعہ کیا نظام عالم درہم برہم کر کے تمام اہل عالم کا خون اپنی گردن پر لینا چاہتی ہے اور کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کی خواہش کی اور ہم نے اپنی تجلیات میں سے ایک چھوٹی سے تجلی کوہ طور پر ڈالی تو وہ پاش پاش ہو گیا۔ اس کے بعد جب آپ دوبارہ حج کو گئیں تو دیکھا کہ خانہ کعبہ خود آپ کے استقبال کے لئے

چلا آ رہا ہے اور آپ نے فرمایا کہ مجھے مکان کی حاجت نہیں بلکہ مکین کی ضرورت ہے کیوں کہ مجھے حسن کعبہ سے زیادہ جمال خداوندی کے دیدار کی تمنا ہے۔

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ جب سفر حج پر روانہ ہوئے تو ہر گام پر دو رکعت نماز ادا کرتے ہوئے چلے اور مکمل چودہ سال میں مکہ معظمہ پہنچے اور دوران سفر یہ بھی کہتے جاتے کہ دوسرے لوگ تو قدموں سے چل کر پہنچتے ہیں لیکن میں سر اور آنکھوں کے بل پہنچوں گا اور جب مکہ میں داخل ہوئے تو وہاں سے خانہ کعبہ غائب تھا۔ چنانچہ آپ اس تصور سے آبدیدہ ہو گئے کہ شاید میری بصارت زائل ہو چکی ہے لیکن غیب سے ندا آئی کہ بصارت زائل نہیں ہوئی ہے بلکہ کعبہ ایک ضعیفہ کے استقبال کے لئے گیا ہوا ہے۔ یہ سن کر آپ کی نظر اٹھی تو دیکھا کہ سامنے سے حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا لاٹھی کے سہارے چلی آ رہی ہیں اور کعبہ پہنچ چکا ہے اور آپ نے رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا سے سوال کیا کہ تم نے نظام عالم کو کیوں درہم برہم کر رکھا ہے؟ جواب ملا کہ میں نہیں البتہ تم نے ایک ہنگامہ کھڑا کر رکھا ہے جو چودہ برس میں کعبہ تک پہنچے ہو۔ حضت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں ہر گام پر دو رکعت نفل پڑھتا ہوا آیا ہوں جس کی وجہ سے اتنی تاخیر سے پہنچا رابعہ نے فرمایا کہ تم نے تو نماز پڑھ پڑھ کر فاصلہ طے کیا ہے اور میں عجز و انکساری کے ساتھ یہاں تک پہنچی ہوں پھر ادائیگی حج کے بعد اللہ تعالیٰ سے رو کر عرض کیا کہ تو نے حج پر بھی اجر کا وعدہ فرمایا ہے اور مصیبت پر صبر کرنے پر بھی لہٰذا اگر تو نے میرا حج قبول نہیں فرمایا تو پھر مصیبت پر صبر کرنے کا ہی اجر عطا کر دے۔ کیونکہ حج کی عدم قبولیت سے بڑھ کر اور کون سی مصیبت ہو سکتی ہے وہاں سے بصرہ واپس ہو کر عبادت مین مشغول ہو گئیں اور جب دوسرے سال حج کا زمانہ آیا تھا۔ فرمایا کہ گذشتہ سال تو کعبہ نے میرا استقبال کیا تھا اور اس سال میں اس کا استقبال کروں گی چنانچہ شیخ فارمدی کے قول کے مطابق ایام حج کے موقع پر آپ نے جنگل میں جا کر کروٹ کے بل لڑھکنا شروع کر دیا اور مکمل سات سال کے عرصہ میں عرفات پہنچیں اور وہاں یہ غیبی آواز سن کر کہ اس طلب میں کیا رکھا ہے اگر تو چاہے تو ہم اپنی تجلی سے بھی نواز سکتے ہیں آپ نے عرض کیا کہ مجھ میں اتنی قوت و سکت کہاں البتہ رتبہ فقر کی متمنی

ہوں ارشاد ہوا کہ فقر ہمارے قہر کے مترادف ہے۔ جس کو ہم نے صرف ان لوگوں کے لئے مخصوص کر دیا ہے جو ہماری بارگاہ سے اس طرح متصل ہو جاتے ہیں کہ سرمو فرق باقی نہیں رہتا۔ پھر ہم انہیں لذت وصال سے محروم کر کے آتش فراق میں جھونک دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان پر کسی قسم کا حزن وملال نہیں ہوتا بلکہ حصول قرب کے لئے سرگرم عمل ہو جاتے ہیں۔ مگر تو ابھی دنیا کے ستر پردوں میں ہے اور جب تک ان پردوں سے باہر آ کر ہماری راہ میں گامزن نہ ہو گی اس وقت تک تجھے فقر کا نام بھی نہ لینا چاہیے پھر ارشاد ہوا کہ ادھر دیکھ! اور جب رابعہ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو لہو کا ایک بحر بے کراں ہوا میں معلق نظر آیا۔ اور ندا آئی کہ ہمارے ان عشاق کی چشم خونچکاں کا دریا ہے جو ہماری طلب میں چلے اور پہلی ہی منزل میں اس طرح پاشکستہ ہو کر رہ گئے کہ ان کا کہیں سراغ نہیں ملتا۔ رابعہ بصریہ نے عرض کیا کہ ان عشاق کی ایک صفت کا مجھے بھی مظاہرہ کروادے مگر یہ کہتے ہیں انہیں نسوانی معذوری ہو گئی اور یہ ندا آئی کہ ان کا مقام یہی ہے جو سات برس تک پہلو کے بل لڑھکتے ہیں تا کہ خدا تک رسائی میں ایک حقیر سی شے کا مشاہدہ کر سکیں۔ اور جب وہ قرب منزل تک رسائی حاصل کر لیں تو ایک حقیر سی علت ان کی راہوں کو مسدود کر کے رکھ دے۔ پھر رابعہ رحمۃ اللہ علیہا نے عرض کیا کہ اگر تیری مرضی مجھے اپنے گھر میں رکھنے کی نہیں تو پھر مجھے بصرہ میں ہی سکونت کی اجازت عطا کر دے کیوں کہ میں تیرے گھر میں رہنے کی اہل نہیں ہوں اور یہاں آمد سے قبل صرف تمنائے دیدار میں زندگی بسر کرتی رہی جس کی مجھے اتنی بڑی سزا دی گئی ہے۔ یہ عرض کر کے بصرہ واپس پہنچ گئیں اور تاحیات گوشہ نشین ہو کر مصروف عبادت رہیں۔

یقین کی دولت:

دو بھوکے افراد رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے یہاں بغرض ملاقات حاضر ہوئے اور باہمی گفتگو کرنے لگے کہ رابعہ اس وقت کھانا پیش کر دیں تو بہت اچھا ہو کیوں کہ ان کے یہاں رزق حلال میسر آ جائے گا اور آپ کے یہاں اس وقت صرف دو ہی روٹیاں تھیں وہی ان کے سامنے رکھ دیں دریں اثنا کسی سائل نے سوال کیا تو آپ نے وہ دونوں روٹیاں اٹھا کر اس کو دے دیں۔ یہ دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے۔ لیکن کچھ ہی وقفہ کے بعد ایک کنیز بہت

سی گرم روٹیاں لئے ہوئے حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یہ میری ملکہ نے بھجوائی ہیں اور جب آپ نے ان روٹیوں کا شمار کیا تو وہ تعداد میں اٹھارہ تھیں یہ دیکھ کر کنیز سے فرمایا کہ شاید تجھے غلط فہمی ہو گئی ہے کہ یہ روٹیاں میرے یہاں نہیں بلکہ کسی اور کے یہاں بھیجی گئی ہیں۔ لیکن کنیز نے وثوق کے ساتھ عرض کیا کہ یہ آپ ہی کے لئے بھجوائی ہیں۔ مگر آپ نے کنیز کے مسلسل اصرار کے باوجود واپس کر دیں۔ اور جب کنیز نے اپنی ملکہ سے واقعہ بیان کیا تو اس نے حکم دیا کہ اس میں مزید دو روٹیوں کا اضافہ کر کے لے جاؤ۔ چنانچہ جب آپ نے بیس روٹیاں شمار کر لیں۔ تب ان مہمانوں کے سامنے رکھا۔ اور وہ محو حیرت ہو کر کھانے میں مصروف ہو گئے اور جب فراغت طعام کے بعد رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا سے واقعہ کی نوعیت معلوم کرنا چاہی تو فرمایا کہ جب تم یہاں حاضر ہوئے تو مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ تم بھوکے ہو اور جو کچھ گھر میں حاضر تھا وہ میں نے تمہارے سامنے رکھ دیا۔ اسی دوران ایک سائل آ پہنچا اور وہ دونوں روٹیاں میں نے اسے دے کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ تیرا وعدہ ایک کے بجائے دس دینے کا ہے اور مجھے تیرے قول صادق پر مکمل یقین ہے لیکن کنیز ے اٹھارہ روٹیاں لانے پر میں نے سمجھ لیا کہ اس میں ضرور کوئی سہو ہوا ہے میں نے واپس کر دیں اور جب وہ پوری بیس روٹیاں لے کر آئی تو میں نے وعدے کی تکمیل میں لے لیں۔

دوستی کا حق:

ایک مرتبہ بوجہ تکان نماز ادا کرتے ہوئے نیند آ گئی اسی دوران ایک چور آپ کی چادر اٹھا کر فرار ہونے لگا لیکن اسے باہر نکلنے کا راستہ ہی نظر نہیں آیا اور چادر اپنی جگہ رکھتے ہی نظر آ گیا۔ لیکن اس نے بوجہ حرص پھر چادر اٹھا کر فرار ہونا چاہا اور پھر راستہ نظر آنا بند ہو گیا غرض کہ اس طرح اس نے کئی مرتبہ کیا اور ہر مرتبہ راستہ مسدود نظر آیا حتیٰ کہ اس نے ندائے غیبی سنی کہ تو خود کو آفت میں کیوں مبتلا کرنا چاہتا ہے اس لئے کہ چادر والی نے برسوں سے خود کو ہمارے حوالے کر دیا ہے۔ اور اس وقت سے شیطان تک اس کے پاس نہیں پھٹک سکا' پھر کسی دوسرے کی کیا مجال ہے جو چادر چوری کر سکے کیوں کہ اگرچہ ایک دوست محو خواب ہے لیکن دوسرا دوست بیدار ہے۔

حقیقت شناسی:

ایک مرتبہ آپ نے کئی یوم سے کچھ نہیں کھایا اور جب خادمہ کھانا تیار کرنے لگی تو گھر میں پیاز نہیں تھے اور اس نے آپ کے پڑوس میں سے پیاز مانگ لانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ میں تو برسوں سے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کئے ہوئے ہوں کہ تیرے سوا کبھی کسی سے کچھ طلب نہ کروں گی لہٰذا اگر پیاز نہیں ہے تو کوئی حرج نہیں ابھی آپ کا جملہ پورا بھی نہیں ہوا تھا۔ کہ ایک پرندہ اپنی چونچ میں چھیلے ہوئے پیاز لئے ہوئے آیا اور ہانڈی میں ڈال کر اڑ گیا مگر آپ نے اس کو فریب شیطانی تصور کرتے ہوئے بغیر سالن کے صرف خشک روٹی کھالی۔

آپ ایک پہاڑی پر تشریف لے گئیں اور تمام صحرائی جانور آپ کے گرد جمع ہو گئے لیکن اسی وقت جب خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے تو وہ تمام جانور فرار ہو گئے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حیرت زدہ ہو کر آپ سے سوال کیا کہ یہ تمام جانور مجھے دیکھتے ہی کیوں فرار ہو گئے۔ رابعہ بصریہ نے پوچھا کہ آج آپ نے کیا کھایا ہے تو انہوں نے کہا کہ گوشت روٹی یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ جب تم ان کا گوشت کھاؤ گے تو پھر یہ تم سے کیونکر مانوس ہو سکتے ہیں۔

مقام ولایت[1]:

ایک مرتبہ آپ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر پہنچیں تو اس وقت وہ مکان کی چھت پر اس درجہ مصروف گریہ تھے کہ اشکوں کا پرنالہ بہہ پڑا۔ رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہما نے کہا کہ اگر آپ کی یہ گریہ زاری فریب کا راز ہے تو اسے بند کر دتا کہ آپ کے بطن میں ایسا بحر بیکراں موجزن ہو جائے کہ اگر اس کی پہنائیوں میں اپنے قلب کو تلاش کرنا چاہو تو نہ مل سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایسا کر دینے میں قدرت کامل حاصل ہے۔ آپ کی یہ باتیں گو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بار خاطر ہوئیں لیکن آپ نے خاموشی اختیار کر لی۔ اور ایک روز جب رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا ساحل فرات پر موجود تھیں تو اچانک حسن بصری رحمۃ اللہ علیہا

---

[1] تذکرۃ الاولیا، ص ۳۹، شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نیشا پوری ایران

بھی وہاں پہنچ گئے اور پانی پر مصلیٰ بچھا کر فرمایا کہ آیئے ہم دونوں نماز ادا کریں۔ لیکن رابعہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ اگر یہ مخلوق کے دکھاوے کے لئے ہے تو بہت اچھا ہے کیونکہ دوسرے لوگ ایسا کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ کہہ کر رابعہ رحمۃ اللہ علیہا نے اپنا مصلیٰ ہوا کے دوش پر بچھا کر فرمایا کہ آیئے دونوں یہاں نماز ادا کریں تا کہ مخلوق کی نگاہوں سے اوجھل رہیں۔ پھر بطور دلجوئی رابعہ نے فرمایا کہ جو کام آپ نے سرانجام دیا وہ تو پانی کی معمولی سی مچھلیاں بھی کر سکتی ہیں اور جو میں نے کیا وہ ایک حقیری مکھی بھی کر سکتی ہے لیکن حقیقت کا ان دونوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ مکمل ایک شب و روز رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے یہاں مقیم رہے اور حقیقت و معرفت کے موضوع پر گفتگو کرتے رہے لیکن حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس دوران نہ تو مجھے یہ احساس ہوا کہ میں مرد ہوں اور نہ یہ محسوس ہوا کہ رابعہ عورت ہے اور وہاں سے واپسی پر میں نے خود کو مفلس اور ان کو مخلص پایا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے چند رفقاء کے ہمراہ ایک شب رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے یہاں پہنچے لیکن اس وقت ان کے یہاں روشنی کا کوئی انتظام نہیں تھا اور حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کو روشنی کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ رابعہ نے اپنی انگلیوں پر کچھ دم کیا اور وہ ایسی روشن ہوئیں کہ پورا مکان بقعہ نور بن گیا اور تا سحر وہ روشنی قائم رہی لیکن اگر کوئی معترض یہ کہے کہ یہ چیز بعید از قیاس تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو فرد صدق دلی کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے میں سے کچھ نہ کچھ حصہ ضرور حاصل ہوتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ خرق عادت شے کا اظہار انبیاء کے حق میں معجزہ کہا جاتا ہے اور ولی کے لئے کرامات کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور یہ کرامت اسے صرف اتباع نبوت ہی سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ رویائے صادقہ نبوت کے چالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہیں۔

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے ایک مرتبہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بطور ہدیہ موم، سوئی اور بال روانہ کئے اور یہ پیغام بھیجا کہ موم کی مانند خود کو پگھلا کر روشنی فراہم

کرو۔ اور سوئی کی مانند برہنہ رہ کر مخلوق کے کام آؤ اور جب تم ان دونوں چیزوں کی تکمیل کر لو گے تو بال کے مانند ہو جاؤ گے اور کبھی تمہارا کوئی کام خراب نہیں ہوگا۔

ایک مرتبہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ کیا تمہیں نکاح کی خواہش نہیں ہوتی؟ آپ نے جواب دیا کہ نکاح کا تعلق تو جسم و وجود سے ہے اور جس کا وجود ہی اپنے مالک میں ضم ہو گیا ہو تو اس کے لئے ہر شے میں اپنے مالک کی اجازت ضروری ہے۔

معرفت:

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے دریافت کیا کہ تمہیں یہ مراتب عظیم کیسے حاصل ہوئے فرمایا کہ ہر شے کو یادالٰہی میں گم کر کے پھر حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو کیونکر پہچانا' جواب دیا کہ بے ماہیئت و کیفیت ایک دفعہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے فرمائش کی کہ مجھے ان علوم کی بابت سمجھاؤ جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ حاصل ہوئے فرمایا کہ میں نے تھوڑا سا سوت کات کر تکمیل ضروریات کے لئے دو درہم میں فروخت کر دیا اور دونوں ہاتھوں میں ایک ایک درہم لے کر اس خیال میں غرق ہو گئی کہ اگر میں نے دونوں کو ایک ہاتھ میں لیا تو یہ جوڑا بن جائے گا اور یہ بات وحدانیت کے منافی اور میری گمراہی کا باعث ہو سکتی ہے۔ بس اس کے بعد میری تمام راہیں کشادہ ہوتی چلی گئیں۔

ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے بیان کیا کہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے رہتے ہیں اگر میں روز محشر ایک لحہ کے لئے بھی دیدار خداوندی سے محروم رہا تو اتنی گریہ وزاری کروں گا کہ اہل فردوس کو بھی مجھ پر رحم آ جائے گا رابعہ نے کہا کہ انہوں نے بالکل صحیح کیا۔ لیکن یہ شے بھی اسی کے شان شایان ہے جو آن واحد کے لئے یاد الٰہی سے غافل نہ رہتا ہو۔

جب[1] آپ سے نکاح نہ کرنے کی وجہ دریافت کی گئی تو جواب دیا کہ تین چیزیں میرے لئے وجہ غم بنی ہوئی ہیں اور اگر تم یہ غم دور کر دو میں یقیناً شادی کر لوں گی۔ اول یہ کہ کیا

---

[1] تذکرۃ الاولیا بس شیخ فریدالدین عطار۔

خبر میری موت اسلام پر بھی ہوگی یا نہیں؟ دوم روز محشر میرا نامہ اعمال نہیں جانے سیدھے ہاتھ ہو یا الٹے ہاتھ میں؟ سوم روز محشر جب جنت میں ایک جماعت کو داہنی طرف سے اور دوسری کو بائیں طرف سے داخل کیا جائے گا تو نہ جانے میرا شمار کس جماعت میں ہوگا۔ لوگوں نے عرض کیا ان تینوں سوالوں کا جواب ہمارے پاس نہیں آپ نے فرمایا کہ جس کو اتنے غم ہوں تو اس کو شادی کی کیا تمنا ہوسکتی ہے؟

جب لوگوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ کہاں سے آئی ہیں اور کہاں جائیں گی؟ جواب دیا کہ جس جہاں سے آئی ہوں اس جہان میں لوٹ جاؤں گی پھر سوال کیا گیا کہ اس جہان میں آپ کا کیا کام ہے؟ فرمایا کف افسوس ملنا اور جب افسوس کرنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں رزق تو اس جہان کا کھاتی ہوں اور کام اس جہان کا کرتی ہوں۔

خود شناسی و خدا شناسی:

ایک مرتبہ عرض کیا کہ آپ کی شیریں بیانی تو اس قابل ہے کہ آپ کو مسافر خانہ کا نگران مقرر کر دیا جائے۔ فرمایا کہ میں تو خود ہی اپنے مسافر خانہ کی محافظ ہوں کیونکہ جو کچھ میرے اندر ہے اسے باہر نکال دیتی ہوں اور جو باہر ہے اس کو اندر نہیں جانے دیتی اس لئے مجھے کسی کی آمدورفت سے کوئی سروکار نہیں کیوں کہ قلب کی نگہبان ہوں جسد خاکی کی نہیں۔

ایک مرتبہ آپ سے سوال کیا گیا کہ ابلیس کو غنیم تصور کرتی ہیں فرمایا کہ میں تو رحمٰن کی دوستی میں مشغولیت کی وجہ سے ابلیس کی معاندت کا تصور ہی نہیں کرتی۔

عالم خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا کہ ”کیا تو مجھے محبوب رکھتی ہے“ تب رابعہ رحمۃ اللہ علیہا نے عرض کیا کہ کون بدنصیب ہوگا جو آپ کو محبوب نہ رکھتا ہو لیکن میں تو حب الٰہی میں ایسی غرق ہوں کہ اس کے سوا کسی کی محبوبیت کا تصور تک بھی نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ مجھ میں کسی کی محبوبیت کا احساس تک باقی نہیں۔

لوگوں کے اس سوال پر کہ محبت کیا شے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ محبت ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی کیوں کہ بزم عالم میں کسی نے اس کا ایک گھونٹ نہیں چکھا، جس کے نتیجہ

میں محبت اللہ تعالیٰ میں ضم ہو کر رہ گئی اسی لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”یحبھم و یحبونہ‘ اللہ تعالیٰ ان کو محبوب رکھتا ہے اور وہ اللہ کو محبوب رکھتے ہیں ایک مرتبہ کسی نے یہ سوال کیا کہ آپ جس کی عبادت کرتی ہیں کیا وہ آپ کو نظر بھی آتا ہے فرمایا کہ اگر نظر نہ آتا تو عبادت کیوں کرتی۔

آپ ہمہ اوقات گریہ وزاری کرتی رہتی تھیں۔ اور جب لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں اس کے فراق سے خوف زدہ ہوں جس کو محفوظ تصور کرتی ہوں۔ اور کہیں ایسا نہ ہو کہ دم نزع یہ ندا نہ آ جائے کہ تو لائق بارگاہ نہیں ہے۔

حقائق:

لوگوں نے جب آپ سے یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ بندے سے کس وقت خوش ہوتا ہے فرمایا کہ جب بندہ محنت پر اس طرح شکر ادا کرتا ہے جیسا کہ نعمت پر کرتا ہے لوگوں نے سوال کیا کہ عاصی کی توبہ قبول ہوتی ہے' فرمایا کہ اس وقت تک وہ توبہ ہی نہیں کر سکتا جب تک توفیق نہ دے اور جب توفیق حاصل ہو گئی تو پھر قبولیت میں بھی کوئی شک نہیں رہا۔ پھر فرمایا کہ جب تک قلب بیدار نہیں ہوتا اس وقت تک کسی عضو سے بھی اللہ کی راہ نہیں ملتی۔ اور بیداری قلب کے بعد اعضا کی حاجت ہی ختم ہو جاتی ہے کیوں کہ قلب بیدار وہی ہے جو حق کے اندر اس طرح ضم ہو جائے پھر اعضا کی حاجت ہی باقی نہ رہے اور یہی فنا فی اللہ کی منزل ہے۔

حقیقی توبہ:

آپ اکثر یہ فرمایا کرتیں کہ صرف زبانی توبہ کرنا کاذب لوگوں کا فعل ہے کیوں کہ اگر صدق دلی کے ساتھ توبہ کی جائے تو دوبارہ کبھی توبہ کی ضرورت ہی پیش نہ آئے پھر فرمایا کہ معرفت توجہ الی اللہ کا نام ہے اور عارف کی شناخت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے پاکیزہ قلب طلب کرے اور جب عطا کر دیا جائے تو پھر اسی وقت اس کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے تا کہ حجابات حفاظت میں محفوظ رہ کر مخلوق کی نگاہوں سے پوشیدہ رہے۔

دانشمندی:

حضرت صالح عامری رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ جب مسلسل کسی کا دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے تو آخرکار کسی نہ کسی وقت کھول ہی دیا جاتا ہے۔ رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے آپ کا یہ جملہ سن کر سوال کیا کہ آخر وہ کب کھلے گا؟ کیونکہ وہ تو کبھی بند ہی نہیں ہوا یہ سن کر حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی دانشمندی پر مسرت ہوئی اور اپنی کم عقلی پر رنج۔

ایک مرتبہ رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے کسی کو ہائے غم ہائے غم کی رٹ لگاتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ ہائے غم نہ کہو بلکہ ہائے بے غمی کہہ کر نوحہ کرو کیوں کہ اگر تم میں غم ہوتا تو تم میں بات کرنے کی سکت نہ ہوتی ایک مرتبہ کسی شخص کو سر پر پٹی باندھے ہوئے دیکھ کر سبب دریافت کیا تو اس نے عرض کیا کہ سر میں بہت درد ہے آپ نے پوچھا کہ تمہاری عمر کتنی ہے اس نے کہا کہ تیس سال پھر سوال کیا کہ تو نے تیس سال کے عرصہ میں کبھی صحت مندی کے شکرانے میں پٹی باندھی نہیں اور صرف ایک یوم کے مرض میں شکایت کی پٹی باندھ کر بیٹھ گیا۔

کسی کو آپ نے چار درہم دے کر کمبل خریدنے کا حکم دیا۔ اس نے سوال کیا کہ کمبل سیاہ لاؤں یا سفید؟ یہ سنتے ہی آپ نے اس سے درہم واپس لے کر دریا میں پھینکتے ہوئے فرمایا کہ ابھی کمبل خریدا بھی نہیں کہ سیاہ و سفید کا جھگڑا ہو گیا اور خریداری کے بعد نہ جانے کیا وبال پیش آ جاتا۔ ایک مرتبہ موسم بہار میں آپ کنج تنہائی میں تھیں کہ خادمہ نے باہر نکلنے کی استدعا کرتے ہوئے عرض کیا کہ یہاں آ کر رنگینی فطرت کا نظارہ کیجئے کہ اس نے کیسی کیسی رنگینیاں تخلیق فرمائی ہیں لیکن آپ نے جواب دیا کہ تو بھی گوشہ نشین ہو کر خود صانع حقیقی ہی کا مشاہدہ کر کیوں کہ میرا مقصد صانع کا نظارہ ہے نہ کہ صنعت کا۔

کچھ لوگ قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ دانتوں سے گوشت کاٹ رہی ہیں انہوں نے سوال کیا کہ کیا آپ کے یہاں چاقو چھری نہیں ہے جو دانتوں سے کام لے رہی ہیں۔ فرمایا کہ میں محض اس خوف سے چاقو چھری نہیں رکھتی کہ کہیں وہ میرے اور میرے محبوب کے رشتہ کو منقطع نہ کر دے۔

درددل:

ایک مرتبہ آپ نے سات شب وروز مسلسل روزے رکھے اور شب میں قطعاً آرام بھی نہیں کیا لیکن جب آٹھویں دن بھوک کی شدت کی نفس نے فریاد کی کہ مجھے کب تک اذیت دو گی تو اسی وقت ایک شخص کھانے کی کوئی شے پیالے میں لئے ہوئے حاضر ہوا آپ لے کر شمع روشن کرنے اٹھیں اور اس وقت ایک بلی کہیں سے آئی اور وہ پیالہ الٹ دیا۔ اور جب پانی سے روزہ کھولنے اٹھیں تو شمع بجھ گئی اور آبخورہ گر کر ٹوٹ گیا۔ اس وقت آپ نے ایک دلدوز آہ بھر کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میرے ساتھ یہ کیسا معاملہ کیا جارہا ہے۔ ندا آئی کہ اگر دنیاوی نعمتوں کی طلب گار ہو تو ہم عطا کئے دیتے ہیں۔ لیکن اس کے عوض میں اپنا درد تمہارے قلب سے نکال لیں گے اس لئے کہ ہمارے غم اور غم روزگار کا ایک قلب میں اجتماع ممکن نہیں اور نہ کبھی جداگانہ مرادیں ایک قلب میں جمع ہوسکتی ہیں۔ یہ ندا سنتے ہی دامن امید چھوڑ کر اپنا قلب حب دنیا سے اس طرح خالی کرلیا کہ جس طرح موت کے وقت مرنے والا امید زیست ترک کر کے قلب کو دنیاوی تصورات سے خالی کر دیتا ہے اور اس کے بعد آپ بھی دنیا سے اس طرح کنارہ کش ہوگئیں کہ ہر صبح یہ دعا کرتیں کہ اے اللہ تعالیٰ مجھے اس طرح اپنی جانب متوجہ فرما کہ اہل جہان مجھے تیرے سوا کسی کام میں مشغول نہ دیکھ سکیں۔

بعض لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ بلا کسی ظاہری مرض کے آپ گریہ وزاری کیوں کرتی رہتی ہیں فرمایا کہ میرے سینے میں ایک مرض نہاں ہے کہ جس کا علاج نہ تو کسی طبیب کے بس میں ہے اور نہ وہ مرض تمہیں دکھائی دے سکتا ہے اور اس کا واحد علاج صرف وصال خداوندی ہے اس لئے میں مریضوں جیسی صورت بنائے ہوئے گریہ وزاری کرتی رہتی ہوں کہ شاید اسی سبب سے قیامت میں تکمیل تمنا ہوجائے۔

استغناء[1]:

کچھ اہل اللہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی

---

[1] تذکرۃ الاولیاء ص ۳۵۔

کیوں کرتے ہو؟ ان میں سے ایک نے تو یہ جواب دیا کہ ہم جہنم کے ان طبقات سے خائف ہو کر جن پر سے روز محشر گزرنا پڑے گا اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہیں تاکہ جہنم سے محفوظ رہ سکیں اور دوسرے نے جواب دیا کہ ہم خواہش فردوس میں اس کی بندگی کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جو بندہ خوف جہنم اور امید فردوس کی وجہ سے بندگی کرتا ہے وہ بہت ہی برا ہے یہ سن کر لوگوں نے سوال کیا کہ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ سے امید و بیم نہیں؟ فرمایا کہ پہلے ہمسایہ ہے بعد میں اپنا گھر اسی لئے ہماری نظروں میں فردوس و جہنم کا عدم وجود مساوی ہے کیونکہ عبادت الٰہی فرض عین ہے اور اگر وہ فردوس و جہنم کو تخلیق نہ کرتا تو کیا بندے اس کی بندگی سے منکر ہو جاتے اس سے معلوم ہوا کہ بیم و رجا سے ہٹ کر بلاواسطہ اسی کی پرستش کرنی چاہئے۔

ایک بزرگ نے آپ کو کثیف لباس میں دیکھ کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے ایسے بندے جو آپ کی جنبش ابرو پر نفیس سے نفیس لباس مہیا کر سکتے ہیں۔ فرمایا کہ مجھے طلب غیر سے اس لئے حیا آتی ہے کہ مالک دنیا تو اللہ تعالیٰ ہے اور دنیا کو ہر شے عاریتاً عطا کی گئی ہے اور جس کے پاس ہر شے خود عاریتاً ہو اس سے کچھ طلب کرنا باعث ندامت ہے یہ سن کر ان بزرگ نے آپ کے صبر و بے نیازی کی داد دی۔

آزمائش:

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لئے دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ اگر تمہارے اندر حب دنیا نہ ہوتی تو تم نیکی کا مجسمہ ہوتے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ کیا فرما رہی ہیں؟ آپ نے کہا کہ سچی بات کہہ رہی ہوں کیوں کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم کم عقلی کی باتیں نہ کرتے اس لئے کہ جب تمہیں یہ علم ہے کہ دنیا فانی ہے اور فانی کی ہر شے فانی ہوا کرتی ہے اس کے باوجود بھی تم نے یہ سوال کیا کہ تمہاری طبیعت کس چیز کو چاہتی ہے یہ سن کر سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے محو حیرت ہو کر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اے اللہ میں تیری رضا کا جویا ہوں۔ رابعہ نے فرمایا کہ تمہیں رضائے الٰہی کی جستجو کرتے ہوئے ندامت نہیں ہوئی جب کہ تم خود اس کی رضا کے طالب نہیں ہو۔

کارساز مابفکر کارما:

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ میں ایک مرتبہ بغرض ملاقات رابعہ رحمۃ اللہ علیہا کے یہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک ٹوٹا ہوا مٹی کا لوٹا ہے۔ جس سے آپ وضو کرتی ہیں اور پانی پیتی ہیں اور ایک بوسیدہ چٹائی ہے۔ جس پر اینٹ کا تکیہ بنا کر استراحت فرماتی ہیں میں نے عرض کیا کہ میرے بہت سے احباب مالدار ہیں اگر اجازت ہو تو ان سے آپ کے لئے کچھ طلب کرلوں آپ نے سوال کیا کہ کیا مجھے اور تمہیں دولت مندوں کو رزق عطا کرنے والی ایک ہی ذات نہیں ہے؟ تو پھر کیا درویشوں کو ان کی غربت کی وجہ سے اس ذات نے فراموش کر دیا ہے اور امراء کو رزق دینا یاد رہ گیا ہے میں نے عرض کیا کہ ایسا تو نہیں ہے۔ فرمایا کہ جب وہ ذات ہر فرد کی ضروریات سے واقف ہے تو پھر ہمیں یاد دہانی کی کیا ضرورت؟ اور ہمیں اسی کی خوشی میں خوش ہونا چاہئے۔

صدق کی تعریف:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ اور شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ رابعہ رحمۃ اللہ علیہا کے مکان پر صدق وصفا کے موضوع پر تبادلہ خیال کر رہے تھے تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو غلام اپنے آقا کی ضرب کو ناقابل برداشت تصور کرے وہ اپنے دعویٰ صدق میں کاذب ہے یہ سن کر رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے کہا کہ یہ قول خود پسندی کا آئینہ دار ہے۔ پھر شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو غلام اپنے آقا کی ضرب پر شکر ادا نہ کرے وہ اپنے دعویٰ صدق میں جھوٹا ہے اس پر رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ صادق ہونے کی تعریف کچھ اس سے اور زیادہ بلند ہونی چاہئے۔ پھر مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے صدق کی تعریف میں فرمایا کہ جو غلام اپنے آقا کی ضرب میں لذت محسوس نہ کرے اس کا دعویٰ صدق باطل ہے لیکن رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے پھر دوبارہ یہی فرمایا کہ اس سے بھی افضل واعلیٰ کوئی اور تعریف ہونی چاہئے یہ کہہ کر پھر آپ نے صدق کی یہ تعریف بیان کی کہ جو مالک کے دیدار پر اپنے زخموں کی اذیت فراموش نہ کر سکے وہ اپنے دعویٰ صدق میں جھوٹا ہے مصنف فرماتے ہیں کہ دیدار خداوندی میں شدت

تکلیف کو فراموش کر دینا کوئی تعجب کی بات نہیں جب کہ حسن یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر مصری عورتوں نے اپنی انگلیاں تراش ڈالیں اور تمنائے دیدار میں تکلیف کا قطعاً احساس نہ ہو سکا۔

محبت کی علامت:

مشائخین بصرہ میں سے ایک شیخ آپ کے یہاں جا کر سرہانے بیٹھتے ہوئے دنیا کی شکایت کرنے لگے۔ تو رابعہ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ غالباً آپ کو دنیا سے بہت زیادہ لگاؤ ہے کیوں کہ جو شخص جس سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے اس کا ذکر بھی بہت زیادہ کرتا ہے کیونکہ اگر آپ کو دنیا سے لگاؤ نہ ہوتا تو آپ کبھی اس کا ذکر نہ چھیڑتے۔

توکل:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ شام کو ایسے وقت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے یہاں پہنچے جب کہ وہ چولھے پر سالن تیار کر رہی تھیں لیکن آپ کی گفتگو سن کر فرمانے لگیں کہ یہ باتیں تو سالن پکانے سے کہیں بہتر ہیں اور نماز مغرب کے بعد جب ہانڈی کھول کر دیکھا تو سالن خود بخود تیار ہو چکا تھا چنانچہ آپ نے اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ساتھ مل کر گوشت کھایا اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسا لذیذ گوشت میں نے زندگی بھر نہیں کھایا۔

مقصد بندگی:

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ فرمایا کرتے کہ ایک شب کو میں رابعہ کے یہاں پہنچا تو وہ پوری شب مشغول عبادت رہیں اور میں بھی ایک گوشہ میں نماز پڑھتا رہا۔ پھر صبح کے وقت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ عبادت کی توفیق عطا کیے جانے پر ہم کسی طرح معبود حقیقی کا شکر ادا نہیں کر سکتے اور میں بطور شکرانہ کل کا روزہ رکھوں گی اور اکثر آپ یہ دعا کیا کرتیں کہ یا خدا اگر روز محشر تو نے مجھے نار جہنم میں ڈالا تو میں تیرا ایک ایسا راز افشا کر دوں گی جس کو سن کر جہنم مجھ سے ایک ہزار سال کی مسافت پر بھاگ جائے گی اور کبھی یہ دعا کرتیں کہ دنیا میں میرے لئے جو حصہ متعین کیا گیا ہے وہ اپنے معاندین کو دے دے اور جو

حصہ عقبیٰ میں مخصوص ہے وہ اپنے دوستوں میں تقسیم فرما دے کیونکہ میرے لئے تو صرف تیرا وجود ہی بہت کافی ہے اور اگر میں جہنم کے ڈر سے عبادت کرتی ہوں تو مجھے جہنم میں جھونک دے اور اگر خواہش فردوس وجہ عبادت ہو تو فردوس میرے لئے حرام فرما دے۔ اور اگر میری پرستش صرف تمنائے دیدار کے لئے ہو تو پھر اپنے جمال عالم افروز سے مشرف فرما دے۔ لیکن اگر تو نے مجھے جہنم میں ڈال دیا تو میں یہ شکوہ کرنے میں حق بجانب ہوں گی کہ دوستوں کے ہمراہ دوستوں ہی جیسا برتاؤ ہونا چاہئے۔ اس کے بعد ندائے غیبی آئی کہ تو ہم سے بدظن نہ ہو ہم تجھے اپنے ایسے دوستوں کے قرب میں جگہ دیں گے جہاں تو ہم سے ہم کلام ہو سکے گی پھر آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میرا کام بس تجھے یاد کرنا اور آخرت میں تمنائے دیدار لے کر جانا ہے ویسے مالک ہونے کی حیثیت سے تو مختار کل ہے۔ ایک رات حالت عبادت میں آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ مجھے یا تو حضوری قلب عطا فرمایا پھر بے رغبتی کی عبادت کو قبولیت عنایت کر دے۔

حضرت رابعہ بصریہ کا زمانہ

حضرت رابعہ بصری ایک ایسے اعلیٰ اسلامی دور میں گزری ہیں جو تاریخ عرب میں سب سے زیادہ وقیع ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں آفاق عالم پر اہل عرب کا قبضہ تھا اور انھوں نے اپنے پڑوسی ملکوں سے شہرت وتمدن کو بخوبی لے لیا تھا۔ فارسی، ہندی، رومی، جو داخل اسلام ہو چکے تھے ان سے بھی انھوں نے فیض تہذیب حاصل کیا تھا، اور ان کے شہر فتح کر کے دینی تعلیمات پھیلانی شروع کر دی تھیں۔ عزت وعظمت شہروں میں ٹھاٹھیں مار رہی تھیں اور شام وعراق کے اطراف، ثقافت وشہرت سے جگمگا رہے تھے۔ بصرہ بھی انہی شہروں میں سے ایک تھا جس میں حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا پہلی صدی ہجری کے اواخر میں پیدا ہوئیں۔ اور دوسری ہجری کے اواخر تک حیات رہیں یعنی ۹۵ھ یا ۹۹ھ سے ۱۸۰ھ یا ۱۸۵ھ تک جیسا کہ تاریخ وتصوف کی کتابوں میں روایات ملتی ہیں۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ اس پاکیزہ سرزمین سے بحث کریں جہاں رابعہ بصریہ پیدا ہوئیں جو عورتوں میں یکتا تھیں اور اس روحانی مذہب میں جو انھوں نے ایجاد کیا تھا۔ مردوں کی قائد و رہبر تھیں۔ بصرہ کی بنیاد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں خلیج فارس کے کنارے رکھی گئی بغداد اور عرب وعجم کی یہ ایک بڑی بندرگاہ تھی۔ ۱۶۰ھ میں کوفہ سے ایک دو سال قبل یہ شہر آباد ہو چکا تھا۔ یہاں ایک بڑی جامع مسجد اموی حاکم زیاد بن ابیہ نے نئے اسلامی طرز پر تعمیر کرائی تھی۔ موسم سرما زیادہ بصرہ میں گزارتا اور موسم گرما کو کوفہ میں نبی تمیم اور دوسرے قبائل بدو اور شہری عرب بھی یہاں آ کر مقیم ہو گئے تھے۔ ان لوگوں نے شہر کی تعمیر وآبادی میں بڑا حصہ لیا۔ معتبر ماخذ سے پتا چلتا ہے کہ وہ تمیمی، جو بصرہ میں آباد ہوئے تھے شرونفس

سے دلچسپی رکھتے اور مجادلہ ومناظرہ کو ناپسند کرتے تھے۔ قواعد نمو کے تحت گفتگو کرتے[1] اہل کوفہ کی طرح شاذ ونادر امور کا استعمال نہ کرتے تھے۔ اہل سنت تھے' ان میں سے اکثر دیندار افراد زہد وتصوف کی طرف مائل تھے۔ یہ لوگ اپنے شیوخ حسن بصری امام مالک بن دینار' فضل رقاشی' عبدالواحد بن زید اور صالح مرّی کے متبع تھے۔ جب اقصائے عالم میں اسلام منتشر ہوگیا تو عرب فاتحین نے بصرہ کو چھاونی بنانا مناسب جانا کیونکہ یہ بستی مفتوحہ ممالک کے درمیان واقع تھی اور ہند' فارس اور جزیرہ عرب کے لیے قریبی بندرگاہ تھی۔ پھر کیا تھا بصرہ پر ایسا رنگ چڑھ گیا جو فاتحین کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کیونکہ بصرہ قریب و بعید والوں کے لیے مرجع انام ہوگیا۔ وہ بڑی منڈی ہونے کے ساتھ ہی علم ودین کا بھی مرکز بن گیا۔ علماء محدثین یہاں آ کر رہنے لگتے۔ جو قسم قسم کے علوم میں دستگاہ رکھتے تھے۔ قرآن وحدیث کے بارے میں ان کی رائیں اطراف وجوانب میں پھیل جاتی تھیں۔ یہ لوگ امت عربیہ کے لیے حیات فکری کے سرچشمے تھے۔ چونکہ مسلمانوں کو قرآن جیسی کامل ومکمل فصیح وبلیغ کتاب سے انتہائی دلچسپی تھی اس لئے انہوں نے اس سلسلے میں بہت سی کتابیں لکھ ڈالیں اور اس کی بنیاد پر تعلیم وتعلم کی مجلسیں قائم کردیں۔ ادھر وہ کلام پاک کی تفہیم وتفہم کے سلسلے میں طرجی نظم ونثر اور اس کی تنقید وتنقیح کی طرف بھی متوجہ تھے۔ جو فقہاء معلمین اور ادباء بصرہ میں پیدا ہوئے یا وہاں آ کر آباد ہوئے۔ وہ صاحب فکر وحکمت تھے۔ اس لیے حضرت رابعہ بصری کے دور میں وہاں ایک بڑا مدرسہ قائم ہوگیا جس کی بہت سی ثقافتی شاخیں تھیں اور مختلف قبائل واقوام کے افراد جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ جوق در جوق اس مدرسے میں تحصیل علم کی غرض سے آنے لگے۔ اس لیے بصرہ اور اس کے اطراف میں ایک وحدت فکریہ قائم ہوگئی۔ اس طرح یہ شہر ایک نئے رجحان عقلی اور ایک عمومی مذہب ادبی واجتماعی کا گہوارہ بن گیا۔ اس دور اور اس کے بعد والے دور میں بلادِ عربیہ کے درمیان کچھ مادی وسیاسی اختلافات تھے۔ چنانچہ بصری عموماً عثمانی تھے۔ کوفی علوی

---

[1] حضرت رابعہ بصری ص ۴۲' مکتبہ میری لائبریری لاہور۔

شامی، اموی، جزائری خارجی، یہ متضاد موجیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں اور قوم کی حیات فکری و اجتماعی کو متاثر کرتیں۔ اس دور میں گروہ بندی بہت زیادہ پھیل گئی تھی۔ کچھ لوگ سنی تھے۔ کچھ شیعہ، کچھ زبیری کچھ اموی، اور کچھ خارجی، حتیٰ کہ یہ جماعتیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں اور تاریخ عرب کو ہولناکیوں سے بھر دیا۔ اہل بصرہ نے اپنی وحدت کو نحو و لغت کے بارے میں بھی اہل کوفہ سے کچھ مختلف رائیں قائم کیں جن کی وجہ سے بصری اور کوفی مدرسوں نے بہت مسائل نحو و اعراب وضع کیے۔ جب دینی تعلیمات کے بارے میں شدید اختلافات پیدا ہو گئے اور مفسرین کے دو گروہ بن گئے، کچھ وہ لوگ تھے جو قیاس و اقتباس کو دخل دیتے تھے۔ اور کچھ تقلید و نقل کے قائل تھے تو تشدد پسند حضرات اپنے مذہب کی تائید میں طرح طرح کی شرح و تاویل کرنے لگے۔ اس لیے خطرہ پیدا کیا گیا کہ کہیں اہل ہوا۔ اہل بدعت دین سے کھیلنے نہ لگیں، چنانچہ اجتماعی ضروریات کی بناء پر ایک ایسے مذہب کی ضرورت پیدا ہوئی جو معتدل ہو۔ اس لیے مرجبہ پیدا ہو گئے جو اختلافات کو صحیح بنیادوں پر قائم کرنا چاہتے تھے۔ بصرہ کے اس شدید بحران کے دور میں ایک عظیم ہستی کھڑی ہوئی جس نے عقلی و نفسی حیات پر ایک گہرا اثر چھوڑا۔ یہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ انہوں نے ہندی، ایرانی اثرات کے مٹانے میں بڑی جدوجہد کی یہ اثرات دینی تعلیمات کو تباہ کرتے ہوئے سانپوں کی طرح بانبیوں سے نکل چاروں طرف پھیل رہے تھے یہ اثرات، جو چند اوہام و مزاعم باطلہ سے مرکب تھے، ایسے وقت ظاہر ہوئے جب نو مسلم ،مسلمانوں اور حیات اسلامی میں جذب ہو کر مطمئن زندگی بسر کرنے لگتے تھے۔ گو یہ اوہام و مزاحم باطلہ بعض معاشروں میں گھر کر رہ چکے تھے۔ مگر ان سے بھی ثقافت تہذیب و تمدن اور آرٹ کو بڑا فائدہ پہنچا۔ حکمت ہند، صفت چین اور معارف فارس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تمدن عرب کو رنگارنگی حاصل نہ ہوتی۔ اسلام کی فتح یابی کے بعد کوئی بھی اس طوفان کے سامنے نہ ٹھہر سکا کیونکہ عجمیوں نے ایسے فتنے اٹھا دیئے تھے۔ جن سے اہل عرب آشنا ہی نہ تھے۔ خواہ وہ معیشت و روزمرہ کی زندگی سے تعلق رکھتے ہوں یا عرب کے محفلوں

سے حضرت رابعہ بصریہ کے زمانے میں بصرہ مختلف قسم کی ثقافتوں کا مرکز تھا۔ ایک طرف علماء وفقہا کی مجالس گرم تھیں تو دوسری طرف عیاش طبع گروہ کی بھی گرم بازاری تھی۔ متمدن شہروں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہاں متضاد ثقافتوں کے مرکز ہوتے ہیں۔ بصرہ میں ایسے صاحب جاہ تونگر بھی تھے جو دادِ عیش دے رہے تھے۔ اور ایسے فقراء بھی جو سدرمق پر گزراہ کر کے بغض وحسد کی نگاہوں سے یہ نمایاں طبقاتی تفاوت دیکھ رہے تھے۔ بصرہ میں چاروں طرف سے آنے والوں کی اس قدر کثرت تھی کہ شہر کھچا کھچ بھرا ہوا تھا گو یہاں کے باشندے ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ مگر دینی وحدت انہیں جمع کیے ہوئے تھی۔ لیکن عربی عصبیت کے وہ نعرے جو عہد اموی میں بلند ہو رہے تھے، اسلامی مساوات پر غالب آ چکے تھے حالانکہ اسلام کھلے بندوں کہہ رہا تھا کہ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں نہ کسی اجنبی کو کوئی فضیلت ہے۔ معیار فضیلت تو صرف تقویٰ بزرگی پر ہے۔ مگر عربی امیر کبیر کب اسے گوارا کر سکتے تھے۔ اس لیے حکومت کی سیاست ایک عجیب کش مکش میں مبتلا تھی۔ کیونکہ ان کی جانب وہ موالی کو جو اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ اور صاحب فکر ومعرفت تھے۔ یہ بات سخت گراں گزرتی تھی کہ انھیں حقیر سمجھا جاتا ہے۔ ان کے غصب کردہ حقوق واپس نہیں دیے جاتے اور قرین انصاف واسلام معاملہ نہیں کیا جاتا۔ اس آرزو کے پورا کرنے کے لئے انہوں نے بہت سے اسباب ووسائل اختیار کیے انہوں نے دیکھا کہ علم سے بہتر کوئی چیز نہیں جو لوگوں کی نظروں میں ان کی عزت بڑھا سکے۔ اس لیے اس میں کمال پیدا کیا۔ اس دور میں جن علوم کا رواج تھا وہ یہ تھے۔[1]

فقہ، حدیث، قرآن، تفسیر، روایت، تاریخ، مغازی، تاریخ خلفاء، قصص انبیاء، اصول فقہ اور افتاء، یہ علم کی وہ شاخیں تھیں جو حضرت رابعہ بصریہ کے دور میں رواج پذیر تھیں اور جن میں موالی نے کمال پیدا کیا تھا تا کہ عصبیت عربیہ کو کم کر کے حکام کا تقرب اور اہل عرب پر تفوق حاصل کریں چنانچہ اموی دورِ حکومت میں بھی قیادت فکر یہ انہیں لوگوں کے ہاتھوں میں تھی گو یہ لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے اور دل وجان سے اسلام کی خدمت کرتے تھے

---

[1] رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا، ص ۵۰، مطبوعہ لاہور۔

لیکن ان کے مکدر قلوب کینہ و مکر سے خالی نہ تھے۔ نہ یہ لوگ اپنے موروثی مراسم بالکل چھوڑ چکے تھے اس لیے ان کی بیشتر رسوم دین اسلام میں داخل ہو کر باعث اختلاف و جدال بن گئیں اور انہوں نے اسلامی روپ دھار لیا۔ اسلام ان سے بالکل بری ہے۔ یہ وہ دور تھا جس میں حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا موجود تھیں۔ اب آگے دیکھتے ہیں کہ حضرت رابعہ بصریہ کن عاشقان الٰہی کے ساتھ وابستہ رہیں۔[1]

حضرت رابعہ عاشقان الٰہی کے ساتھ:

حضرت رابعہ بصری تہجد گزار عابدوں کے ساتھ رہنے لگی۔ ان کے خیال میں تہجد کا دینی مفہوم یہ تھا کہ عبادت و ریاضت میں ساری رات گزاری جائے۔ اس لیے وہ ایسا ہی کیا کرتیں اور جب کسی بیماری یا نیند سے مغلوب ہو کر ذرا سو جاتیں تو جلد ہی ایک دم سے کھڑی ہو جاتیں تا کہ حسبِ سابق استغفار و تسبیح میں مشغول ہو جائیں حقیقت یہ ہے کہ ان کا اس قدر انہماک اپنے قلبی اطمینان اور بزرگان دین کے اتباع کی طلب میں تھا۔ جن بزرگوں کو انھوں نے دیکھا تھا وہ ان کی طرح دنیا اور اس کے اسباب سے بیزار ہیں وہ رات بھر عبادت کرتے اور دن بھر روزہ رکھتے تا کہ قرب الٰہی حاصل کر سکیں اور ایک ایسی فضا میں زندگی گزار سکیں جہاں شیطان کا گزر نہ ہونے پائے جب کسی غمگین مایوس انسان کو کوئی بڑا حادثہ پیش آتا اور اس پر غم والم کا دور دورہ ہوتا ہے تو وہ یہی آرزو کرنے لگتا ہے کہ کاش وہ پیدا ہی نہ ہوتا دنیا حزن وملال کے باعث اسے تیرہ و تار نظر آتی ہے اور وہ ایسے حوادث سے دوچار ہونے لگتا ہے جن پر وہ سخت نادم ہوتا ہے تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو ہمیشہ ہی غمگین نظر آتا ہو اور ہمیشہ اس دردمند عورت کی طرح روتا ہو جس کا جوان بچہ مر گیا ہو؟ خشوع وخضوع، تضرع وزاری اور سوز دروں ان شب زندہ دار عبادت گزاروں کا شیوہ تھا۔ ان لوگوں نے اللہ اور آخرت کے لیے جانیں وقف کر دی تھی۔ بسا اوقات وہ ساری رات گریہ وزاری کرتے رہتے تھے حتیٰ کہ آنکھیں زخمی اور پے در پے سجدہ ریزیوں سے پیشانیاں سخت کھردری ہو جاتیں، یہ لوگ بکائیں (گریہ وزاری کرنے والے کہلاتے تھے۔ کتابوں

---

[1] رابعہ بصری ص ۱۵، مطبوعہ لاہور۔

میں ان لوگوں کے عجیب عجیب نادر قصے مرقوم اور کتب تاریخ ان کے حالات سے معمور ہیں جن میں ان کی مجالس ذکر وفکر اور تعلیمات ونکات کا تفصیلی بیان ہے۔ یہ لوگ دوسروں سے دنیا اور اسباب دنیا کے انہماک پر مواخذہ کرتے اور اپنے نفوس کو دنیاداری سے بری رکھتے تھے۔ حضرت رابعہ کی مجلس میں ایسے ہی لوگ ہوتے تھے۔ جو ان سے اس قسم کی تعلیمات حاصل کرتے اور مسائل کے بارے میں پوچھ گچھ کرتے تھے۔ وہ جب بھی حضرت رابعہ سے ان معاملات میں بحث وتمحیص کرتے یا اس کے تشدد سے چشم پوشی کرنا چاہتے تو رابعہ انہیں ایسے خاموش کن جوابات دیتی جن سے وہ پوری طرح مطمئن ہو جاتے۔ حضرت رابعہ کی عبادت و بحث وتمحیص میں سب سے زیادہ حاضر باش سفیان ثوری تھے۔ جنھوں نے حضرت رابعہ کو مودبہ کا لقب دیا تھا۔ ایک دن وہ دوستوں سے کہنے لگے اور حضرت رابعہ کے پاس چلیں کیونکہ بغیر اس کی باتوں کے مجھے چین نہیں آتا۔ جب سفیان حضرت رابعہ کے ہاں آئے تو ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے کہنے لگے۔

پروردگار! سلامتی عطا فرما۔''

یہ سنتے ہی حضرت رابعہ بصریہ زاروقطار رونے لگیں۔ انہوں نے دریافت کیا آپ کیوں رونے لگیں؟

حضرت رابعہ بصری نے تعریضاً جواب دیا؟

یا سفیان! آپ ہی میرے رونے کا سبب بنے ہیں۔ آپ نے مجھے رونے پر آمادہ کر دیا۔ آپ کو معلوم نہیں کہ سلامتی صرف ترک دنیا میں ہے اور آپ ایک انتہائی دنیادار انسان ہیں۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے حضرت سفیان کوئی دنیادار آدمی نہ تھے البتہ وہ حضرت رابعہ بصریہ کی طرح تارک الدنیا نہ تھے۔ انہوں نے دنیا کے لیے صرف اتنا ہی وقت چھوڑا تھا کہ وہ لوگوں کو وعظ ونصیحت فرماتے تھے۔ حضرت رابعہ کو یہ بھی دنیاداری معلوم ہوتی تھی۔ وہ چاہتی تھیں کہ انھیں اس سے پھیر دے اور صرف اللہ کی طرف لگا دے۔ حضرت سفیان ثوری ایک دفعہ فرمانے لگے۔ میں ایک رات حضرت رابعہ بصری کے پاس تھا ہم دونوں صبح تک نماز پڑھتے رہے۔ صبح ہوتے ہی حضرت رابعہ بولیں۔

ہمیں آج کے دن ان شبینہ طویل نمازوں کے لیے شکریہ کے طور پر روزہ رکھنا چاہیے۔ ایک زاہد نے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت رابعہ کے ساتھ یادالٰہی میں مشغول رہا۔ پھر دونوں معرفت وتفقہ دینی کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ اسرار وجود میں بڑی دیر تک گفتگو جاری رہی حتیٰ کہ زاہد یہ بات بالکل بھول گیا کہ وہ مرد ہے اور رابعہ عورت جب گفتگو اختتام پذیر ہوئی اور مقصود واضح ہوگیا تو اس شخص نے محسوس کیا کہ وہ بالکل تہی دست ہے۔ اور حضرت رابعہ بصری معرفت واخلاص سے مالا مال ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زاہد نے اپنے اور حضرت رابعہ کے اسرار کا جائزہ لیا تو بڑا بھاری فرق محسوس کیا اور دیکھا کہ رابعہ ایک ایسے مرد کامل کی سی عقل رکھتیں ہیں۔ جسے دقیق سے دقیق روحانی مسئلہ بھی مشکل معلوم نہیں ہوتا وہ بڑی زیرک، دانا اور صائب الرائے تھی۔ ایک دن حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرات رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی مجلس میں بیٹھے ہوئے مذمت دنیا میں حصہ لے رہے تھے۔ کہنے لگے "دنیا پر افسوس ہے۔ ابھی وہ بات پوری کرنے نہ پائے تھے۔ کہ حضرت رابعہ بصریہ عدویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا فرمانے لگیں۔ جھوٹ مت بول۔ یہ فرمایا کہ مجھے دنیا پر کس قدر افسوس ہے۔ کیونکہ تجھے دنیا پر افسوس ہوتا تو عیش ونشاط کی زندگی بسر نہ کرتا۔

حضرت رابعہ بصری اپنے رفقاء سے چاہتی تھیں کہ دنیا کو بالکل چھوڑ کر اللہ اور آخرت کے سوا کسی چیز کی فکر نہ کریں۔ قیامت اور حساب کتاب کے ذکر سے تو وہ بہت ہی ڈر جاتی تھیں۔ اس لیے گڑ گڑا کر اللہ کے حضور دعائیں مانگنے لگتیں کہ وہ انھیں عذاب سے بچالے جب کبھی وہ اذان کی آواز سنتیں آخرت کی منادی یاد آتی۔ جب ٹڈی اڑ کر گزر جاتی تو حشر کا نقشہ ان کے سامنے پھر جاتا۔ برف دیکھتیں تو قیامت کے نامہ اعمال یاد آتے۔ یہ سب کے سب نفسانی وسواس ہیں جن کے متعلق ماہرین نفسیات بیان کرتے ہیں کہ بعض مریض جب برفانی خطوط دیکھتے ہیں تو انھیں بھولے ہوئے معاملات یاد آجاتے ہیں جو نفس کی گہرائیوں میں پڑے ہوئے ہیں اور بعض لوگ جب کبھی کوئی ایسی چیز دیکھتے ہیں جس سے کوئی مدفون بات یاد آجاتی ہے تو ان کے باطن میں آندھیاں سی چلنے لگتی ہیں۔ ان عذاب قیامت سے ڈرنے والوں پر کبھی وجد کی سی کیفیت طاری ہوجاتی ہے تو یہ

لوگ سراسیمہ ہوکر گریہ وزاری اور توبہ واستغفار میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ تاکہ ان کے قلوب مطمئن ہوجائیں اور وہ اس حقیقی یا باہمی احساس سے نجات پاسکیں ایک شخص نے حضرت رابعہ بصری سے سوال کیا۔ ہم نے بڑے گناہ کیئے ہیں۔ اگر میں تائب ہوجاؤں تو کیا اللہ رب العزت میری توبہ قبول فرمالے گا۔؟ تو حضرت رابعہ بصری نے جواب میں فرمایا ہرگز نہیں اگر وہ تیری توبہ قبول کرلیتا تو میں توبہ نہ کرلیتی۔ حضرت رابعہ کا خیال تھا کہ صرف استغفار توبہ کے لئے کافی نہیں بلکہ مجاہدات کرنے ضروری ہیں جب کہیں رضائے الٰہی حاصل ہوتی اور انسان گناہوں سے پوری طرح آزاد ہوسکتا ہے۔ اس لیے اسباب مواخذہ و معصیت کے چھوڑے بغیر صرف استغفار کافی نہیں جب تک عمل اور سلوک سلیم اس کے ساتھ شامل نہ ہو جس سے عزم واستقلال کا اظہار ہو حضرت رابعہ بصری نے ایسی بہت سی باتیں کہی ہیں جو محتاج نظر تاویل ہیں جیسے انھوں نے ارشاد فرمایا ہمارا استغفار ایک دوسرے استغفار کا محتاج ہے۔ کیونکہ ہم اپنے استغفار میں سچے نہیں ہوتے' یہ قول بھی اسی قبیل سے ہے۔ میں استغفراللہ کہنے پر خدا سے استغفار کرتی ہوں۔ کیونکہ میرے استغفار میں سچائی کم ہوتی ہے۔ استغفار وتوبہ میں اس قدر تشدد وصدق وایمان حساب وعقاب اور حشر ونشر کے بارے میں سچا عقیدہ رکھنے کی دلیل ہے۔ اس امر کا بھی واضح ثبوت ہے کہ ان مجذوب زہاد کے دل صاف شفاف تھے۔ انہوں نے زندگی کی طرف رخ بھی نہیں کیا نہ ان کے نفوس زندگی کی مشکلات اٹھانے کے قابل تھے۔ نہ وہ روزمرہ کا عقدۂ مشکلات کھولنے کی طاقت رکھتے تھے مذہب تو کبھی قطرتاً زندگی گزارنے سے نہیں روکتا اس لیے آج کل کی اصطلاح کے مطابق ہم ان لوگوں کا نام منہمک فی العبادت رکھے دیتے ہیں کیونکہ یہ لوگ نہ تو زندگی کے مصرف کے تھے نہ اس حیات اسلامیہ کے کام کے تھے جس کی طرف اسلام اور رسول اللہ دعوت دیتے ہیں۔

رہی توبہ اور اس کا مفہوم تو وہ ایک خالص ندامت کا نام ہے جو تائب کی ذات پر طاری ہوجاتی ہے۔ ماہرین نفسیات وروحانیات اسے اندرونی آواز سے تعبیر کرتے ہیں۔ جو انسان کو پچھلے معاصی ومظالم کے مٹانے پر اکساتی اور اصلاح وتقویٰ کی طرف

دعوت دیتی ہے۔ ہم لوگ آج کل اسے ضمیر کی آواز سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس لیے توبہ ایک قسم کے شریف نفسانی میلان کا نام ہے جو شر سے خیر کی طرف لوٹنے پر دلیل ہے۔ بڑے بڑے گنہگار ایک دفعہ تو نادم ہو ہی جاتے ہیں۔ توفیق توبہ عطیۂ الٰہی ہے اور فطرت انسانی کے عین مطابق۔ شب بیدار، زہد پسند حضرت رابعہ بصری گھنٹوں اللہ کے سامنے گڑگڑاتیں کہ وہ اس کی توبہ قبول کرلے کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ حضرت رابعہ! آپ نے کیا گناہ کیا جو اللہ کے سامنے گڑگڑائیں؟ میں اپنے سوال کا کوئی جواب نہیں پاتا سوا اس کے کہ خیالی گھوڑے دوڑاؤں اور ان حوادث کی تاویل کروں جو حضرت رابعہ بصری پر گزرے جنھوں نے اسے خاموش کردیا تھا۔ مگر کیا اس طرح کی باتیں میرے لئے جائز ہوسکتی یا صحیح و غیر صحیح قرار دی جاسکتی ہیں جب کہ حضرت رابعہ بصری پردہ غیب میں روپوش ہوچکی ہیں۔ اور بات نہیں کرسکتیں۔ مجھے غیبی باتوں کا کوئی علم نہیں ہے شطحیات صوفیہ جو اس زمانے کی الجھی ہوئی روحانیت کے مطابق تھے۔ ان پر میں بھروسہ نہیں کرسکتا کیونکہ ٹیلی ویژن اور راڈار کے ہوتے ہوئے بھی ان کی گزری ہوئی باتوں کا صحیح علم حاصل نہیں کرسکتا اور ان کی حقیقت نہیں پاسکتا۔ یہ وہ حالات تھے جو حضرت رابعہ بصریہ کو اپنے زاہد و عابد بھائیوں کے ساتھ پیش آتے، رہے وہ حالات جو عاشق الٰہی زاہد عورتوں کی بھی کچھ کمی نہ تھی جو اس قسم کے خیالات ومیلانات رکھتی تھیں۔ اس دور میں بصرہ کے اندر کئی قماش کی عورتیں تھیں۔ بعض فقیہ اور محدث تھیں تو بعض سیاسی اور تعصب پسند بعض حیات فکریہ میں حصہ لینے والی تھیں۔ تو بعض گانے بجانے، ناچنے اور رنگ رلیاں منانے والی۔ جو عورتیں حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے نقش قدم پر چلتی تھیں۔ وہ کچھ تھوڑی یا ناقابل ذکر تعداد میں نہ تھیں۔ مگر وہ حضرت رابعہ بصری کا سا صبر نہ کرسکیں نہ ان جیسی بصیرت پاسکیں نہ انھوں نے اس قدرت عبادات اور مجاہدات کیے جس قدر حضرت رابعہ بصری نے کیے۔ بلکہ ان کی عقلیں اس قدر وسیع نہ تھیں کہ وہ ایصال الٰہی یا اسرار حق پاسکتیں اس لیے ان میں سے بیشتر بادہ مستقیم سے منحرف ہوگئی تھیں۔ چنانچہ بعض مرد وزن انھیں مجذوب شمار کرتے تھے۔ امام ابوالقاسم نیشاپوری نے جو پانچویں صدی ہجری میں فوت ہوئے۔ ان ہوشیار دیوانوں کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں وہ بہت سی بڑی زاہدہ عورتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جو کثرت

عبادت وخلوت سے مخبوالحواس ہوگئی تھیں۔ ان میں سے ایک حیونہ بھی تھی۔ یہ رابعہ بصری کی سہیلی تھیں۔ ایک رات ان کے پاس آئی' جب کچھ رات گذر گئی تو حضرت رابعہ بصری اونگھنے لگیں۔ نیند سے ان کی آنکھ لگ گئی حیونہ اٹھی۔ یہ دونوں ساتھ ساتھ تہجد پڑھ رہی تھیں اور اسے ٹھوکریں مارتے اور جھڑکتے ہوئے جگانے لگی۔ بولی! رابعہ! اُٹھ ہدایت پانے والوں کی شب عروسی کا وقت آ گیا۔[1] اری کیسی مقدس ہے وہ ذات جس نے رات کی دلہنوں کو تہجد کے نور سے زینت دی! نیشاپوری نے حضرت رابعہ کی عابد وزاہد سہیلی کے حالات تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں ایک دن حیونہ عبدالواحد بن زید کے دروازے پر پہنچی اور مذاق اڑاتے ہوئے کہنے لگی۔ یہ بڑا عابد وزاہد عاشقِ الٰہی تھا۔ اس نے حضرت رابعہ بصری کو پیام دیا تھا۔ "اے زبان دراز ذرا اپنے بارے میں بول۔ واللہ اگر تو مر جائے تو میں کبھی تیرے جنازے کے پیچھے نہ جاؤں۔" اس نے دریافت کیا حیونہ کیا بات ہے؟ وہ بولی! "تو مخلوق کے بارے میں بڑی زبان درازی کرتا اور اس سے قرب حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تیری مثال ایک چھوٹے سے بچے کی سی ہے جو معلم سے شام کو سبق یاد کر لیتا ہے اور جب ماں کے گھر پہنچ جاتا ہے تو صبح ہوتے ہی سب کچھ یاد کیا کرایا بھول جاتا ہے۔ حتیٰ کہ معلم کو اس کے مارنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ جا عبدالواحد ادب کے در سے جسم پر لگا اور قناعت کا توشہ مہیا کر پہلے جو تیری حالت ہے اس پر گفتگو کر پھر مخلوق کے بارے میں کچھ کہنا۔" عبدالواحد نے جو حیونہ کی یہ باتیں سنیں تو ندامت سے اس کی پیشانی عرق آلود ہو گئی اور خاموش چلا گیا۔ ایک سال تک اس نے کسی سے بات تک نہ کی۔" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حیونہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہما کی طرح ان لوگوں کا مذاق اڑاتی تھیں جو اس جیسی عبادت اور خلق سے بے رغبتی نہ کرتے تھے اور اس کی مانند خدا کے تقرب کے طالب نہ تھے مگر وہ دونوں یہ بھول گئیں کہ اللہ عمل اور عام بھلائی کے لیے کوشش کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام میں نظام معاملہ ومبادلہ اس دنیوی زندگی کے لیے ہے' اسلام نے محض آخرت کی خاطر گوشہ نشینی کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی جیسا کہ زاہد لوگ خیال کرتے ہیں۔ حیونہ جیسی بہت سی عورتیں گزری ہیں جن کے بہت سے اشعار' موعظ' ادب اور صوفیانہ

---

[1] رابعہ بصری ص۔ ۵۸' ۵۴ مطبوعہ لاہور۔

اسرار کے حامل ہیں جو ان کے مخلوق سے دور رکھنے والے مذہب کا آئینہ ہیں۔ نیشاپوری نے مجنون عقلاء میں ان کا ذکر کیا ہے۔ رہی حضرت رابعہ تو اللہ نے انھیں عقلی خبط سے محفوظ رکھا۔ وہ بڑے لوگوں کی طرح ثابت قدم رہیں۔ وہ اس امر کی بہترین مثال تھیں کہ عورت بھی علم، ایمان اور تقویٰ وطہارت میں مردوں کی ہم پلہ ہوسکتی ہے حتیٰ کہ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام تصوف فارسی اسے اس دور کے بڑے عارفوں کے ہم پلہ قرار دیتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔ ہم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نصف دین حاصل کیا ہے۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اگر ہم رابعہ عدویہ سے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بعد پیدا ہوئی گو وہ ان جیسی حدیث وفقہ کی عالم نہ تھی۔ عمدہ نصائح، خالص مجاہدہ ارو درفشاں معرفت حاصل کریں۔ لوگوں کی زبانوں پر حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کا تذکرہ تھا کیونکہ ان سے ایسے کارہائے نمایاں صادر ہوئے تھے جن سے مرد عاجز تھے۔ اور وہ سبھوں سے گویا سبقت لے گئی تھیں۔ یہ ایک عجیب روحانی مذہب تھا جو اس نے قواعدِ معرفت پر قائم کیا تھا جیسا کہ اس زمانے کے عارف کہتے تھے۔ ان عارفوں کا گروہ ایک ایسا علمی صوفیانہ حلقہ ہے جس تک صرف اسی شخص کی رسائی ہوسکتی ہے جو تیز نظری، روحانی پاکیزگی اور دینی سچائی کا مالک ہو۔ یہ تمام اوصاف حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا میں جمع تھے۔ جن کی وجہ سے وہ اس بلند درجے تک پہنچیں اور اگر بالفرض یہ مسلک انہوں نے ایجاد نہیں کیا اور اس معاملے میں انہوں نے سبقت نہیں کی تھی تو معرفت الٰہی کے لیے روشن دل کی ضرورت ہے جو گمراہی وکجروی سے پاک ہو اور علم کی استعداد رکھتا ہو تا کہ زندہ کشف پا سکے اور ایسے لطیف حقائق کو لے سکے جو دست ونظر سے بالاتر ہیں۔

عشق الٰہی:

جہاں تک ہم جانتے ہیں دنیا میں سوزِ عشق سے پگھل جانے والے، عرب میں لیلیٰ قیس اور مغرب میں جولیٹ رومیو کی مانند کوئی نہیں گزرا۔ یہ عورتیں جو عشق کی بھینٹ چڑھ گئیں۔ عشق بشری نے انھیں شوق وحرماں کی آگ سے پھونک دیا تھا۔ اس لیے ان

کے قصے عجائبات روزگار بن گئے کیونکہ انھوں نے بڑی تکلیفیں جھیلیں غم اور صدمات اٹھائے اور اپنے محبوب انسان کے لیے جس تک پہنچنا انھیں دشوار ہو گیا تھا۔ اور امیدیں منقطع ہو چکی تھیں بڑی قربانیاں دیں انھوں نے آنسوؤں اور امیدوں سے بھری آنکھیں آسمان کی طرف اٹھائیں تو صرف اس لیے کہ اللہ ان کی دعا قبول کرے اور ان کا غم عشق و بدبختی کم کرے، تاریخ عشق میں ان جیسی عشق رکھنے والی اور بھی بے شمار ہستیاں ملیں گی۔ ان عورتوں میں بعض پاکدامن ہیں اور بعض گری پڑی اور تردامن جو طوفانی مخلوق سے عشق کرتی تھیں اور زندگی و عشق کو دنیا کی نعمتوں اور اسباب سرحد سے سمجھتی تھیں۔ رہی حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا تو ان کا عشق ایک بلند طرز کا تھا۔ جو نفسانیت سے پاک اور انسانیت کے اعلیٰ مراتب پر تھا۔ حتیٰ کہ وہ اس آسمانی محبت میں گھلنے اور پگھلنے لگیں۔ اسلام میں اس قسم کی سب سے پہلی شخصیت حضرت رابعہ ہی تھیں۔ جب وہ تصوف میں منہمک ہو گئیں تو انہیں الہام و عرفان حاصل ہو گیا، ان کا ایمان امیدوں کے غبار سے صاف ہو کر چمکنے لگا اور وہ بے نظیر طور پر صرف وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے لگیں تو انہوں نے اجازت چاہتے ہوئے امیدیں لے کے بارگاہ الٰہی کے دروازے پر دستک دی۔ جس طرح قصہ معراج کے بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف ایک بلند روح بشریت کا ارتقاء تھا اسی طرح میں حضرت رابعہ بصری کے بارے میں تصور کرتا ہوں کہ وہ ذات الٰہی اور ماورائے محسوسات و غیوب کی تلاش کرتی رہیں حتیٰ کہ ان کے پہلو میں ایک بے لوث پاکیزہ محبت قرار پکڑ گئی۔ اب ان کی روح کا بوجھ کم ہو گیا تھا اور وہ اس قابل ہو گئی کہ پرواز کر جس طرح غبارہ فضا میں اڑتا چلا جاتا ہے علم النفس، جس سے قدماء آشنا نہ تھے، خواہ کتنا ہی ترقی کر جائے۔ پھر بھی جذبات نفسانی و مذاہب روحانی کی تاویل نہیں کر سکتا۔ علم النفس وہاں حیران رہ جاتا ہے جہاں وہ عشق و محبت سے بحث کرتا تھا کیونکہ اس کی بنیاد تو صرف ظن وتخمین پر ہوتی ہے اسی لیے اس کی تحلیل و تعلیل بسا اوقات ناکام رہ جاتی ہے۔ جس طرح انسانی چہرے ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ اسی طرح نفوس انسانی بھی طاقت، مزاج نور اور محبت میں جدا ہیں۔ عموماً عشق کے سابقہ ارادے کے بغیر ہو جاتا ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو لوگ کوشش کرتے ہیں وہ بھی مبتلا ہو جاتے ہیں، عشق آنکھوں کے ذریعے سے دل تک

پہنچتا ہے۔ اِلا یہ کہ کوئی اندھا انسان مبتلائے محبت ہو جائے تو وہاں بجائے نظر کے اس کے کان عشق ذریعہ بن جاتے ہیں۔ مگر ساکنان ارضی میں آج تک کوئی ایسا نہیں گزرا جس نے عشق کیا اور معشوق کو بغیر دیکھتے مر گیا ہو۔ یہ صرف حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا ہی تھیں کہ انہوں نے اپنے آقا سے عشق کیا اور اسے کبھی نہیں دیکھا۔ وہ آقا نہیں جس نے اسے خریدا تھا۔ پھر آزاد کر دیا تھا۔ نہ وہ جس نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اور دل زخمی کر دیا تھا۔ اس کے بعد گہری صوفیت اور طویل عبادت سے ان کے دل میں ایک ایسی محبت پیدا ہو گئی جس کے مشابہ کوئی محبت نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ اپنے محبوب کو کبھی نہ دیکھ سکتی تھیں البتہ صرف اس کی کائنات میں اس کی تجلیات دیکھتی تھی۔ وحدت وجود کی بناء پر انہیں ہر چیز میں اسی کا جلوہ نظر آنے لگا اور ان کے لیے راہ کشادہ ہو گئی یہ چند کلمات جو حضرت رابعہ بصری کی طرف منسوب ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کس درجہ ذات واحد سے محبت رکھتی تھیں۔ وہ محبت جو ان کے ایمان وجدان سے پھوٹی تھی۔ چنانچہ ایک دن وہ اپنے محبوب سے گڑگڑا کر مناجات کرنے لگیں۔ معبود! میں جب کبھی کسی حیوان کی آواز پتے کے کھڑکنے کی آہٹ پانی کے گرنے اور صدا اور بجلی کی کڑک سنتی ہوں۔ یا کسی پرندے کے نغمات میرے کانوں میں پڑتے ہیں دراز ستارے دیکھتی ہوں۔ یا ہوا کی سرسراہٹ محسوس کرتی ہوں تو ان سب کو تیری یکتائی پر گواہ اور تیرے بے نظیر ہونے پر شاہد پاتی ہوں۔ ایک اور کلام میں ایسے الفاظ ہیں جن سے جلن تڑپ اور شوق ٹپکتا ہے اور ایسے کلمات ہیں جو ایسے دل سے نکلے ہیں جس کا فنا فی اللہ اور رضائے الٰہی کی تلاش کے سواء کوئی مقصود نہیں ہو سکتا۔ ایک بار ان سے دریافت کیا گیا۔ رابعہ! تو شیطان سے محبت کرتی ہے یا نفرت اس نے جواب دیا!

محبت الٰہی نے میرے لیے اس امر کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی کہ میں شیطان سے کراہت کروں۔ ”لوگوں نے چاہا کہ کسی طرح اسے زچ کر دیں تو پوچھنے لگے۔ ”کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرتی ہے کہنے لگیں! واللہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرتی ہوں۔

حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا اور محبت رسول ﷺ

لیکن خالق کی محبت نے مجھے مخلوق کی محبت سے غافل کر دیا ہے اس کے یہ معنی ہر گز نہیں ہو سکتے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت نہ کرتیں تھیں بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ حُبِ الٰہی نے کسی دوسرے کی محبت کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی کیونکہ خدا سے محبت بھی تو رسول سے محبت ہی ہے مناوی طبقات الاولیا میں لکھتے ہیں۔

'' رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا دن رات میں ہزار رکعت نماز پڑھتی تھیں لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ اس سے آپ کا کیا مقصد ہے۔''

فرمانے لگیں۔

'' میرا مقصود ثواب حاصل کرنا نہیں۔ میں تو صرف قیامت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خوش کرنے کے لئے ایسا کرتی ہوں تا کہ وہ دوسرے نبیوں سے فرمائیں کہ میری امت کی اس عورت کی طرف دیکھو اس کا عمل کیسا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا رضائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طالب تھیں اور یہ آرزو رکھتی تھیں کہ ان کی بناء پر عورت معظم و مکرم کہلائے اس لیے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرتی تھیں اور ان سے روز جزاء میں ملنے کی خواہش مند تھیں حضرت رابعہ بصری جب بھی عبادت کے دوران میں پروردگار سے مناجات کرتیں تو نہایت زور سے گریہ وزاری کرتے ہوئے عبادت کرنے کا سبب اس طرح فرماتیں۔

'' پروردگار! تیری عزت کی قسم! میں جنت کے لیے عبادت نہیں کرتی بلکہ محبت کی بنا پر ایسا کرتی ہوں۔ میں نے کوئی جنت کے لئے یوں عمر تھوڑی ہی گزاری ہے پروردگار! کیا

تو اس دل کو جو تجھ سے محبت کرتا ہے، اس زبان کو، جو تجھے یاد کرتی ہے اور اس بندے کو تجھ سے ڈرتا ہے، آگ میں جھونک دے گا؟

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گو حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا عبادت کے معاملے میں جنت و جہنم سے آزاد و مجرد ہو چکی تھیں مگر آتشِ دوزخ کا پوشیدہ خوف پھر بھی گاہے گاہے لوٹ آتا تھا کیونکہ انسان خواہ کتنا ہی بدل جائے سُنی اور دیکھی ہوئی باتوں سے بالکل آزاد نہیں ہو سکتا بلکہ کسی چیز کے دیکھ لینے سے دل میں پچھلی باتیں عود کر آتی ہیں۔ اس لیے حضرت رابعہ بصری جب کبھی آگ کو دیکھتیں تو ان کا دل دھڑکنے لگتا اور آنسوؤں سے اس کے شعلے بجھانے لگتیں۔ مگر پچھلا سا خوف حسب عادت انھیں نہ رہا تھا جب وہ پانی کو دیکھتیں تو ان کا نفس تازگی محسوس کرتا اور عافیت کی ٹھنڈک دل میں محسوس کرنے لگتیں۔ ان دو ازلی، عنصروں یعنی آگ اور پانی نے ان کے دل میں ایک عجیب ہل چل مچا رکھی تھی۔ جو نہ جادو سے پیدا ہو سکتی ہے نہ جنون سے بلکہ اس کی بنیاد ایسی موسیقی پر تھی جو کان نہیں سن سکتے، جو تاریکیوں کو انوار سے بدل دیتی اور ٹوٹے دلوں کو جوڑ کر ان میں امید و صبر کی دولت بھر سکتی ہے یہ رمز حضرت رابعہ بصری نے خود ابدیت کی کھیتی میں بوئی تھی۔ تا کہ ایک دن لوگوں نے انھیں ایک ہاتھ میں پانی اور ایک ہاتھ میں آگ لیے بھاگتے دوڑتے دیکھا تو دریافت کیا۔

رابعہ! کہاں؟ وہ بولیں

آسمان کی طرف تا کہ جنت کو آگ لگا دوں اور جہنم کو ٹھنڈا کر دوں لوگ ان کی وجہ سے اللہ کی عبادت نہ کریں اور کسی مادی سبب یا معنوی لالچ کے بغیر اللہ کی طرف دیکھ سکیں۔ ان کا یہ فعل، جس کے ذریعے سے انھوں نے جہنم کی تمثیل پیش کی ہے، اصل میں ثواب و عذاب کے نظریے کی جانب اشارہ ہے وہ نفع و ضرر دونوں کو اٹھا دینا چاہتی تھیں تا کہ آزاد عبادت کا رواج ہو سکے جو مزدوری نہ ہو مگر اس طرح کے دینی مطالب دنیا میں کس طرح جاری ہو سکتے ہیں جو خیال و طاقت بشری سے بالاتر ہوں حضرت رابعہ بصری کے احکام و آرا ہمیشہ مطلق ان کے اپنے نفس کے مطابق ہوتے ہیں۔ جو غلامی میں مبتلا رہ چکا تھا اس لیے وہ

ہمیشہ مطلق آزادی کی خواہاں رہتی تھیں حتیٰ کہ عبادت الٰہی کو بھی بالکل آزاد دیکھنا چاہتی ہیں حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے تصوف میں عشق الٰہی کا طریقہ جاری کیا اور عبادت و دین کے بارے میں خلوص برتا حتیٰ کہ صفائے روح اور الہام و بصیرت میں ایک نمونہ بن گئی۔ وہ ایک قدسیہ بن گئیں جن کی عبادت نہایت مقدس اور نیت انتہائی پرخلوص تھی۔ وہ ایک ہاتھ میں درخت کی شاخ بطور عصا لیے پیوندوں والی سفید چادر کاندھوں پر ڈالے چلی جا رہی ہیں۔ پاؤں میں چپل ہیں جن سے ان کی انگلیاں باہر کو نکلی ہوئی ہیں۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ سیدھی راہ نہیں چل رہی مگر حضرت رابعہ بصری کا دل ایمان سے پر اور سینہ رشد و ہدایت وجود سے بھرپور ہے گو وہ براغ خلق کے سر اولین کی طرف سے پیاسی رہیں۔ اس لیے وہ جذبہ شوق کو مناجات و تامل سے تیز کرتی رہیں حتیٰ کہ راویوں کے بیان کے مطابق انہیں کچھ شفاف صورتیں نظر آنے اور پوشیدہ آوازیں سنائی دینے لگیں جیسا کہ جان ڈارک کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے جو آگ کے شعلوں کی نذر ہو گیا تھا خود حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا بھی اس آگ سے نہ بچ سکیں جس سے وہ ڈر کر بھاگی تھیں اور چاہتی تھیں کہ انھیں نہ لگے کیونکہ اس کے روشن شعلے ان کا پیچھا کرتے تھے اور انھیں دکھائی دیتے تھے۔ اس لیے وہ ڈریں کہ کہیں ان کا خطا کار دل، جو حب الٰہی سے بھرپور ہے اس آگ میں پگھل نہ جائے۔ اس محبت نے انھیں نار و نزار کر دیا اور ان کے دل کو رقیق بنا دیا تھا۔ اگر کہیں وہ ہمارے زمانے میں ہوتیں تو جن معانی کی انھیں تلاش تھی اور انہیں زیادہ لطیف پیرائے میں پاتی کیونکہ ہم جانتے اور سنتے ہیں کہ مخترعاتِ جدیدہ نے دنیا کا رنگ پلٹ کر رکھ دیا ہے۔ ایٹمی طاقت جو زمانہ حال کے علماء نے دریافت کی ہے اور وہ عقدہ جو افریقی علماء نہ کھول سکتے تھے، کھول دیا ہے، ممکن ہے کہ اس کا حیرت انگیز علم کچھ حضرت رابعہ بصری کو حاصل ہو مگر یہ اس قسم کا علم نہ ہو جو ریاضت اور برقی طاقت کے متعلق آج کل کے لوگوں کو ہے بلکہ صرف یہ کہ معرفتِ الٰہی و روحانی ریاضات میں حضرت رابعہ بصری کے نفس کا ذرہ پھٹ کر ایک جوہر مصفائی کی صورت میں تبدیل ہو گیا ہو۔ حضرت

رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کی محبت اس محبت کے مشابہ نہ تھی جس سے اہل فریق آشنا تھے یا جس کا افلاطون ذکر کرتا ہے۔[1] نہ وہ محبت جو راہبوں اور جاہلی دور کے عابدوں میں معروف تھی بلکہ حضرت رابعہ بصری کی محبت تو آپ ہی اپنا نمونہ اور آپ ہی اپنی نظیر تھی جو حضرت رابعہ بصری نے اپنی روحانی زندگی میں اختراع کی تھی۔ یہ محبت اسلامی مذاہب میں داخل ہوگئی تاکہ محبت کا ایک ایسا پاکیزہ نقشہ پیش کیا جاسکے جو اجسام میں نہیں اترتی۔ مجھے اکثر اورفہ کے خزانی قصے کا خیال آتا ہے۔ جس نے جہنم کے دروازے پر کھڑے ہوکر ستار پر گانا شروع کیا تھا۔ تو مبتلائے عذاب جہنم کی سوزش بھول گئے تھے۔ میں تہ بہ تہ نیرنگیوں کے باوجود حضرت رابعہ بصری کی خیالی تصویر دیکھ رہا ہوں مگر کچلیلی لاٹھی، پرانی چیکلی چادر اور ٹوٹے جوتوں کے ساتھ نہیں بلکہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت رابعہ بصری کی شبیہ جنت کی طرف نور کا لبادہ اوڑھے، یہ نغمات گاتی جارہی ہیں۔"

اصبک صبین حب الہوی، وحبالا نک اهل لذاکا

میں تجھ سے دو طرح کی محبت کرتی ہوں ایک محبت بر بنائے محبت اور دوسری ایسی محبت جس کا تو مستحق ہے۔

فاماالذی هو حب الهویٰ فسفلی بذکرک عتن سواکا

رہی محبت بر بنائے محبت، تو وہ یہ ہے کہ تجھے یاد کرتی ہوں اور تیرے ہوا کو بھول جاؤں۔

واماالذی انت اهل له فکشفک لی الحجب حتیٰ اراکا

اور وہ محبت جس کا تو مستحق ہے تو یہ بھی کامل ہو سکتی ہے کہ تو پردے اٹھا دے اور میں جو تجھے دیکھ لوں۔

فلاالحمدفی ذاولاذاک لی ولکن لک الحمدفی ذارذا

ان دونوں محبتوں کے لیے میں مستحق تعریف نہیں قابل حمد تو ہی ہے کہ تو نے

---

[1] رابعہ بصری، ص ۳۷،۱۷ مطبوعہ لاہور۔

مجھے دونوں محبتوں سے سرفراز فرمادیا۔

بعض صوفیہ نے ان مشہور ابیات کی توضیح کرتے ہوئے ایسی شرح پیش کی ہے جو اس روحانی وجدان کے مطابق ہے جس کی حضرت رابعہ بصری متحمل تھیں اور صوفیانہ مذہب کے مطابق ہے اس مرکب محبت کی تشریح میں جس کا ذکر حضرت رابعہ بصری کرتیں ہیں' صوفیہ کے اقوال قریب قریب ہیں اول نظر میں تو صوفیہ کو اس بات پر تعجب ہوا کہ حضرت رابعہ بصری اپنے پروردگار سے عشق کرتی ہیں۔ وہ اس عشق کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہوئے تو بالاتفاق کہنے لگے کہ یہ عشق بشری عشق کے مشابہ تو نہیں ہوسکتا اس لیے انھوں نے محبت بر بنائے محبت کی تفسیر اس طرح کی کہ یہ وہ محبت ہے جو ایک صوفی کو بے حد عبادت وریاضت کرنے سے ہوجاتی ہے اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کا مشتاق ہوجاتا ہے۔ اس بارے میں حضرت ابوطالب مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب قوت القلوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

حب الھویٰ اور حب الاستحقاق ذرا قابل تفصیل ہیں۔ تاکہ ناواقف پر بخوبی واضح ہوجائے ارباب عقل تو' جو اس قسم کا ذوق وشوق نہیں رکھتے اس کے وجود سے انکار ہی کرتے ہیں لیکن ہم اس کی حقیقت مجملاً بیان کیے دیتے ہیں۔ پہلی محبت کا مطلب یہ ہے کہ میں نے تجھے دیکھا' مجھے تجھ سے عشق ہوگیا یہ عشق مشاہدہ ویقین کی بناء پر تھا' کسی خبر تصدیق یا نعمتوں کے احساس کی بنا پر نہ تھا کہ میری محبت نعمتوں کے بدل جانے سے بدل جائے میری محبت تو بطریق مشاہدہ ہے اس لیے میں تجھ سے قریب ہوئی' تیری طرف دوڑی اور دوسروں کو چھوڑ کر تیری ذات میں منہمک ہوگئی رہی محبت کی دوسری قسم' اس بارے میں حضرت ابو طالب مکی فرماتے ہیں۔ ''یہ ذات پر جلال سے محبت اجلال ہے یہ کسی نعمت یا منفعت حی کی بنا پر نہیں ہوتی اور نہ کسی جزاء کی طلب گار ہوتی ہے۔

احسان وانعام:

محبت کی ان دونوں قسموں کی تشریح کرنے والوں کا اس امر پر تقریباً اتفاق ہے کہ جب ہویٰ اللہ کی محبت احسان انعام وافضال کی بناء پر ہے اور حب استحقاق صرف اس لیے ہے کہ وہ اس کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کو توفیق

دی کہ وہ اس کی ذات کا نظارہ کر سکے جیسا کہ اولاً اس نے جلوہ دکھایا تھا اس لیے قابل حمد وہی ہے۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا اگر چہ ان دونوں محبتوں تک پہنچ گئیں لیکن وہ کسی طرح نہ اس محبت کے بارے میں قابل ستائش ہے نہ اس محبت کے بارے میں قابل حمد وہی ہے کہ اس نے اسے یہاں تک پہنچا دیا۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس پر حاشیہ لکھتے ہوئے اپنی کتاب احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ حضرت رابعہ بصریہ نے حب ہوئی سے مراد وہ محبت لی ہے جو اس کے انعامات واحساسات کی وجہ سے ہے اور حب استحقاق سے مراد حب جمال وجلال ہے جس کا انکشاف بعد میں ہوا اور جو دونوں قسموں میں اعلیٰ ہے'

اعلیٰ محبت:

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر اہل علم کی نظر میں دونوں قسموں میں سے اعلیٰ اور گراں قدر محبت دائمی شوق اور اعتراف فضل کی تلقین کرتی اور دنیا سے غافل بناتی ہے۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے اپنے آپ کو اس کے قابل نہ پایا بلکہ ان کا خیال ہے کہ خواہ وہ اس راہ میں کتنی ہی کوشش کرے روز جزاء میں کسی جزاء کی مستحق نہیں بلکہ وہ ڈرتی ہیں کہ کہیں اس سلسلے میں ان سے تفریط وکوتاہی نہ ہو جائے۔

اس لیے وہ دن رات عبادت وصلوٰت میں اس ایسے دل سے مشغول رہتیں جس میں معرفت ونور کے چشمے ابلتے تھے کیونکہ وہ یکتا ذات ہی اس بارے میں اس کی رہبر وہادی بنی ہے اور اس کے فیض سے ان کی زبان پر ایسی محبت کا ذکر جاری ہوا جو ہر قید سے آزاد ہے جس کے لیے وہ ہمیشہ ہل من مزید پکارتی رہتی ہیں اور ہمیشہ اس کی قیود سے پاک ذات کی مشتاق دیدار رہتی ہے۔ وہ معانی جن کا ذکر حضرت رابعہ بصری نے ان اشعار میں کیا ہے' گو حضرت رابعہ بصری کے بعد آنے والے مفسرین نے اس کی تشریح توضیح قریب قریب کی ہے۔ لیکن وہ اس مرکب محبت کے بارے میں جو محبت کی اعلیٰ ترین قسم ہے اور روح سے گھل مل جاتی ہے ایک ظریف شاعر ابونواس کے شعر کا ذکر نہ کر سکے جس نے اس شعور کی عجیب وغریب طرز پر توضیح کی ہے۔ یہ شراب کے بارے میں ہے' ممکن ہے ابونواس ان صوفیانہ معانی سے آشنا ہو کہتے ہیں۔"

لی نفوتان ولیٰسندمان واحدة
ثنیٰ خقصت به من ودلیهم وحدیٰ

مجھے دو قسم کا شکر حاصل ہے اور میرے ندیوں کو صرف ایک ہی کا ایک سکر وہ ہے جو صرف مجھی سے مخصوص ہے۔

محبت وغیرہ کے ساتھ احساس کا گھل مل جانا ایک عجیب مسئلہ ہے۔ جس سے جدید علماء اور علمائے نفس ہی نے بحث کی ہے کیونکہ روحانی طاقت جب اُچھلتی ہے تو بارود کی طرح پھٹ پڑتی ہے۔ یہ عجائب روزگار ہستیوں کے کارنامے جو صفحات تاریخ پر درخشاں نظر آتے ہیں اصل میں اسی ثبات روح وفکر کا نتیجہ ہوتے ہیں جو پاور کے پھٹ پڑنے کے مشابہ ہوتا ہے۔ وہ خدا پرست جو دین' عبادت صوفیت میں مخلص ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگوں نے بعض حالات میں اس شعوری طاقت کا کم وبیش احساس کیا ہے۔

غلامی اور آزادی:

معزز قارئین اگر ہم میں سے کوئی ایک عظیم شخصیت سے سوال کرے کہ آپ کو کسی چیز نے نے ابتداءً برانگیختہ کیا تو وہ فرمائیں گے کہ ایک نقطہ حرکت نے خواہ وہ غم ہو یا عشق' بھوک پیاس ہو یا بدلہ انتقام.........

ابتدائی جنبش کے بہت سے اسباب ہوتے ہیں۔ اَبْ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ حضرت رابعہ بصریہ عدویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کو جنبش دینے والے مبادی کیا تھے یعنی حرکت دینے والی وجوہات کیا تھیں' جنھوں نے انھیں خوف' بھوک و پیاس' حرمان مال و دولت' سے دوچار کر کے پھر آزادی پر آمادہ کر دیا۔ یہ اصل میں انکا نفس ہی تھا جس نے انھیں ایک بلند مقصود کی طرف متوجہ کر دیا۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے اپنی سیرت اپنے ہاتھ سے نہیں لکھی اور نہ بعد کے زمانوں کے لیے کوئی ایسی تاریخی چیز چھوڑی جس سے وسعت کے ساتھ ان کے حالات پر نظر ڈالی جا سکے۔ اور ان کے پوشیدہ اسرار کھولے جاسکیں۔

حضرت رابعہ کا سفرِ حج:

اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ صاحب استطاعت پر حج بیت اللہ فرض ہے۔ اس لیے ہر مسلمان مرد وعورت کی یہ بہت بڑی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اس نعمت اعظمٰی سے سرفراز ہو سکے آج کل کے دور میں تو ہوائی جہازوں کی وجہ سے سفر بہت ہی مختصر ہو چکا ہے۔ لیکن پہلے دور میں لوگ تپتے ہوئے صحرا میں اونٹوں پر بڑی مشکل سے دوچار ہونے کے بعد یہ سفر طے کرتے تھے۔ آج بھی ایسے خیالات رکھنے والے لوگ موجود ہیں جو ایسے سفر حج کو اہمیت دیتے ہیں۔ ادھر موسم حج آتا ہے اور ادھر اہل شوق مرد وزن نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ اور رات دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے کس پناہ میں دعائیں کرتے ہیں کہ انھیں حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہو جائے۔

اور یہ شعور اس وقت اور چمک جاتا ہے۔ جب انسان بیت اللہ اور منزل وحی دیکھتا ہے اور اس سرزمین پاک پر اس کی نگاہیں پڑتی ہیں۔ جہاں دو عالم کے سلطان جناب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا ہے اس سرزمین پاک میں اہل عرب کی بزرگی بڑھتی جا رہی ہے۔ حج بیت اللہ کی آرزو مسلمانوں کے لیے ایک معمولی بات ہے وہ تکالیف جو اس مبارک سفر پر درپیش آتی ہیں ان کی کوئی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ سردی' گرمی' بھوک پیاس' اور بھاگ دوڑ کو کوئی بھی خاطر میں نہیں لاتا۔ وہ اس لیے کہ بیت اللہ کی زیارت کا شوق وجذبہ ان پر غالب ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص حج کا ارادہ کرتا تو لوگ اس کو اداس نظروں سے دیکھتے اور اپنی اپنی حاجات کی دعا کے لیے اسے کہتے اور حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں سلام وصلوٰۃ وسلام پیش کرنے کو کہتے ہیں اور جب اس کو الوداع کرتے تو آنکھوں میں آنسو سجائے کھڑے رہتے اور دل ہی دل میں لبیک اللھم لبیک کی صدائیں لگاتے اور دعائیں کرتے کہ یا الٰہی کیا یہ مبارک گھڑی کیا ہم پر بھی کبھی آئے گی یا پھر ہم اسی طرح روتے روتے ایک دن تیرے دربار میں حاضر ہو جائیں گے۔ اور جب وہ حاجی بیت اللہ کی زیارت اور زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار ہو کر واپس وطن پہنچتا تو یہ تمام احباب اس کو مبارک باد دینے کے

لیے دوبارہ اس سے ملاقاتیں کرتے اور اس سے دعائیں کرواتے اور سفر کے بارے میں اور حضور علیہ السلام کے در کی حاضری کی کیفیت کے بارے میں دریافت کرتے اور پھر اسی آرزو اور آنکھوں میں آنسو سجا کر وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوتے کہ۔

''وہ دن خدا کرے کہ مدینے کو جائیں ہم
اور خاکِ درِ رسول کا سرمہ بنائیں ہم
اور جالی پکڑ کہ روضۂ انور کی بار بار
سب حال دل رسولِ خدا کو سنائیں ہم''

معزز قارئین! یہ ہے ہر مسلمان مرد و عورت کے دل کی دھڑکن کہ کب ہم وہاں جائیں اور کب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں کی معافی اللہ سے طلب کریں اور حضور علیہ السلام کو اپنے دل کا حال سنائیں' اور یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ جو مسلمان ایک مرتبہ دربار رسول اور دیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری دے آئے تو اس کی تشنگی اور بڑھ جاتی ہے۔ وہاں زندگی گزارنے کا جو مزہ ہے وہ کائنات میں اور کسی جگہ نہیں میں خود ایک مرتبہ حرمین شریفین اور زیارات مسجد نبوی شریف کے لیے ۱۹۹۷ء میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور پھر الوداع کے بعد دوبارہ پھر ۱۹۹۸ء کو حاضری نصیب ہوئی ہے ہم اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے رہیں آمین آئیے اب حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے سفر حج کے متعلق روایات کو دیکھتے ہیں۔

حضرت رابعہ حج پر:

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے دور سے متعلق عجیب حکایات ملتی ہیں اور بہت سی تاریخی کتابیں ایسے امور کا ذکر کرتی ہیں جن میں حضرت رابعہ بصری کی کرامات کا پورا ظہور ہے ایک حکایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ جب حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا حج کے لیے قافلے کے ساتھ روانہ ہوئیں تو ان کے ساتھ ایک خچر تھا جس پر حضرت

رابعہ بصری کا سامان لدا ہوا تھا۔ راستے میں خچر مر گیا' اور حضرت رابعہ بصری وہیں ٹھہر گئی اور قافلے والوں سے فرمانے لگیں کہ تم لوگ حج پر جاؤ میں تمہارے بھروسے سے نہیں آئی تھی' میں نے تو اللہ تعالیٰ کے بھروسے سے سفر کیا تھا۔ اور حضرت رابعہ بصری خچر کے پاس بیٹھ کر اس طرح اللہ سے دعائیں مانگنے اور رحمت ومغفرت طلب کرنے لگیں "کہ اے اللہ تو نے مجھے بیت اللہ کی زیارت کے لئے بلایا تھا۔ اب میرا خچر مر گیا ہے! اور میں تنہا جنگل میں پڑی ہوں۔ ابھی آپ کی مناجات مکمل بھی نہ ہونے پائی تھی کہ بقول عطار خچر زندہ ہو گیا۔ اور حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے اس کی پشت پر سامان لادا اور قافلے کے ساتھ ملنے کے لیے سفر شروع فرما دیا۔ اس کے علاوہ بھی ایک اور حکایت ہے جو کہ ایک عجیب وغریب بات محسوس ہوتی ہے اس کے راوی جو علی القاسم قشیری ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ے رابعہ بصری ریگستانوں میں چھ یا سات سال تک بغرض سفر حج پیٹ کے بل چلتی رہیں حتیٰ کہ مکہ مکرمہ میں کعبہ مشرفہ تک پہنچ گئیں۔ اگر یہ حکایت درست ہو تو اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ صوفیہ کرام نے کس طرح جسم کو ایذاء پہنچا کر عبادت وریاضت کی ہے۔ اور ایک آخری روایت جو کہ عوام الناس میں بڑی مشہور ہے وہ یہ کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا جب حج کے لیے نکلیں تو راستے میں بیت اللہ کے جس کے ارد گرد مسلمان خود طواف کرتے ہیں خود رابعہ بصری کا طواف کرنے لگا۔ لیکن اہل علم نے ایسے واقعات لکھنے اور بیان کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس حکایت کی خاص کر کوئی دلیل مضبوط نہیں ہے۔ ہاں مگر اتنا ضرور بقول عطار ہے کہ بیت اللہ آپ کا استقبال کرنے کے لئے آیا تھا۔[1]

---

[1] جیسا کہ پہلے بھی اس کا ذکر آ چکا ہے۔

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کا مقام بزرگانِ دین کی نظر میں

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا

کا مقام بزرگانِ دین کی نظر میں

امام عبداللہ بن اسعد یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدہ رابعہ عدویہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق ان کی ایک خادمہ نے بیان کیا۔ کہ حضرت رابعہ تمام رات طلوع فجر تک نماز پڑھتی رہتی تھیں۔ پھر کچھ وقفہ کے لیے مصلے پر لیٹ جاتیں اچانک گھبرا کر بیدار ہوتیں۔ اور کہتیں اے نفس! کب تک سوتا رہے گا اور عبادت کے لیے نہیں اٹھے گا۔ وہ وقت قریب ہے، جب ایسی نیند سونا ہے کہ پھر صور قیامت ہی سے بیداری ہوگی۔ ان کی یہی حالت اخیر دم تک رہی وفات کا وقت قریب آیا، تو مجھے بلا کر اون کا ایک جبہ دکھایا۔ اور کہا انتقال کے بعد مجھے اس کا کفن دینا، اور کسی کو میرے مرنے کی خبر نہ دینا۔ وہ جبہ وہی تھا جسے وہ تہجد کے وقت پہنا کرتی تھیں چنانچہ انہیں میں نے اسی جبہ اور ایک اونی چادر کا کفن دیا۔ اسی شب وہ مجھے خواب میں نظر آئیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ سبز استبرق کا جبہ اور سنہرا ریشمی اوڑھنی زیب تن کیے ہوئے ہیں میں نے پوچھا۔ وہ جبہ اور اوڑھنی کیا ہوئی، فرمایا میرا وہ جبہ اور اوڑھنی سربمہر اعلیٰ علیین میں رکھ دیا گیا ہے تاکہ روز حشر مجھے اس کا ثواب عطا ہو۔ اور رب کائنات نے اس کے بدلے مجھے یہ لباس عنایت فرمایا ہے۔ خادمہ نے پوچھا کیا آپ دنیا میں اسی لئے نیک اعمال کرتیں تھیں؟ فرمایا رب تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو ایسی ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ ان کے بالمقابل اس کی کوئی حیثیت نہیں خادمہ نے عرض کیا۔ مجھے کوئی ایسی نصیحت کیجئے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب نصیب ہو فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو۔ عنقریب تمہیں قبر میں اس پر فرحت و شادمانی حاصل ہوگی۔[1]

---

[1] روض الریاحین ص ۳۲۵، امام عبداللہ بن اسعد یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

حضرت رابعہ بصریہ اور تجار:

ایک بزرگ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت رابعہ بصری سے ملنے کا ارادہ کیا تا کہ دیکھوں وہ اپنے دعوے میں کہاں تک سچی ہیں۔ میں اسی فکر میں تھا کہ میری نگاہوں کے سامنے چاند جیسے روشن چہروں والے بہت سے درویش آ گئے۔ ان کے جسموں سے مشک کی بھینی بھینی خشبو آ رہی تھی۔ ہم میں باہم سلام کلام ہوا۔ انھوں نے اپنا واقعہ بتایا کہ۔

''ہم لوگ دولت مند تاجروں کی اولاد ہیں ہم نے اپنے شہر میں خوشحالی کے دن گزارے ہوئے تھے۔ رابعہ کی خوش آوازی کے چرچے سنے، تو ارادہ کیا کہ مصر جا کر ان کا گانا سنیں، اور انھیں دیکھیں مگر مصر پہنچ کر پتا چلا کہ انھوں نے توبہ کر لی ہے۔ ہم میں سے ایک نے رائے دی کہ ہم اگرچہ ان کا گانا نہیں سن سکے مگر چل کر دیکھ تو لیں، مگر اس کے لیے ہم لوگوں کو فقیرانہ وضع بنانی ہوگی۔ چنانچہ ہم لوگوں نے فقیرانہ لباس میں ان کے دروازے پر جا کر دستک دی وہ فوراً نکلیں اور ہمارے پیروں میں گر کر لوٹنے لگیں۔ اور کہا آپ لوگوں نے اپنی زیارت سے مجھے مشرف کیا ہم لوگوں نے کہا بھلا یہ کیسے؟ فرمایا! ہمارے یہاں ایک عورت رہتی ہے جو چالیس سال سے اندھی ہے جب آپ لوگوں نے دستک دی تو اس نے دعا کی اے میرے مالک ومولیٰ دروازے پر دستک دینے والے فقرا کی حرمت کے طفیل میری آنکھیں مجھے لوٹا دے۔ اسی وقت اس کی آنکھوں میں روشنی آ گئی یہ سن کر ہم ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ہم نے آپس میں کہا، خدا کا لطف وکرم تو دیکھو کہ ہمارے باطنی حال فاش کر کے رسوا نہ کیا بلکہ عزت بخشی ہمارے جس ساتھی نے فقیرانہ لباس کی رائے دی تھی۔ سب سے پہلے اس نے کہا میں تو اب یہ لباس فقرا کا اتار نہیں سکتا اور رابعہ کے ہاتھ پر خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ اس کے بعد ہم تمام لوگوں نے اپنی پچھلی زندگیوں سے تائب ہو کر رب تعالیٰ سے معافی مانگی اور حضرت رابعہ کے وسیلہ سے راہ فقر اختیار کی۔

حضرت رابعہ بصریہ حضرت امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر میں۔

رابعہ کی مناجات:

کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہما نے مناجات میں کہا' یاالٰہی! تو کیا اس دل کو دوزخ کی آگ میں جلائے گا' جو تجھ سے محبت کرتا ہو؟ ہاتف نے جواب دیا ہم ایسا نہیں کرتے' تو ہم پر بدگمانی نہ کر' کہتے ہیں حُب میں دو حروف ہیں' ح اور ب جن میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ جو شخص محبت کرے اسے اپنی روح اور بدن دونوں سے نکل آنا چاہئے لفظ محبت کے استعمال میں صوفیاء کا گویا اس بات پر اجماع ہے کہ محبت محبوب سے موافقت کرنے کو کہتے ہیں اور سب سے زوردار موافقت وہ ہے جو دل سے ہو۔ نیز یہ کہ محبت سے مبانیت کی نفی ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ محبّ تو ہر لمحہ اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں اسی طرح آیا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ الاشعری سے روایت ہے کہ نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کچھ ایسے لوگوں سے محبت رکھتا ہے' جن سے ابھی اس کی ملاقات نہیں ہوئی ہے۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا المرء مع احبّ۔ انسان انہی لوگوں کے ساتھ ہے' جن سے اس کی محبت ہو۔ ایک بندہ ہے جو اپنے آپ کو کھو چکا ہے۔ اپنے رب کا لگاتار ذکر کرتا ہے اور اس کے حقوق برابر ادا کئے جا رہا ہے اور دل کی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھ رہا ہے' ذات خداوندی کے انوار نے اسے جلا دیا ہے اور اس کی محبت کے پیالوں سے اس نے صاف پاک شراب پی ہے یہ شخص جب گفتگو کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے گفتگو کرے گا اور اگر

حرکت کرے گا تو اسی کے حکم سے اور اگر ساکن ہو گا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے لہٰذا یہ شخص اللہ تعالیٰ کے لئے اور اللہ ربّ العزت کی معیت میں ہو گا۔

وحی داؤد علیہ السلام:

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے داؤد! جب تک کسی اور کی محبت کسی دل میں پائی جاتی ہو اس وقت تک میں نے اس بات کو حرام قرار دے دیا ہے کہ میری محبت اس دل میں داخل ہو۔ الفضیل بن عیاض نے کہا کہ فضیل کو احتباس بول کی بیماری لگ گئی تو انھوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔

اے اللہ! تجھے میری محبت کی قسم کہ میرا پیشاب کھول دے۔

ابوالعباس کہتے ہیں کہ ابھی ہم وہیں تھے کہ انھیں شفا ہو گئی۔

کہتے ہیں کہ محبت میں ایسی جان نثاری ہونی چاہیے جیسی عزیز مصر کی بیوی (زلیخا) میں تھی۔ کیونکہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت انتہا کو پہنچ گئی تو بول اُٹھی۔

انار اودلۃ عن نفسہ وانہ لمن الصادقین.

میں نے ہی پھسلانا چاہا تھا اور یہ سچ کہتا ہے۔

حالانکہ شروع میں اُسی نے یوں کہا تھا۔

قالت ماجزاءُ ارادباھلک سوءً الاان لیسجن اوعذاب الیم'

ایک صوفی اور رابعہ بصری:

ایک صوفی فرماتا ہے کہ میں نے حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں دعا کی اور اکثر دعائیں کرتا تھا۔ پھر میں نے انھیں خواب میں دیکھا تو انھوں نے فرمایا کہ آپ کے تحفے نور کے تھالوں اور نور کے رومالوں میں ڈھانپے ہوئے مل جاتے ہیں۔[1]

---

[1] رسالہ قشیریہ ص ۵۰۷ ص ۶۸۷، امام ابوالقاسم عبدالرحیم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامیہ اسلام آباد پاکستان۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر میں

مقام رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت رابعہ بصریہ عدویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہا ایک نہایت پاکباز عارفہ کاملہ زاہدہ عبادہ مستجاب الدعوات تھیں اور حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر میں حضرت رابعہ بصری کا ایک خاص مقام تھا۔ وہ یہ کہ جب تک حضرت رابعہ بصریہ مجلس میں حاضر نہ ہوتیں تب تک حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ نہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن کسی نے اس کی خاص وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میری بات کو سمجھتی ہی رابعہ بصری ہے تو میں تمہیں کیا وعظ و نصیحت کروں۔[1]

حضرت رابعہ بصری اور امام مالک بن دینار:

حضرت امام مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہا سے ملاقات کرنے کی غرض سے آپ کے ہاں پہنچا۔ تو دیکھا کہ آپ کے پاس ایک بوسیدہ چٹائی ہے جس پر اینٹ کا تکیہ بنا کر آرام فرماتی ہیں مٹی کا ایک ٹوٹا ہوا لوٹا ہے جس سے آپ پانی بھی پیتی ہیں۔ اور وضو بھی فرماتی ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے آپ سے کہا' کہ بہت سے امیر آدمی میرے جاننے والے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے لئے ان سے کچھ طلب کروں۔ میری بات سن کر آپ نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا تمہیں اور مجھے اور دولت مندوں کو روزی دینے والی ایک ہی ذات نہیں ہے؟ میں نے کہا' سب کو رزق عطا کرنے والا تو باری تعالیٰ ہی ہے۔ حضرت رابعہ

---

[1] شریف التواریخ' جلد اول ص ۴۵۰' سید شریف احمد شرافت نوشاہی ادارہ معارف نوشاہیہ۔

بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے فرمایا۔ تو کیا پھر اس ذات نے درویشوں کو ان کی غربت کے باعث فراموش کر دیا ہے۔ اور دولت مندوں کو رزق دینا اسے یاد رہ گیا ہے؟ میں نے کہا نہیں ایسی کوئی بات نہیں ارشاد فرمایا جب وہ ذات باری تعالیٰ ہر ایک کو جانتا ہے تو پھر ہمیں یاد دلانے کی ضرورت ہے اور ہمیں تو اس کی رضا میں ہی راضی رہنا چاہیے۔

حضرت رابعہ اور سفیان ثوری:

ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ آج آپ مجھے وہ باتیں بتائیں جو آپ نے کسی کتاب یا علم کے وسیلہ سے حاصل نہ کی ہوں۔ بلکہ براہ راست آپ تک پہنچی ہوں۔ ان کی بات سن کر حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا تھوڑی دیر خاموش رہیں۔ پھر فرمایا میں نے ایک مرتبہ اپنی ضرورت کی اشیاء خریدنے کی غرض سے اپنے ہاتھ سے بنی ہوئی چند رسیاں فروخت کیں۔ خریدار نے مجھے اس کے عوض دو درہم دیئے تو میں نے ایک درہم اپنے دائیں ہاتھ میں اور دوسرا درہم اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا مجھے اس بات کا خدشہ تھا کہ کہیں ایک ہی ہاتھ میں دونوں درہم لینے سے میں گمراہ نہ ہو جاؤں (آپ کا مطلب تھا۔ کہ کہیں مال کثرت کے باعث گمراہ نہ ہو جاؤں)[1]

حضرت رابعہ اور چند بزرگ:

ایک دفعہ چند بزرگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ تم کس لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو؟ ایک بزرگ نے جواب میں کہا کہ ہم دوزخ کے ان طبقات سے خوف زدہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ جن پر سے قیامت کے دن گزرنا پڑے گا۔ اور ہم اس لئے اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہیں تا کہ دوزخ سے محفوظ رہ سکیں۔

ایک بزرگ نے کہا کہ ہم اس لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کرتے ہیں تا کہ ہمیں جنت مل جائے۔ یہ سن کر حضرت رابعہ بصریہ نے فرمایا، جو کوئی بندگی دوزخ کے خوف

---

[1] سیرت رابعہ بصری ص ۳۸، مطبوعہ کراچی۔

سے اور جنت کی امید وخواہش کے باعث اللہ تعالیٰ کی عبادت وبندگی کرتا ہے۔ وہ نہایت ہی برا ہے۔ اس پر لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ کیسے آپ نے فرمایا کہ ہماری نگاہوں میں جنت اور دوزخ کا ہونا نہ ہونا برابر ہے' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت فرض عین ہے۔ اور اگر وہ جنت اور دوزخ کو پیدا نہ فرماتا تو کیا بندے اس کی بندگی نہ کرتے یہ سن کر وہ تمام لوگ خاموش ہو گئے۔

حضرت رابعہ بصری اور درویش:

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کو اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا کامل یقین تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ ظہر کی نماز پڑھ کر کھانا کھانے کی تیاری کر رہی تھیں۔ کہ چند درویش آپ سے ملاقات کرنے کی غرض سے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ کھانے کا وقت تھا۔ اس لئے حضرت رابعہ بصری نے خادمہ سے پوچھا' کہ گھر میں کتنی روٹیاں ہیں' خادمہ نے عرض کی کہ دو روٹیاں ہیں۔ ابھی یہ بات ہی ہو رہی تھی کہ ایک سائل نے دروازے پر صدا لگائی۔ کہ اسے کھانے کے لئے روٹی دی جائے حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے وہ روٹیاں اٹھا کر اس صدا لگانے والے فقیر کو دے دیں۔ اور خود پردے کے پیچھے سے مہمانوں کے ساتھ ضروری گفتگو فرماتی رہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک کنیز خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی یہ روٹیاں میری مالکہ نے بھجوائی ہیں آپ نے اپنی خادمہ سے کہا کہ روٹیاں گنو! خادمہ نے روٹیاں گنی تو وہ اٹھارہ تھیں۔ حضرت رابعہ بصری نے فرمایا یہ روٹیاں واپس لے جاؤ یہ میرے لیے نہیں۔ کسی اور کے لیے آئی ہوں گی' تمہاری مالکہ کو غلطی ہوئی ہے۔ کنیز نے اصرار کرتے ہوئے کہا کہ میری مالکہ نے یہ روٹیاں آپ ہی کے لئے بھجوائی ہیں۔ لیکن آپ نے اس کے اصرار کرنے کے باوجود روٹیاں واپس کر دیں۔ کنیز جب واپس گئی تو اس نے سارا ماجرا اپنی مالکہ سے بیان کر دیا۔ مالکہ نے روٹیاں گنی تو اٹھارہ تھیں' کہنے لگی کہ میں نے تو بیس روٹیاں بھیجی تھیں۔ مگر غلطی سے اٹھارہ روٹیاں چلی گئیں۔ اب تم دو روٹیاں ان میں رکھ کر لے جاؤ کہ حضرت رابعہ بصری کو دے دو۔

لہٰذا کنیز دوبارہ بیس روٹیاں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور آپ نے بیس روٹیاں لے لیں اور مہمانوں کو کھانے کے لئے پیش کر دیں۔ مہمان اس واقعہ کو بڑی دیر سے سن رہے تھے۔ جب کھانا کھا چکے تو دریافت کیا کہ آخر یہ کیا ماجرا تھا؟ آپ نے فرمایا اس میں حیران ہونے والی کوئی بات نہیں تم جب میرے پاس آئے تو میرے پاس دو روٹیاں تھیں۔ ایک سائل آیا تو میں نے دو روٹیاں اسے دے دیں۔ اور میرا رب فرماتا ہے کہ میں ایک کے بدلے دس دیتا ہوں۔ اور لہٰذا مجھے اپنے رب پر کامل یقین تھا کہ وہ مجھے ایک کے بدلے 10 دس ضرور دے گا۔ اور دو کے بدلے بیس روٹیاں ملیں گی لہٰذا جب اٹھارہ روٹیاں آئیں تو میں نے دوبارہ واپس کر دیں کیونکہ اس میں دو روٹیاں کم تھیں اور جب بیس آئیں تو رکھ لیں کیونکہ یہی میرے رب کا سچا وعدہ تھا کہ تم ایک دو اور میں دس دوں گا اور میں نے دو دیں تو اس نے مجھے بیس دے دیں۔ جب ان احباب نے یہ باتیں سنیں تو وہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا سے بے حد متاثر ہوئے۔ اور اپنے رب کی رحمت پر کامل یقین رکھنے لگے۔ اس کے علاوہ ایک مرتبہ ایک بصرہ کے بزرگ حضرت رابعہ بصری کے پاس آئے اور گفتگو کے دوران زیادہ تر دنیا کی شکایات کرتے رہے۔ حضرت رابعہ بصری نے فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ دنیا سے بہت محبت کرتے ہیں کیونکہ جس شخص کو جس چیز سے زیادہ محبت ہوتی ہے وہ اس کا بہت زیادہ ذکر کرتا ہے اس لیے اگر آپ کو دنیا سے اتنی زیادہ محبت نہ ہوئی تو آپ اس کا اتنی کثرت سے ذکر نہ کرتے آپ کی یہ بات سن کر وہ بزرگ خاموش ہو گئے اور پھر کبھی آپ کے سامنے دنیا کی شکایت نہ کی۔[1] حضرت امام القاسم قشیری فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت رابعہ بصریہ سے کہا، کہ میں نے بہت سے گناہ اور معاصی کئے ہیں اب اگر توبہ کروں تو کیا اللہ مجھے معاف فرما دے گا۔؟

تو حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے فرمایا۔ اصل معاملہ یوں نہیں اصل بات یہ ہے کہ خدا تجھے معاف کر دے گا تب ہی تو توبہ کرے گا۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین ۔“ بے شک اللہ توبہ کرنے والوں

---

[1] سیرت رابعہ بصریہ ص ۳۷، مطبوعہ کراچی۔

کو دوست رکھتا ہے اور پاکی حاصل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ جس سے کوئی لغزش سرزد ہوتی ہے اسے اپنی غلطی کا یقین ہوتا ہے۔ اور جب توبہ کرتا ہے تو توبہ کی مقبولیت کا شک رہتا ہے۔ بالخصوص جب کہ توبہ کے قبول ہونے کی شرط اور حق یہ ہے کہ تائب اللہ تعالیٰ کی محبت کا مستحق ہو اور یہ بات بہت ہی مستعبد ہے کہ عاصی ایسے مقام پر پہنچ کرتا ہے۔ لہٰذا بندہ جب کسی ایسی بات کا مرتکب ہوتا ہے جس سے توبہ کرنا ضروری ہے تو اس کے لئے یہی وجہ ہے کہ وہ ہر وقت اللہ کے سامنے انکساری کرے اور اپنے گناہ سے بیزاری کا اظہار اور استغفار کرتا رہے چنانچہ صوفیاء کا قول استشعار الوجل الیٰ الاجل۔ ''خوف کا احساس موت تک رہنا چاہیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل ان تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اے محبوب انہیں فرما دیجئے کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری تابعداری کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ استغفار کرتے رہتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ اِنہ لیغان علی قلبی فاستغفر اللہ فی الیوم سبعین مرۃ۔ میرے دل پر پردہ چھا جاتا ہے تو میں دن میں ستر بار استغفار کرتا ہوں میں نے ابوعبداللہ صوفی سے سنا' انہوں نے بتایا کہ یحیٰی بن معاذ فرما رہے تھے۔ کہ توبہ کے بعد کی لغزش توبہ سے پہلے کی ستر لغزشوں سے بدتر ہے میں نے محمد بن الحسن سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبید اللہ الرازی سے سنا کہ میں نے ابوعثمان سے سنا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کہ انا الینا ایابھم کی یوں تشریح فرمائی۔ خواہ یہ لوگ اللہ کی مخالفت میں کس قدر دور کیوں نہ چلے جائیں انہیں بالآخر ہماری طرف لوٹنا ہے۔[۱]

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ:

محبوب الٰہی قدس سرۃ ایک حکایت بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ذکر دنیا بڑی برائی کے ساتھ کرنے لگا جب وہ اپنی بات مکمل کر چکا تو حضرت رابعہ نے فرمایا کہ تم آئندہ میرے پاس نہ آنا کہ تم دنیا کے دوست ہو اور اس کا ذکر بہت زیادہ کرتے ہو۔[۲] (چھیالیسویں مجلس روز یکشنبہ تاریخ

---

[۱] رسالہ قشیریہ ص ۱۲۸' امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ اسلام آباد۔

[۲] فوائد الفواد ص ۳۰۶' حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

۱۸ ماہ ربیع الآخر ۷۱۸ھ) جیسا کہ اوپر دو مرتبہ گزر چکا ہے۔

حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ:

بیان فرماتے ہیں کہ حضرت رابعہ بصری نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ تم اچھے آدمی ہو بشرطیکہ دنیا کو دوست نہ رکھو۔ تو سفیان ثوری نے کہا وہ کس طرح تو فرمایا کہ تم حدیث روایت کرنے کو پسند کرتے ہو۔[۱]

شیخ شہاب الدین سہروردی:

بیان فرماتے ہیں کہ حضرت رابعہ بصری فرماتی ہیں کہ عاشق کی آہ و فغاں کو اس وقت تک چین نہیں ہوتا جب تک اس کی رسائی محبوب کے پاس نہ ہو جائے۔[۲]

اہل تصوف کے درجات حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں:

حضور داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل تصوف تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(1) ایک صوفی۔ (2) دوسرا متصوف (3) متصوف صوفی وہ ہے جو اپنی ذات کے لحاظ سے فانی مگر اللہ تعالیٰ کی ذات عالی سے صفات کے ساتھ باقی ہو یعنی طبعی تقاضوں سے چھٹکارہ حاصل کر کے واصل حقیقت ہو۔

2۔ دوسرا متصوف: جو مجاہدہ اور ریاضت کے ذریعے سے اس درجے کا متلاشی ہو اور اپنے تمام امور میں اہل تصوف یعنی صوفیاء کے طرز عمل کو مدنظر رکھے۔

3۔ اور متصوف وہ ہے: جو اپنے مال و منال اور اپنی دنیا و دولت کے تحفظ کے لیے صوفیاء کا لبادہ اوڑھے رکھے حالانکہ اسے ان کے مرتبہ اور مقام کی کوئی خبر نہیں حتیٰ کہ صوفیاء کا قول کہ ''المتصوف عندالصوفیة کالذب وعند غیرھم کاینااب ''صوفیا کے نزدیک متصوف مکھی طرح ذلیل اور عندالناس وہ خونخوار بھیڑے کی طرح مردار کھانے والا مریض

---

[۱] کیمیائے سعادت' ص ۳۷۶' امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (مطبوعہ کراچی)۔

[۲] عوارف المعارف' ص ۶۷۳' شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ' مطبوعہ کراچی۔

ہوتا ہے۔ صوفی واصل بحق ہوا کرتا ہے متصوف اصول تصوف پر چلنے والا ہوا کرتا ہے اور متصوف فضول ہے بے ہودہ اور زیاں کار ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کا وصل نصیب ہو گیا وہ اپنے مقصد کے حصول کی وجہ سے مراد سے بامراد اور مقصود کے پالینے سے بامقصود ہو گیا اور جس کو اصل و قواعد تصوف پر چلنا نصیب ہو گیا وہ احوال طریقت پر متمکن اور قادر ہو گیا اور اس کے لطائف میں استحکام کے ساتھ ٹھہر گیا اور جس کے نصیب میں بے ہودگی اور واہیات باتیں ہیں وہ تمام صفات عالیہ سے محروم رہا اور محض رسم کی درسگاہ پر بیٹھ گیا۔ اور اسی میں الجھ کر حقیقیہ سے محجوب ہو گیا اور اسی حجاب کے سبب نہ اسے وصل حق نصیب ہوا نہ وہ طریقت کے اصولات سے آگاہ ہو سکا مشائخ صوفیاء کے نزدیک اس کے معنی کی تحقیق میں کثیر رموز موجود ہیں جن کا احصار اگرچہ ناممکن ہے مگر بعض میں انشاء اللہ بیان کریں گے۔[1]

محبت اور محاسبہ نفس:

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب مکاشفۃ القلوب میں فرماتے ہیں کہ حضرت سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں محبت دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کا نام ہے' ایک دوسرے بزرگ کا فرمان ہے' دوام ذکر ہی محبت ہے۔

اور ایک بزرگ نے فرمایا' محبوب کو ترجیح دینا محبت ہے۔ ایک بزرگ کا فرمان ہے' دنیا میں رہنے کو ناپسند کرنا محبت ہے' مگر یہ تمام باتیں محبت کا نتیجہ ہیں اور نفس محبت کسی نے بیان نہیں کی۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ محبت دراصل محبوب کی طرف سے ایک مفہوم ہے کہ دل اس کے ادراک سے مغلوب اور اس کی تعبیر سے عاجز ہیں۔ اسی طرح حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ دنیاوی تعلقات والے کو اللہ تعالیٰ نے محبت سے محروم کر دیا۔ نیز فرمایا جو محبت بھی معاوضہ میں کی جائے۔ اس کا حال یہ ہے کہ جب معاوضہ ختم ہوا' تو محبت بھی ختم ہو گئی۔ اور ان کے علاوہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت بتائے' وہ اس بات سے بچے کہ غیر اللہ کے سامنے عاجزی کرے۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ ہمیں عارف اور محبت کرنے والے کی

---

[1] کشف المحجوب ص ۶۲' حضرت داتا گنج بخش علی الہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

تعریف بتائیے؟ تو حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا عارف اگر بات کرے تو ہلاک ہو اور محبت کرنے والا اگر خاموش رہے تو ہلاک ہو۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ پڑھا۔

یاایها السید الکریم
حبک بین الحشاءِ مقیم

اے میرے کریم آقا' تیری محبت میرے دل میں بیٹھ چکی

یارافع النوم عن جضونی
انت بما مربی علیم

اے میری آنکھوں سے نیند ختم کرنے والے' مجھ پر جو گزر رہا ہے تو اسے خوب جانتا ہے' ایک دوسرے شاعر نے کہا۔

عجبت لمن یقول ذکرت اُلفیِ
وهل انی فاذکر مانسیت

مجھے اس پر تعجب ہے جو وہ کہتا ہے' مجھے میری محبت یاد ہے' اور کیا میں بھول جاتا ہوں کہ فراموش کردہ کو یاد کروں۔

امرت اذا ذکرتک ثم احباءُ
ولو لا حسن ظنی ماحییت

جب میں تجھے یاد کرتا ہوں' تو مر جاتا ہوں' پھر زندہ ہوتا ہوں اور اگر میرا حُسنِ ظن نہ ہو تو زندہ نہ رہوں۔

فاحیا بالمنیٰ وامرت شوقاً
فکم احیا علیک وَکم اموت

میں تقدیر سے زندہ ہوں اور شوق سے مرتا ہوں' پس میں تجھ پر کئی بار زندہ ہوا ہوں اور کئی بار مرا ہوں۔

شربت الحب کاساً بعد کاسٍ
فما نفد الشرابُ ومارویت

میں نے کئی کئی پیالے پیئے' نہ مشروب ختم ہوا اور نہ میں سیراب ہوا۔

فلیت خیالہ نصب لعینی
فان قصدت فی نظری عمیت

کاش! اس کا خیال میری آنکھوں میں رہے، پس اگر میں دیکھنے میں کوتاہی
کروں تو اندھا ہو جاؤں۔

ابن جلاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی جب میں اپنے بندے کے باطن کو دیکھتا ہوں کہ اس میں دنیا و آخرت کی محبت نہیں، تو اس کے دل کو محبت سے بھر دیتا ہوں اور اسے اپنی حفاظت میں لے لیتا ہوں۔ منقول ہے کہ حضرت سمنون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک دن محبت کے بارے میں کلام فرمایا، اچانک ایک پرندہ سامنے آن گرا اور اپنی چونچ سے زمین کریدتا رہا، حتیٰ کہ اس کا خون نکل پڑا اور وہ مر گیا، حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، اے میرے اللہ کریم تو جانتا ہے کہ تو نے مجھے جو اپنی محبت سے نوازا ہے، اپنے ذکر سے مانوس کر دیا ہے۔ اور اپنی عظمت میں غور و فکر کے لیے فارغ کر دیا۔ ان نعمتوں کے مقابلے میں میرے نزدیک جنت کو مچھر کے پر برابر بھی درجہ حاصل نہیں۔ حضرت رابعہ بصری عدویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے ایک دن فرمایا،

کہ ہمیں ہمارے محبوب کی خبر کون دے گا۔ تو ان کی خادمہ نے عرض کی کہ ہمارا محبوب ہمارے ساتھ ہے، مگر دنیا نے ہمیں اس سے علیحدہ کر کے رکھا ہے۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی وہ زندہ رہا اور جس نے دنیا کی طرف توجہ رکھی وہ محروم رہا اور احمق انسان صبح و شام "کچھ نہ" میں لگا رہتا ہے اور عقل مند آدمی اپنے عیوب کا متلاشی رہتا ہے۔[1]

حضرت محمد اسلم طوسی رحمۃ اللہ علیہ اور نعمی طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بیابانوں میں تیس ہزار راہ گیروں کو پانی پلایا اور رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے مزار پر آ کر کہا کہ تیرا قول تو یہ تھا کہ میں دو جہاں سے بے نیاز ہو چکی لیکن آج تیری وہ بے نیازی رخصت ہو گئی چنانچہ مزار میں سے آواز آئی کہ جس چیز کا میں مشاہدہ کرتی رہی اور فی الوقت بھی کر رہی ہوں وہ میرے لئے بہت ہی باعث برکت ہے۔

---

[1] مکاشفۃ القلوب، ص ۵۹۸، حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ لاہور

مقام
حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہا
دورِ حاضر کے مصنفین کی نظر میں

کشتۂ عشق الٰہی[۱]

حضرت بی بی رابعہ بصریہ (رحمۃ اللہ علیہا)

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ حضرت رابعہ بصریہ کے والد اس قدر غریب تھے۔ کہ گھر میں روشنی کے لئے چراغ تک نہ تھا۔ جس روز حضرت رابعہ پیدا ہوئیں۔ اس روز گھر میں نہ جلانے کو تیل تھا نہ خرچ کے لئے ایک پیسہ۔ حضرت رابعہ چار بہنیں تھیں۔ حضرت رابعہ چونکہ سب سے چھوٹی تھیں اور اپنی بہنوں میں چوتھے نمبر پر پیدا ہوئیں تھیں۔ اس لیے والدہ ماجدہ نے نام رابعہ رکھا اور اسی نام سے مشہور ہو گئیں۔

حضور ﷺ سرورِ عالم کی بشارت:

جس روز حضرت رابعہ پیدا ہوئیں۔ گھر والوں نے آپ کے والد سے کہا جاؤ ہمسایہ کے یہاں سے روشنی کے لئے اور حضرت رابعہ کی ناف پر لگانے کے لئے تیل لے آؤ۔ پیسے پاس نہ تھے نہیں تو بازار سے لے آتے۔ ہمسایہ کے مکان کے دروازے پر جا کر کھڑے ہو گئے اور دروازے کے کواڑوں پر ہاتھ لگا کر واپس آ گئے۔ آپ کے والد نے قسم کھا رکھی تھی کہ خواہ کتنی ہی حاجت کیوں نہ ہو کسی سے سوال نہ کروں گا۔ گھر والوں سے کہہ دیا کہ ہمسایہ تو دروازہ نہیں کھولتا۔ اس رات کو آپ کی والدہ کو ناداری کا سخت احساس ہوا۔ رنج و غم کی حالت میں سو گئے۔ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی حضور ﷺ نے فرمایا۔ غمگین کیوں ہو۔ تمہاری لڑکی بڑی نیک بخت لڑکی ہے۔ میری امت کے اکہتر ہزار گنہگاروں کی خدا سے شفاعت کرے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری طرف سے امیر

---

[۱] گلِ اولیا ص ۲۸، ص ۳۸، علامہ شاہ مراد سہروردی مارہرہ شریف انڈیا۔

بصرہ کے نام ایک خط لکھو۔ جس کا مضمون یہ ہو کہ تم روزانہ رات کو سو مرتبہ اور جمعہ کی شب کو چار سو مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے کیا بات ہے۔ جمعہ گزشتہ کی شب کیوں بھول گئے۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ حامل مکتوب ہذا کو چار سو دینار مال حلال کے ادا کردو۔

حضرت رابعہ کے والد خواب سے بیدار ہو کر رونے لگے۔ کاغذ قلم دوات لے کر خط لکھا اور اس کو لے کر امیر بصرہ کے پاس گئے۔ چوکیدار کے ذریعہ خط اندر پہنچایا اور جواب کے منتظر رہے۔ خط پڑھتے ہی امیر بصرہ نے حکم دیا کہ دس ہزار درہم فقرا کو صدقہ کردو اور اس سے کہنا کہ میرا جی تو چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے پاس اندر لاؤں لیکن چونکہ تم رسالت ماب ﷺ کا پیغام لے کر آئے ہو میرا جی چاہتا ہے کہ میں خود تمہاری زیارت کے لئے آؤں اور تمہارے آستانہ کی خاک کو اپنے سر اور داڑھی پر لگاؤں، میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ جب روپیہ کی ضرورت ہو میرے پاس آ جایا کرو۔ حضرت رابعہ کے والد وہ روپیہ لے کر ضروری سامان خرید کر گھر آئے۔

حضرت رابعہ جوان ہو گئیں۔ والدین کا انتقال ہو گیا۔ بصرہ میں سخت قحط نمودار ہوا چاروں بہنیں قحط کی وجہ سے ایک دوسرے سے جدا ہو گئیں۔ حضرت رابعہ بھی بصرہ سے چل دیں۔ راستہ میں کسی ظالم نے آپ کو گرفتار کر کے لونڈی بنا کر بعوض چند درہم فروخت کر دیا۔ آقا ان کو اپنے گھر لے آیا اور محنت مشقت لینے لگے۔ ایک دن کا واقعہ ہے۔ آپ کہیں جا رہی تھیں۔ سامنے کوئی غیر محرم آ گیا۔ آپ اسے دیکھ کر بھاگ پڑیں۔ بھاگتے ٹھوکر لگ کر گر پڑیں۔ ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی آپ زمین پر سر رکھ کر خدا سے عرض کرنے لگیں۔ یا اللہ میں غریب لڑکی ہوں میرے ماں باپ بھی انتقال کر گئے اس غم میں تیری رضا کی طالب ہوں۔ یا اللہ میں سب تکلیفیں برداشت کر رہی ہوں۔ اے خدا تو مجھ سے راضی ہے یا نہیں۔ ندا آئی فکر مند مت ہو کل تمہیں وہ مرتبہ ملنے والا ہے۔ کہ آسمان کے مقرب فرشتے بھی تم پر فخر کریں گے۔ یہ جواب سننے کے بعد حضرت رابعہ اپنے آقا کے مکان پر آ گئیں۔

حضرت رابعہ بصریہ کی یہ حالت تھی کہ ہمیشہ روزہ سے رہتی تھیں۔ اپنے آقا کی خدمت سرانجام دیتی تھیں اور تمام رات نماز پڑھا کرتی تھیں۔

ایک روز کا واقعہ ہے۔ حضرت رابعہ بصریہ رات کو نماز میں مصروف مناجات تھیں الٰہی میری خواہش ہے کہ تیرے حکم کی فرمانبردار ہوں اور میری آنکھوں کی روشنی تیری درگاہ میں حاضری سے عاجز ہے اگر میرے بس کی بات ہوتی تو تیری خدمت سے ایک منٹ بھی محروم نہ رہوں الٰہی تو نے مجھے عاجز اور زیردست پیدا کیا ہے اس لئے تیری خدمت میں حاضری دیر سے نصیب ہوتی ہے کہ سوتے سوتے ان کے آقا کی آنکھ کھل گئی۔ وہ یہ نظارہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حضرت رابعہ سربسجود ہیں سر پر نور الٰہی کی قندیل روشن ہے۔ سارا مکان نور سے معمور ہے۔ صبح ہوئی تو آقا کہنے لگا الٰہی عبادت گزار لونڈی سے خدمت لینی مناسب نہیں۔ میں نے تمہیں آزاد کر دیا۔ اگر تم میرے ہاں رہو میں تمہاری خدمت کے لئے حاضر ہوں ورنہ آپ کو اختیار ہے۔

حضرت رابعہ اجازت لے کر باہر آ گئیں اور عبادت خداوندی میں دلجمعی کے ساتھ مصروف ہو گئیں۔

ایک ہزار رکعت نماز:

حضرت رابعہ بصریہ دن رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتی تھیں۔ کبھی کبھی حضرت خواجہ حسن بصری کی مجلس میں بھی تشریف لے جایا کرتی تھیں۔

کرامت:

آزادی کے کئی سال بعد حضرت رابعہ حج کے لئے تشریف لے گئیں۔ ایک گدھے پر سامان باندھ کر آپ ایک قافلہ کے ہمراہ جا رہی تھیں ایک جنگل میں پہنچیں تو آپ کا گدھا مر گیا۔ قافلہ والوں نے کہا۔ کہو تو تمہارا سامان اٹھا لیں حضرت رابعہ نے فرمایا نہیں لو تم روانہ ہو جاؤ۔ میں تمہارے بھروسے پر نہیں چلتی۔ قافلہ روانہ ہو گیا۔ حضرت رابعہ جنگل میں تنہا رہ گئیں حضرت رابعہ نے خدا تعالیٰ سے عرض کی کیا ایک عاجز اور غریب عورت کے ساتھ بادشاہ ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں۔ تو نے مجھے اپنے گھر پر آنے کی دعوت دی۔ اثنائے سفر میں میرا گدھا بھی مروا دیا اور میں جنگل میں تنہا کھڑی رہ گئی۔

ادھر حضرت رابعہ بصریہ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ادھر آپ کا مرا ہوا گدھا دوبارہ زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت رابعہ گدھے پر اپنا سامان لاد کر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئیں۔

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ رابعہ بصریہ جب دوبارہ حج کے لئے تشریف لے گئیں تو خانہ کعبہ آپ کے استقبال کے لئے آیا اور حضرت رابعہ نے فرمایا مجھے رب البیت کی ضرورت ہے بیت کو کیا کروں مجھے تو اس استقبال کی ضرورت ہے "جو من تقرب شبرا تقربتُ الیہ ذرا عا جو شخص مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے۔ میں اس کے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔

حضرت رابعہ کا حضرت ابراہیم ادھم کو جواب:

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ حضرت سلطان ابراہیم ادھم چودہ سال میں مکہ معظمہ پہنچے تھے۔ آپ کو خیال پیدا ہوا کہ لوگ بیت اللہ کی زیارت کے لئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ آپ اپنے مکان سے دو رکعت نماز ہر قدم پر ادا کرتے ہوئے چل دیئے چودہ سال بعد مکہ معظمہ پہنچے تو وہاں بیت اللہ نظر نہ آیا۔ حیران رہ گئے یہ کیا ماجرا ہے؟ کیا میری آنکھوں میں فتور پیدا ہو گیا۔ کہ بیت اللہ کی زیارت سے محروم رہا۔ غیبی ندا آئی تیری آنکھوں میں کوئی خلل نہیں ہے۔ بیت اللہ ایک ضعیف عورت کے استقبال کے لئے گیا ہوا ہے۔ اس واقعہ سے حضرت ابراہیم ادھم پر حیرت طاری ہوئی حضرت رابعہ بصریہ سے ملے فرمایا اے رابعہ تو نے کیا کر رکھا ہے۔ چار دانگ عالم میں تیرا شہرہ ہے۔ حضرت رابعہ نے جواب دیا غلط بات ہے دنیا میں شہرت تمہاری ہو رہی ہے۔ چودہ سال میں بیت اللہ تک پہنچے ہیں۔ حضرت ابراہم ادھم نے فرمایا رابعہ میں نے چودہ سال نماز پڑھتے پڑھتے قطع مسافت کی ہے۔ حضرت رابعہ نے جواب دیا کہ تم نماز میں مشغول رہے۔ میں نیاز میں مشغول رہی۔ حضرت رابعہ بصریہ حج ادا کر کے رونے لگیں خدا تعالیٰ سے عرض گزار ہوئیں الٰہی تو نے ادائیگی حج پر خیر و خوبی کا وعدہ کیا ہے۔ اب بھی اگر میرا حج قبول نہ ہوا تو میرے لئے بڑی مصیبت ہے۔ کیا اس مصیبت کا بھی ثواب ملے گا۔ حضرت رابعہ بصریہ حج سے فارغ ہو کر بصرہ واپس آ کر عبادت میں مشغول ہو گئیں۔ اگلے سال ایام حج کے موقعہ پر کہنے لگیں

کہ پچھلے سال خانہ کعبہ میرے استقبال کے واسطے آیا تھا۔ اس سال میں خانہ کعبہ کا استقبال کروں گی۔ حضرت شیخ علی فارمدی کا بیان ہے کہ آپ حج کے قصد سے گھر سے نکل کھڑی ہوئیں اور آخرت سات سال بعد عرفات پہنچیں۔ وہاں ندائے غیبی آئی اے عورت یہ کیا طریقہ ہے اگر تجھے میری طلب ہے تو میری طلب میں سرگرم ہو جا۔ میں تجھ پر اپنی تجلی ڈالوں۔ حضرت رابعہ نے جواب دیا۔ یارب العزت رابعہ کے پاس اتنا سرمایہ نہیں کہ تیری تجلی کا بار برداشت کر سکے مجھے فقر مطلوب ہے۔ ندا آئی اے رابعہ فقر کے راستہ کو طے کرنے کے بعد کہیں ہمارا وصال حاصل ہوتا ہے۔ تیرے لئے ابھی تو ہم تک پہنچنے میں ستر حجاب ہیں جب تک یہ حجاب دور نہ ہوں گے۔ ہمارا فقر تجھے حاصل نہیں ہو سکتا۔ آنکھ اٹھا کر اوپر دیکھ حضرت رابعہ نے جونہی نگاہ اوپر اٹھائی خون کا دریا ہوا میں معلق نظر آیا۔ آواز آئی یہ خون ہمارے ان عاشقوں کی آنکھوں کا ہے۔ جو راہ طلب میں پہلی ہی منزل میں پہنچ کر نیست و نابود ہو گئے۔ حضرت رابعہ نے عرض کیا الٰہی ان لوگوں کی کوئی صفت بھی بیان فرما۔ اسی وقت حضرت رابعہ کو ماہواری آنے لگی۔ ندا آئی ان کا پہلا مقام یہ ہے کہ سات سال پہلو کے بل چل کر وہ ہمارے ایک ڈھیلایا پتھر کی زیارت کو پہنچتے ہیں۔ اور یہاں پہنچ کر اس علت کی وجہ سے ان کے لئے آگے جانے کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ حضرت رابعہ نے عرض کیا کہ یاالٰہی تیرے گھر میں رہنے کی بھی مجھے اجازت نہیں۔ بصرہ میں تیری طلب کی وجہ سے نہ رہ سکی۔ اب کیا کروں۔ کچھ دیر توقف کے بعد حضرت رابعہ بصرہ واپس آ کر ایک گوشہ میں معتکف ہو گئیں۔

مہمان نوازی:

تذکرۃ الاولیاء میں ہے۔ کہ دو بزرگ حضرت رابعہ سے ملاقات کے لئے آئے۔ یہ دونوں بزرگ بصرہ کے تھے۔ انہوں نے رابعہ سے کہا کہ اگر حلال کھانا میسر ہو تو لاؤ ہمیں بھوک لگ رہی ہے۔ اس وقت حضرت رابعہ کے پاس ایک روٹی رکھی ہوئی تھی۔ حضرت رابعہ نے اس روٹی کے دو ٹکڑے کیے۔ اس خیال سے کہ آدھی آدھی روٹی مہمانوں کے سامنے پیش کر دی جائے۔ اسی دوران میں کسی سائل نے ندا دی۔ آپ نے روٹی کے

دونوں ٹکڑے سائل کو دے دیئے۔ یہ دونوں بزرگ یہ ماجرا دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اتنے میں ایک لڑکی گرم گرم روٹیاں لے کر آئی۔ حضرت رابعہ نے فرمایا بیٹی جاؤ یہ روٹیاں لے جاؤ۔ شاید تمہاری بی بی نے کسی اور کے پاس بھیجی ہوں گی وہ لڑکی روٹیاں لے کر واپس چلی گئی۔ بی بی نے دو روٹیاں اور دے کر بھیجیں حضرت رابعہ نے شمار کر کے رکھ لیں۔ اب وہ تعداد میں بیس تھیں حضرت رابعہ نے وہ روٹیاں مہمانوں کے آگے رکھ دیں۔ کھانا کھانے کے بعد مہمانوں نے پوچھا۔ یہ کیا بات تھی تم نے روٹیاں کیوں واپس کر دیں تھیں۔ حضرت رابعہ نے فرمایا جس وقت تم میرے پاس آئے مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ تم بھوکے ہو میرے پاس ایک روٹی رکھی تھی۔ میں نے اس روٹی کے دو ٹکڑے اس خیال سے کئے کہ آدھی آدھی روٹی تمہارے سامنے رکھ دوں سائل نے ندا دی میں نے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وہ روٹی سائل کو دے دی۔ اور خدا تعالیٰ سے مناجات کی کہ الٰہی تو نے فرمایا ہے۔ جو ہماری راہ میں خرچ کرتا ہے۔ ہم اس کا دس گناہ عطا کرتے ہیں۔ اب یہ لڑکی اٹھارہ روٹیاں لے کر آئی تو میں سمجھ گئی کہ یا تو یہ روٹیاں میرے پاس نہیں بھیجی گئی ہیں۔ یا لانے والی نے اس میں تصرف کیا ہے اس لئے میں نے روٹیاں واپس کر دی تھیں۔ چنانچہ دوبارہ حسب وعدہ خداوندی بیس روٹیاں آ گئیں۔ **والحمدللہ علی ذالک**'

فضائل و کرامات:

حضرت رابعہ بصریہ رات کو نماز پڑھ رہی تھیں۔ بے پناہ شوق و استغراق میں ان کی آنکھ لگ گئی۔ حضرت رابعہ کے جسم پر ایک چادر تھی۔ ایک چور چوری کی نیت سے آیا۔ ڈھونڈا بھالا کچھ نہ ملا تو حضرت رابعہ کے جسم پر سے چادر اتار کر چلنے کا قصد کیا نابینا ہو گیا۔ چور نے چادر پھینک دی بینائی بحال ہو گئی۔ چور نے کئی بار اس طرح کیا۔ اسی دوران میں عبادت خانہ کے ایک گوشہ سے آواز آئی او بے وقوف کیوں مصیبت مول لیتا ہے۔ کئی سال ہوئے' رابعہ نے خود کو میرے سپرد کر دیا ہے اس کے پاس تو شیطان تک کو آنے کی ہمت نہیں چور کی تو کیا مجال ہے اس حرکت سے باز آ جا۔ ایک دوست اگر محو خواب ہے' دوسرا دوست تو بیدار ہے۔

حضرت رابعہ بصریہ کو کھانا کھائے ہوئے کئی روز ہو گئے تھے۔ آپ کی خادمہ کھانا پکا رہی تھیں۔ بھگار کے لئے پیاز کی ضرورت تھی۔ پیاز موجود نہ تھی خادمہ نے پوچھا اگر آپ اجازت دیں تو ہمسایہ کے گھر سے پیاز مانگ لاؤں حضرت رابعہ نے فرمایا کہ چالیس سال سے میں نے خدا سے عہد کر رکھا ہے۔ کہ تیرے سوا کسی چیز کے لئے غیر سے سوال نہ کروں گی میں اپنے عہد کی خلاف ورزی نہیں کر سکتی اگر پیاز نہیں ہے تو نہ ہو مجھے سوال کرنا پسند نہیں۔

ایک روز حضرت رابعہ بصریہ پہاڑ پر بیٹھی ہوئی تھیں آپ کے اردگرد وحشی جانوروں کا ہجوم تھا۔ اتنے میں حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے۔ تمام جانور حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر بھاگ پڑے۔ حضرت خواجہ حسن بصری یہ نظارہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ فرمایا اے رابعہ کیا بات ہے، یہ جانور تم سے اس درجہ مانوس ہیں۔ کہ میری شکل دیکھتے ہی بھاگ گئے۔ حضرت رابعہ نے پوچھا آج آپ نے کیا کھایا تھا۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ یخنی، حضرت رابعہ نے فرمایا جب تم ان جانوروں کا گوشت اور چربی کھاتے ہو، پھر وہ تمہیں دیکھ کر نہ بھاگیں تو اور کیا کریں۔

عام طور پر حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بالاخانہ پر مصروف عبادت رہا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت رابعہ نے پرنالے سے پانی ٹپکتا دیکھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی گریہ وزاری سے یہ پانی بہہ نکلا ہے آپ نے فرمایا کہ آنکھوں کے آنسو بہانے سے کیا فائدہ۔ آنسوؤں کی حفاظت کرنی چاہئے تا کہ وہ اندر ہی اندر ایک دریا کی شکل اختیار کر لیں۔ اور اس دریا میں تمہارا دل گم ہو جائے تلاش کرنے پر اگر ملے تو خدائے عزوجل کے پاس۔ یہ بات اگرچہ بہت سخت حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا نے کہی تھی۔ پھر بھی حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے۔ ایک روز کا واقعہ ہے۔ حضرت خواجہ حسن بصری دریائے فرات کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے آپ نے مصلےٰ پانی پر بچھا کر فرمایا آؤ رابعہ دو رکعت نماز پڑھ لیں۔ حضرت رابعہ نے فرمایا اے حسن دنیا کے بازار میں اہل آخرت کو اس شان سے رہنا چاہئے۔ کہ دوسروں

کو وہ بات حاصل نہ ہو۔ حضرت رابعہ نے اسی وقت اپنا مصلےٰ ہوا میں پھینک کر فرمایا حسن یہاں آؤ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو کر نماز اچھی طرح ادا ہوگی۔ حضرت رابعہ نے حضرت خواجہ بصری کا دل رکھنے کے لئے فرمایا کہ تم نے جو کچھ کیا۔ یہ کام مچھلیوں کا ہے۔ اور میں نے جو کچھ کیا وہ مکھیوں کا ہے۔ عبادت نہ اس طرح ہوتی ہے نہ اس طرح اس کا طریقہ ہی کچھ اور ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک شب حضرت رابعہ بصریہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت رابعہ نے طریقت اور حقیقت کی وہ باتیں مجھ سے بیان کیں جن کا خطرہ بھی کبھی میرے دل پر نہیں گزرا تھا۔ جس وقت میں ان کے پاس سے اٹھ کر آیا تو میں نے اپنے آپ کو تہی دست پایا۔ ایک شب خواجہ حسن بصری دوستوں کے ہمراہ حضرت رابعہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ گھر میں اندھیرا تھا۔ اندھیرے کے باعث اندر جانے سے معذور رہے حضرت رابعہ نے اپنی انگلی پر پھونک ماری تو شمع کی طرح روشن ہوگئی۔ روایت ہے، کہ ایک روز حضرت رابعہ بصریہ نے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس موم کا ایک ٹکڑا ایک سوئی اور ایک بال بھیجا اور فرمایا۔ دیکھو موم روشنی پیدا کرتا ہے۔ گھر میں اجالا ہو جاتا ہے۔ مگر خود جل کر فنا ہو جاتا ہے۔ تمہیں بھی خدمت خلق میں اسی طرح فنا ہو جانا چاہئے۔ سوئی ہمیشہ تیز رہتی ہے۔ خواہ اس سے کتنا ہی کپڑا کیوں نہ سیا جائے۔ اس طرح تمہیں بھی رہنا چاہئے۔ یہ سب کام کرنے کے باوجود تمہیں بال جیسا ہو کر رہنا چاہئے، تا کہ تمہیں نعمت حاصل ہو اور وہ برقرار ہے۔

ایک روز حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رابعہ سے کہا کہ حق تعالیٰ نے تمہیں جو بلاواسطہ علم عطا فرمایا ہے۔ مجھے اس علم کی کوئی بات بتلاؤ۔ حضرت رابعہ نے کہا کہ میں نے ایک روز ایک رسی بانٹی تھی۔ اس خیال سے کہ اسے فروخت کر کے ضروریات پوری کروں گی۔ چنانچہ وہ رسی دو درہم میں فروخت ہوئی۔ میں نے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک درہم لے لیا۔ اس خیال سے کہ اگر ایک ہاتھ میں نے دو درہم لے لئے۔ تو میں راہ سے بے راہ ہو جاؤں گی۔

حضرت رابعہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز حضور سرور عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا اے رابعہ تم مجھ سے محبت رکھتی ہو یا نہیں؟ میں نے عرض کیا' یارسول اللہ بھلا کوئی مسلمان ہے' جو آپ سے محبت نہ رکھے میرے دل میں خدا کی محبت اس قدر جاگزیں ہے کہ غیر کی جگہ میرے دل میں باقی نہیں۔ حضور سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا' تم جس خدا کی عبادت کرتی ہو۔ اس خدا کو دیکھا بھی ہے یا نہیں میں نے عرض کیا کیوں نہیں' اگر میں اسے نہ دیکھتی تو عبادت نہ کرتی۔

حضرت رابعہ یہ موسم بہار میں گھر سے باہر نہیں نکلا کرتی تھیں۔ خادمہ نے کہا کہ کسی وقت تو گھر سے باہر آ کر خدا کی صنعت کاری دیکھ لیا کرو۔ موسم بہار ہے ہر طرف ہریالی سے پھول لدے ہوئے ہیں حضرت رابعہ نے جواب دیا مجھے خدا کے مشاہدے ہی سے فرصت نہیں۔ اس کی مصنوعات کو مشاہدہ کر کے کیا کروں۔

ایک دفعہ حضرت رابعہ بصریہ نے سات دن تک روزہ افطار نہ کیا۔ آٹھویں روز بھوک کی شدت سے نفس نے فریاد کی کہ مجھے بھوکا مرتے سات دن تو ہو گئے' کب تک مجھے بھوکا مارو گی تھوڑی دیر بعد کسی شخص نے دروازہ پر دستک دی۔ اور کھانے کا ایک پیالہ حضرت رابعہ کی خدمت میں پیش کیا۔ گھر میں اندھیرا تھا۔ حضرت رابعہ پیالہ رکھ کر چراغ جلانے اٹھیں ابھی چراغ جلا چکی تھیں۔ کہ بلی نے کھانے کا پیالہ گرا دیا۔ رابعہ بصریہ یہ دیکھ کر کہنے لگیں اچھا ایک کٹورہ پانی کا لے آؤ۔ روزہ تو افطار کر لوں پانی لینے گئیں تو چراغ گل ہو گیا۔ ابھی آپ نے پانی سے روزہ افطار نہیں کیا تھا کہ پانی کا پیالہ ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا۔ حضرت رابعہ نے ایک آہ جگر سوز نکالی کہنے لگیں۔ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے؟ ندا آئی تم دنیا چاہتی ہو یا آخرت۔ جس کی تمہاری خواہش ہو پوری کر دی جائے ایک دل میں دنیا اور خدا کی محبت جمع نہیں ہو سکتی۔

حضرت رابعہ فرماتی ہیں کہ میں اسی روز سے دنیا سے دل برداشتہ ہو گئی پھر کبھی دنیا کی طرف رخ نہیں کیا میری ہر وقت یہی دعا تھی یا الٰہی مجھے اپنی حضوری میں مشغول رکھ ایسا نہ ہو کہ دنیا تیری حضوری سے محروم کر دے۔

روایت ہے کہ حضرت رابعہ بصریہ ہروقت رویا کرتی تھیں۔ لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا فرمایا بظاہر مجھے تکلیف یا بیماری نہیں لیکن میرے دل کو ایک آزار لاحق ہے۔ اور میرے سینہ میں ایسی آگ روشن ہے جس کے علاج سے طبیب بھی عاجز ہیں۔ میرے زخم کا مرہم وصال الٰہی ہے۔

ایک روز عابدوں کی ایک جماعت حضرت رابعہ کے پاس آئی حضرت رابعہ نے ان لوگوں سے کہا اچھا یہ بتاؤ تم خدا کی عبادت کس لئے کرتے ہو؟ ان لوگوں میں سے ایک شخص نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے سات طبقے پیدا کئے ہیں۔ خدا جانے میں کس طبقہ میں جاؤں میں تو دوزخ کے عذاب کے خوف سے خدا کی عبادت کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے خوش ہوکر عذاب دوزخ سے محفوظ رکھے۔ دوسرے شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے آٹھ درجے پیدا کئے ہیں۔ ہر درجہ دوسرے درجہ سے بڑھ کر ہے اور ہر درجہ میں ہر قسم کی راحت وآسائش کا سامان ہے حضرت رابعہ نے فرمایا جو شخص کسی طمع یا خوف سے خدا کی عبادت کرتا ہے اس سے بدتر کوئی خدا کا بندہ نہیں۔ ان لوگوں نے دریافت کیا تو پھر تم کس خیال سے خدا کی عبادت کرتی ہو۔ حضرت رابعہ نے جواب دیا۔ کہ میں خدا کی عبادت دوزخ کے خوف سے کرتی ہوں نہ جنت کی طمع ہے، مجھے تو خدا مطلوب ہے۔

ایک روز ایک بزرگ حضرت رابعہ کے پاس آئے حضرت رابعہ کے کپڑے بہت بوسیدہ تھے۔ اس بزرگ نے کہا کہ اگر تم کہو تو کسی رئیس سے کہہ کر تمہارے لئے کپڑوں کا انتظام کیا جائے۔ حضرت رابعہ نے جواب دیا کہ مجھے اس ذات سے شرم آتی ہے۔ جس کی ملکیت ساری دنیا ہے۔ پھر ایسے لوگوں کے سامنے کیوں ہاتھ پھیلاؤں جن کے ہاتھوں میں دنیا بطور عارضی ہے۔ وہ بزرگ حضرت رابعہ کی بلند ہمتی پر حیران رہ گئے۔

روایت ہے کہ علماء کی ایک جماعت حضرت رابعہ کا امتحان لینے آئی۔ ان لوگوں نے کہا کہ حق تعالیٰ نے شرافت اور بزرگی مردوں ہی کو عطا فرمائی ہے۔ عورتیں اس شرافت سے محروم ہیں۔ دنیا میں جتنے پیغمبر حق تعالیٰ کے آئے۔ ان میں ایک بھی پیغمبر عورت نہ تھی۔ حضرت رابعہ نے جواب دیا، ہاں بات تو یہی ہے، لیکن جو بڑائی اور خودی مردوں کے دماغ

میں ہوتی ہے۔ عورتوں کے دماغ میں نہیں ہوتی کسی عورت نے انا ربکم الاعلیٰ کا نعرہ نہیں لگایا۔ اور نہ عورتوں میں کوئی مخنث پیدا ہوا۔ یہ بات سن کر وہ لوگ حیران رہ گئے۔ اور حضرت رابعہ کی بات کا کوئی جواب نہ دے سکے۔

ایک موقع پر حضرت رابعہ بصریہ بیمار ہو گئیں۔ بیماری کا سبب یہ تھا کہ صبح کے وقت ان کے دل میں جنت کا خیال آ گیا تھا۔ اس بات پر خدا کی طرف سے گرفت ہوئی تھی۔ حضرت خواجہ حسن بصری ان کی مزاج پرسی کے لئے آئے۔ جس وقت حضرت خواجہ حسن بصری حضرت رابعہ کے مکان پر پہنچے۔ آپ نے دیکھا کہ مکان کی چوکھٹ پر ایک رئیس سر رکھے پڑا ہوا ہے اور سامنے دیناروں کی ایک تھیلی رکھی ہوئی ہے۔ حضرت خواجہ حسن بصری کے قدموں کی آہٹ سن کر اس رئیس نے سر اٹھایا حضرت خواجہ حسن بصری نے پوچھا کیوں رو رہے ہو کیا بات ہے؟ اس رئیس نے جواب دیا کہ رابعہ عابدہ زاہدہ کی خدمت میں دیناروں کی ایک تھیلی پیش کرنے کے لئے آیا ہوں مجھے اندیشہ ہے کہ وہ انکار نہ فرما دیں۔ اگر میری سفارش فرما دیں۔ تو آپ کا بہت شکر گزار ہوں گا۔ حضرت خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں اندر مکان میں گیا۔ اور حضرت بی بی رابعہ کو اس رئیس کا پیغام پہنچایا۔ حضرت رابعہ نے ان کی طرف گوشہ چشم سے دیکھتے ہوئے کہا کہ حسن تمہیں معلوم ہے کہ جو شخص خدا کو برا بھلا کہتا ہے۔ خدا اس کا رزق نہیں چھینتا۔ لیکن جو لوگ خدا کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔ وہ ظاہری رزق سے محروم رہتے ہیں نہ معلوم وہ دینار حلال کمائی کے ہیں۔ یا حرام کے میں کیوں قبول کروں۔

حضرت رابعہ نے فرمایا کہ ایک روز میں نے سرکاری روشنی میں کھڑے ہو کر اپنا پھٹا ہوا پیراہن سی لیا۔ اسی وقت میرے دل میں ایک گرہ سی لگ گئی اور جب تک اس سیئے ہوئے کو چاک نہیں کر دیا اس وقت تک وہ گرہ دور نہ ہوئی۔

حضرت عبدالواحد عامر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں اور سفیان رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرت رابعہ کی مزاج پرسی کے لئے گئے وہ اس وقت بیمار تھیں مجھ پر ان کی ہیبت اس قدر طاری ہوئی کہ میں ان سے بات نہ کر سکا حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا نے سفیان رحمۃ اللہ

علیہ سے کہا کہو کیسے آنا ہوا' حضرت سفیان نے کہا رابعہ رحمۃ اللہ علیہما اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تا کہ یہ مصیبت تمہارے اوپر ہلکی ہو جائے۔ حضرت رابعہ نے فرمایا سفیان تمہیں معلوم نہیں کہ یہ تکلیف خداداد ہے۔ سفیان نے جواب دیا۔ ہاں آپ نے فرمایا جب تم یہ جانتے ہو کہ تکلیف خداداد ہے۔ تو میں اپنے دوست کے منشاء کے خلاف اس کے کس طرح درخواست کروں۔ حضرت سفیان نے کہا۔ تمہاری کوئی خواہش ہے۔ حضرت رابعہ نے جواب دیا۔ تم اہل علم ہوتے ہوئے ایسی بات کہہ رہے ہو۔ بارہ سال سے میری طبیعت چھوہارے کھانے کو چاہ رہی ہے۔ اور بصرہ میں چھوہارے پیدا نہیں ہوتے۔ میں نے بارہ سال سے چھوہارے نہیں کھائے۔ میں تو غلام ہوں۔ غلام کی کوئی آرزو نہیں ہوتی اندریں حالات اگر میں کسی چیز کی خواہش کروں اور خدا کو منظور نہ ہو تو یہ کفر نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا' حضرت سفیان نے کہا کہ میں آپ کے معاملہ میں کچھ نہیں کہہ کرسکتا۔ آپ میرے متعلق کچھ فرمائیے۔ حضرت رابعہ نے فرمایا کہ اگر تم دنیا کو دوست نہ رکھتے تو بہت اچھے آدمی تھے حضرت سفیان نے پوچھا وہ کیسے۔ حضرت رابعہ نے جواب دیا جاہلیت کی باتیں تو کرتے ہو۔ یہ سن کر حضرت سفیان پر رقت طاری ہوگئی۔

ایک روز حضرت مالک بن دینار حضرت رابعہ بصریہ کے پاس گئے حضرت رابعہ کے سامنے ایک ٹوٹا ہوا کوزہ پانی کا رکھا ہوا تھا۔ آپ کوزہ سے پانی پی رہی تھیں اور وضو بھی کر رہی تھیں آپ کے حجرہ میں ایک بوسیدہ چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ تکیہ کے بجائے سرہانے اینٹیں رکھی ہوئی تھیں۔ حضرت مالک بن دینار کا بیان ہے کہ حضرت رابعہ کی یہ حالت دیکھ کر میرا دل بھر آیا۔ میں نے حضرت رابعہ سے کہا کہ میرے کئی دوست احباب مالدار ہیں اگر تم کہو تو ان سے تمہارے متعلق کچھ کہا جائے حضرت رابعہ نے جواب دیا۔ مالک ایسی غلطی نہ کرنا کیا مجھے اور انہیں روزی دینے والا ایک نہیں ہے میں نے کہا ہاں کیوں نہیں حضرت رابعہ نے کہا روزی رزق دینا ہم درویشوں کو بسبب ہماری درویشی کے بھول گیا ہے۔ اور بسبب تونگری کے مالداروں کو یاد رکھتا ہے میں نے کہا نہیں حضرت رابعہ نے فرمایا۔ جب تمہیں یہ بات معلوم ہے تو اس کی رضا پر راضی ہیں جو وہ چاہتا ہے۔ ہم اس پر خوش ہیں۔

ایک روز حضرت خواجہ حسن بصری اور مالک بن دینار حضرت رابعہ کی خدمت میں گئے صدق وصفا کے متعلق بات چیت ہو رہی تھی۔ حضرت خواجہ حسن بصری نے فرمایا۔ **لیس بصادق صفی دعواہ من لم یصبر علی ضرب مولاہ** وہ آدمی اپنے دعوے میں سچا نہیں ہے جو خدا کے پہنچائے ہوئے زخم پر صبر نہ کرے رابعہ نے کہا اس بات میں خودی کی بو آتی ہے۔ حضرت بلخی نے فرمایا **لیس بصادق فی دعواہ من لم یشکر علی ضرب مولاہ** وہ آدمی اپنے دعوے میں سچا نہیں جو خدا کے پہنچائے ہوئے زخم پر شکر ادا نہ کرے حضرت رابعہ نے مالک بن دینار سے فرمایا تم بھی کچھ کہو۔ انہوں نے فرمایا جسے اپنے دوست کے دیئے ہوئے زخم سے لذت محسوس نہ ہو۔ وہ اپنے دعوے میں سچا نہیں اس کے بعد ان تینوں حضرات نے حضرت رابعہ سے کہا اب آپ اپنی رائے بیان فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا **لیس بصادق فی دعواہ من لم ینس الم الضرب فی مشاهدة مولاہ۔**

وہ آدمی اپنے دعوے میں سچا نہیں جو اپنے محبوب کے مشاہدہ میں اس کے پہنچائے ہوئے زخم کی تکلیف محسوس کرے۔ حضرت رابعہ نے فرمایا' یہ کوئی تعجب کی بات نہیں مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال دیکھ کر پھل کی بجائے ہاتھ زخمی کر دیئے تھے۔ اور ذوق نظارہ میں انہیں اس زخم کی تکلیف کا احساس تک نہ ہوا۔ اگر کسی شخص کی حالت خدا کی محبت میں ایسی ہو جائے تو اس کا کیا کہنا۔

من احب شیئا اکثر ذکرہ:

ایک روز بصرہ کے کوئی شیخ حضرت رابعہ کے سرہانے بیٹھ کر دنیا کی مذمت بیان کرنے لگے۔ حضرت رابعہ نے فرمایا۔ دنیا کی کیا مذمت بیان کرتے ہو تم پکے دنیا پرست اور دنیا دوست ہو۔ اگر تمہیں دنیا سے محبت نہ ہوتی تو دنیا کا ذکر بار بار نہ کرتے آدمی کو جس چیز سے محبت ہوا کرتی ہے۔ وہ اس کا ذکر بار بار کیا کرتا ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں ایک روز ظہر کے وقت حضرت رابعہ کے پاس گیا حضرت رابعہ نے اسی وقت گوشت پکانے کے لئے ہانڈی میں چڑھایا تھا۔ ہمیں باتیں کرتے کرتے عصر کا وقت ہو گیا۔ عصر کی نماز پڑھ کر حضرت رابعہ خشک روٹی کے

چند ٹکڑے اور دو کوزے ٹھنڈا پانی لے کر چولھے کے پاس بیٹھ گئیں۔ مجھے بلایا' حضرت رابعہ نے پکا ہوا گوشت ایک رکابی میں اتار کر سامنے رکھا' وہ گوشت اتنا مزیدار پکا ہوا تھا۔ کہ اس سے زیادہ لذیذ گوشت میں نے کبھی نہیں کھایا تھا۔

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں بعد مغرب حضرت رابعہ کے مکان پر گیا۔ حضرت رابعہ نماز پڑھنے لگیں۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ میں بھی ایک گوشہ میں مصروف عبادت ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو حضرت رابعہ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ کہ تو نے ہمیں بھی اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائی اب دن میں اس نعمت کے شکریہ میں روزہ رکھوں گی۔

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت رابعہ خدا تعالیٰ سے مناجات کیا کرتی تھیں۔

اگر تو نے قیامت کے دن مجھے دوزخ میں بھیجا تو میں ایک ایسا راز آشکارا کر دوں گی کہ دوزخ بھی مجھ سے ایک ہزار سال کی مسافت پر بھاگ کر چلی جائے گی۔

یاالٰہی تو نے دنیا میں ہماری قسمت میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ اپنے دشمنوں کو دے اور آخرت کی نعمتیں جو کچھ لکھی ہیں وہ اپنے دوستوں کو عطا کر اور مجھے تو بس تو ہی کافی ہے۔

اے خدا اگر میں تیری عبادت دوزخ کے خوف سے کرتی ہوں تو مجھے دوزخ میں جلا۔ اور اگر میں جنت کی طمع سے کرتی ہوں تو جنت کو میرے اوپر حرام قرار دے دے اور اگر میں تیری صرف تیرے لئے پرستش کرتی ہوں۔ تو اپنے جمال لازوال سے مجھے محروم نہ رکھ۔

اے خدا اگر تو نے مجھے دوزخ میں ڈالا تو میں فریاد کروں گی۔ کہ میں تجھے دوست رکھتی تھی تو نے اپنے دوست کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ندا آئی لاتظنی بناظن السوء (میرے متعلق برا گمان نہ رکھ)

اے خدا دنیا میں میری تمام آرزو تیری یاد ہے۔ اور آخرت میں تیری ملاقات'

اے خدا میری گزارش بس یہی ہے۔ اب جو تیرا جی چاہے کر' تجھے اختیار ہے۔

کبھی کبھی مناجات میں یہ عرض کیا کرتی تھیں۔ "اے خدا میرے دل کو حاضر کر'

میری غیر حضوری (بے دل) نماز کو قبول فرما۔

حضرت رابعہ کا آخری وقت:

جس وقت حضرت رابعہ کی وفات کا وقت قریب آیا آپ کے سرہانے بڑے بڑے بزرگ تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا تم یہاں سے اٹھ جاؤ اللہ کے قاصد آ رہے ہیں۔ تمام حضرات آپ کے پاس سے ہٹ گئے۔ اسی وقت آواز بلند ہوئی۔ یا آیھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ حضرت رابعہ کا وصال ہو گیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون، ۱۰ محرم ۲۲۷ھ کو رحلت فرمائی۔ آپ کا مزار بغداد کے بیرونی حصے میں واقع ہے۔

قبر میں منکر نکیر سے مباحثہ:

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ وصال کے بعد کسی بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہو منکر نکیر سے کیسی گزری؟ حضرت رابعہ نے فرمایا جس وقت منکر نکیر نے مجھ سے پوچھا من ربک (تیرا رب کون ہے) میں نے ان سے کہا جاؤ خدا سے جا کر کہو کہ جب تو نے اپنی کروڑوں مخلوق میں سے مجھ بڑھیا ضعیفہ کو فراموش نہیں کیا۔ اور نہ میں نے دنیا میں تیرے سوا کسی چیز کو اپنا محبوب رکھا۔ بھلا ایسی حالت میں تجھے فراموش کر سکتی ہوں۔ پھر ان لوگوں کو میرے پاس بھیج کر یہ سوال کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ من ربک (رحمہا اللہ بغفر انہ)

عاشق الٰہی حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہما[1]

چھوٹے سے کمرے میں مٹی کے دیئے کی روشنی میں ایک خوبصورت بالغ لڑکی بارگاہ ایزدی میں نہایت خشوع وخضوع سے محو ذکر وفکر تھی۔ معا اس کے آقا کی آنکھ کھل گئی' اس نے کمرے میں روشنی دیکھی تو اٹھ کر ایک چھوٹے سے سوراخ سے اندر جھانکنے لگا' اس وقت وہ لڑکی جس کا نام رابعہ تھا دست بدعا تھی اور نہایت عجز وانکساری سے کہہ رہی تھی۔

"اے حاکم الحاکمین! میں یتیم ومبتلائے ابتلاء ومصیبت ہوں' غلامی کی زنجیروں نے مجھے جکڑ رکھا ہے' دکھ درد اور جور وستم برداشت کر رہی ہوں' لیکن اس کے باوجود میرا منشاء ومقصود تیری رضا جوئی ہے۔ اے رب العزت میں قلب وروح سے تیری اطاعت کی تمنائی ہوں' مجھے راحت سکون تیری عبادت سے میسر آتا ہے' مگر میں بے بس ولاچار ہوں' میں ایک لمحہ بھی تیرے ذکر سے نہ ہٹتی مگر تم نے مجھے ایک پتھر دل انسان کے ہاتھوں میں سونپ رکھا ہے۔"

آقا نے جب یہ الفاظ سنے تو لرزہ براندام ہو کر تڑپ اٹھا۔ اس نے دوبارہ روزن سے اندر کی جانب جھانکا تو یوں محسوس ہوا جیسے رابعہ کے سر کے اوپر کوئی نورانی چراغ روشن ہو' جس سے سارا کمرہ بقعہ نور بنا ہوا ہے۔ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو رابعہ اٹھ کھڑی ہوئی آقا نے دلگیر آواز میں کہا۔

"رابعہ میں اپنی خطاؤں کی معافی مانگتا ہوں' اب سے تو آزاد ہے' دل چاہے تو میرے پاس رہ سکتی ہو اور اگر کہیں اور جانا چاہتی ہو تو مالک ومختار ہو۔"

رابعہ کو اپنی ساعت پر یقین نہیں آرہا تھا' اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی فریاد کو سن

---

[1] بزرگ ص ۳۱' ۳۸ نواز رومانی۔

لیا تھا اور اسے موقعہ فراہم کر دیا تھا کہ وہ کس حد تک صادق القول ہے۔

اگلے دن سورج طلوع ہوا تو رابعہ گھر سے باہر نکلی اس کی حالت ایسی تھی جیسے سالوں کے بعد کسی بے نوا معصوم پرندے کو پنجرے سے رہائی نصیب ہوتی ہے۔ اس کی نہ کوئی منزل تھی نہ ٹھکانا، اس نے خود کو اپنے رب کریم کے حوالے کر دیا تھا کہ جہاں چاہے لے جائے۔ کبھی کبھی وہ اپنے ہاتھوں کی طرف بھی دیکھ لیتی تھی جس کی ہتھیلیاں اور ناخ شب و روز کی محنت شاقہ کے باعث پھٹ گئے تھے۔ معاً اس کا طائر خیال ماضی کی طرف پرواز کرنے لگا، اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ اپنے باپ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رات کے پچھلے پہر میں اٹھی ہو اور تلاوت قرآن پاک اور عبادت میں مصروف ہو۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے باپ کی شکل گھوم گئی جو زاہد گمنام تھا۔ ہوشربا تنگ دستی و افلاس کے باوجود ایمان و صبر کا دامن تھامے ہوئے تھا اور فقر و فاقہ میں بھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتا تھا۔ اس کے جسم پر ایک پھٹی پرانی گدڑی ہوتی تھی جس پر وہ سفید چادر پہنتا تھا۔ اس کی ماں کا بھی یہی حال تھا اور اس کی تینوں بڑی بہنوں نے بھی اسی ماحول میں آنکھیں کھولی تھیں۔ لیکن کبھی کسی کی زبان پر حرف شکایت نہیں آیا تھا۔ وہ راضی برضا تھے۔ گھر میں ہر وقت اللہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پاک ہوتا رہتا تھا اور قناعت، صبر، شکر، شرم و حیاء عفت و عصمت، حرام سے اجتناب، زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت نے ان کے قلوب و ارواح کو منور کر رکھا تھا۔

ابھی چاروں بہنیں چھوٹی تھیں کہ والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ لیکن جس پاکیزہ ماحول میں ان کی تربیت ہوئی تھی وہ ان کا سرمایہ حیات تھا جس کی موجودگی میں ان کے قدموں میں کبھی لرزش پیدا نہ ہوئی اور نامساعد حالات کے باوجود راہ ہدایت پر گامزن رہیں۔ وہ محنت مشقت کر کے زندگی کے دن گزارتی رہیں۔ چلتے چلتے رابعہ نے گرد و پیش میں نگاہ دوڑائی، وہ بصرے کی ٹیڑھی ترچھی ٹوٹی پھوٹی گلیوں میں سے گزر رہی تھی۔ وہ پھر ماضی کے دھندلکوں میں کھو گئی۔ وہ بصرے کے قحط کا تصور کر کے کانپ اٹھی جس نے ہر سو بھوک کی فصلیں اگا دی تھیں۔ لوگ سوکھے ٹکڑوں کی تلاش میں مارے مارے پھرنے لگتے

تھے۔ ایسے وقت میں جب اللہ کی مخلوق مصائب و آلام کا شکار ہوتی ہے تو بد باطن غنڈے اور بدمعاش میدان میں اتر آتے ہیں اور عوام الناس پر مزید عرصہ حیات تنگ کر دیتے ہیں۔ وہ لڑکیوں اور بچوں کو پکڑ کر لے جاتے ہیں اور امراء و صاحب ثروت افراد کے ہاتھوں فروخت کر دیتے تھے۔ رابعہ کی بہنیں بھی پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے روٹی کی تلاش میں نکلی تھیں اور پھر لوٹ کر نہیں آئی تھیں۔ بہنوں کی جدائی میں رو رو کر اس کا برا حال ہو گیا تھا۔ کئی دنوں کی بھوک سے بیتاب ہو کر ایک دن وہ بھی گھر سے نکلی تو ایک بدمعاش کی نظر پڑ گئی۔ وہ بھاگی لیکن ظالم نے اسے پکڑ لیا اور ایک تاجر کے پاس لے جا کر فروخت کر دیا۔ اس تاجر نے رابعہ کو معمولی سی قیمت پر اس کے موجودہ آقا کے ہاتھ بیچ دیا جس نے آج آزاد کیا تھا۔

اچانک وہ ایک جگہ رک گئی۔ نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ ایک دینی مدرسہ تھا۔ اندر داخل ہوئی اور مدرس سے علم دین کی تحصیل کے لئے درخواست کی۔ اس نے لاغر ناتواں رابعہ کی طرف دیکھا اور لڑکیوں کے پاس بٹھا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ذہانت و فطانت کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ دنوں میں علوم دینیہ میں کمال حاصل کر لیا اور محافل ذکر و فکر میں شرکت کرنے لگی۔ اس نے مردوں کی طرح تعلیم حاصل کی اور ان میں سے کئی ایک پر فوقیت حاصل کر لی۔ اس نے اسرار فقہ و حدیث و تفسیر کو خوب سمجھا۔ مسائل سے آگہی حاصل کی اور بہت سی احادیث مبارکہ ازبر کہیں، کیونکہ ان دنوں حفظ و حدیث بنیاد تعلیم و تعلم تھی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد وہ دل و جان سے عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئیں۔ جب وہ سوتیں تو تھوڑی ہی دیر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھتی تھیں۔ آنسو آنکھوں سے بہنے لگتے، نفس کو ملامت کرنے لگتیں کہ وہ اتنی دیر اپنے رب ودود سے کیوں غافل رہی۔ بعد از نماز عشاء چھت پر جا کر ہاتھ پھیلا کر کہتیں۔

"اے پروردگار! مہ و نجوم روشن ہو گئے، تیری مخلوق بستروں پر دراز ہے۔ امراء اور بادشاہوں نے اپنے دروازے مقفل کر لئے ہیں۔ ہر دوست اپنے دوست سے محو خلوت ہے اور میں یہاں تیرے سامنے کھڑی ہوں۔"

پھر تمام رات عبادت میں مصروف رہتیں، بوقت فجر قرآن پاک کی تلاوت کرتیں

اور دن چڑھے تک مناجات کرتی رہتی۔ پھر کہتیں،

"اے میرے اللہ! رات بیت گئی، کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تو نے میری صلوٰۃ قبول فرمالی ہے، تیری عزت کی قسم میرا یہی طریقہ رہے گا جب تک تو مجھے جواب نہ دے گا۔ اگر تو مجھے اپنے در سے دھتکار بھی دے گا تو میں نہ ہٹوں گی کیونکہ میرا دل تیری محبت میں گھر گیا ہے۔"

اللہ کے عشق ومحبت نے اسے دنیا کی ہر چیز سے بے رغبت کر دیا تھا۔ وہ تھوڑی سی غذا اور تن ڈھانپنے کے کپڑوں پر قناعت کرتی تھیں اور اپنی جوانی کو اللہ تعالیٰ کے عشق سے جلا لیا تھا۔

حضرت امام ابوالقاسم نیشاپوری نے ہوشیار دیوانوں کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے، جس میں بہت سی زاہد و عابد خواتین کا ذکر ہے کہ جو کثرت عبادت وخلوت سے مخبوط الحواس ہوگئی تھیں، انہیں سے ایک حیونہ بھی تھی، یہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی سہیلی تھی۔ ایک رات ان کے پاس تھیں کہ کافی رات گئے حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نیند سے اونگھنے لگے۔ حیونہ نے اس کو جھڑکتے ہوئے جگایا اور بولی۔

"رابعہ اٹھ ہدایت پانے والوں کی شب عروسی کا وقت آ گیا ہے، اری کیسی مقدس وہ ذات جس نے رات کی دلہنوں کو تہجد کے نور سے زینت دی۔"

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا دن رات میں ہزار رکعت نماز پڑھتی تھیں لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا۔

"میرا منشاء ثواب حاصل کرنا نہیں، میں ہادی برحق محبوب الٰہی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ایسا کرتی ہوں تاکہ دوسرے انبیاء سے فرمائیں کہ میری امت کی اس عورت کی طرف دیکھو اس کا عمل کیا ہے۔"

رضائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کا مقصود تھا، اس لئے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتی تھی اور روز جزاء ملاقات کی متمنی تھیں۔ اکثر

کہا کرتی تھیں کہ میں جنت کے لئے عبادت نہیں کرتی بلکہ محبت کی وجہ سے کرتی ہوں۔

آپ صوف کا جبہ پہنتیں اور بوریئے پر آرام کرتی تھیں۔ جوان کا مصلی تھا اپنی خادمہ جس کا نام جھدہ تھا کہا کرتی تھیں کہ بعد از وصال مجھے اس جبّے میں لپیٹ دینا۔ ایک مرتبہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے دیکھا کہ ٹوٹے پیالے سے پانی پی رہی ہیں۔ پھٹا پرانا بوریا بچھا ہے اور تکیئے کی جگہ اینٹیں رکھی ہیں تو بڑے کبیدہ خاطر ہوئے کہنے لگے:

"رابعہ! میرے چند دوست امیر ہیں اگر اجازت دو تو تمہار لیے ان سے کچھ مانگ لاؤں۔"

یہ سن کر حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے جواب دیا۔

"مالک! بڑی بُری بات ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے کیا جو امیروں کو رزق دے سکتا ہے غریبوں کو نہیں دے سکتا۔ مگر اس کی یہی مشیت ہے تو میں راضی بر رضا ہوں۔"

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے جب زاہدانہ زندگی کی ابتدائی کی تھی تو اس وقت اور بعد میں بھی شادی کے پیغامات آتے رہے لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ ایک مرتبہ حضرت عبدالواحد بن زید نے جو علم و تصوف میں حضرت رابعہ کا ہم پلہ تھے شادی کا پیغام دیا تو آپ نے انہیں عرصے تک اپنے گھر آنے نہیں دیا۔ کسی نے شادی نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو جواب دیا کہ جو مجھے تین باتوں کے غم سے چھڑا دے تو میں اس سے شادی کرلوں گی۔ استفسار پر فرمایا کہ پہلی بات یہ ہے کہ کیا میں اپنا ایمان سلامت لے جاؤں گی' دوسری بات یہ کہ کیا قیامت کے دن مجھے میرا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور تیسری بات یہ ہے کہ جب روز محشر داہنے ہاتھ بطرف جنت اور بائیں ہاتھ والے بجانب جہنم جائیں گے تو میں کن لوگوں میں شامل ہوں گی۔ پوچھنے والے نے کہا کہ اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے تو حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا:

''بس یہی بات ہے اور مجھے ان باتوں کی فکر ہے' لہٰذا میں اپنے شوہر کے لئے کیونکر وقت نکال سکتی ہوں۔''

آپ ایک مرد کامل کی سی عقل رکھتی تھیں۔ دقیق مسئلہ بھی آسانی سے حل کر دیا کرتی تھیں۔ آپ کی محفلوں میں بڑے بڑے بزرگ تشریف لایا کرتے تھے' جن میں حضرت امام سفیان ثوری' حضرت مالک بن دینار' حضرت صالح بن عبدالجلیل' حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین قابل ذکر ہیں۔

ایک بار بصرے کا ایک عالم حاضر خدمت ہوا اور دنیا کی باتیں کرنے لگا حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔

''مجھے دنیا سے محبت ہے کیونکہ جس شخص کو جس چیز سے محبت ہو وہ اس کا ذکر اکثر کرتا ہے' اگر تم اس دنیا سے لاتعلق ہو چکے ہوتے تو تجھے برائی کی پرواہ ہوتی نہ بھلائی کی۔''

ایک مرتبہ جب رغبت دنیا پر گفتگو ہو رہی تھی تو حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہا سے فرمایا۔

''تم بہترین صوفی ہوتے اگر دنیا کی محبت نہ ہوتی۔''

''کس چیز میں رغبت دیکھی آپ نے''

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا تو کہا۔

''تم بہت باتیں کرتے ہو۔''

اس سے حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی مراد یہ تھی کہ دنیا کی باتیں کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا جو عام لوگ کرتے رہتے ہیں۔ ایک مرتبہ ہم نشینوں میں صدق کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک زاہد نے کہا'

''وہ شخص سچا نہیں جو اپنے آقا کی بات پر صبر نہ کرے۔''

دوسرا بولا

"وہ آدمی سچا نہیں جو اپنے آقا کی مار پر شکر نہ بجا لائے"

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے کہا۔

"وہ دعویٰ میں سچا نہیں جو دیدار یار میں اس کی مار کو بھول نہ جائے۔"

تمام حاضرین نے صدق کی اس تعریف پر اپنے سر خم کر دیئے یہ صدق کی سب سے اعلیٰ وارفع تعریف تھی۔

بصرے کا ایک مشہور صالح شخص حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی محفلوں میں اکثر آیا کرتا تھا۔ ایک دن بار بار کہے جا رہا تھا۔

"جو شخص برابر دروازہ کھٹکھٹاتا رہے گا یقیناً اس کے لئے کھولا جائے گا۔"

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے سنا تو فرمایا۔

"تو کب تک یہی کہتا رہے گا یہ دروازہ کب بند کیا گیا تھا جو کھولا جائے گا۔"

صالح نے سنا تو بے اختیار بول اٹھا

"بوڑھا جاہل نکلا اور عورت واقف نکلی۔"

ایک دن حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے مقرب ترین دوست تھے پوچھنے لگے۔

"رابعہ تیرا جی کسی چیز کو چاہتا ہے؟"

آپ نے جواب دیا۔

"اللہ جانتا ہے کہ بارہ سال سے میرا دل کھجور کھانے کو چاہتا ہے بصرے میں کھجوریں بہت ہیں مگر آج تک نہیں کھائیں۔ میں تو اللہ کی بندی ہوں اس لئے مجھے اپنی مرضی پر چلنے کا کوئی اختیار نہیں کیونکہ اگر میں ارادہ کروں اور اللہ کا ارادہ نہ ہو تو یہ نافرمانی ہوگی"

اللہ تعالیٰ سے عشق کی یہ انتہا ہے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے گھر میں ایک چور داخل

ہوا' وہاں لوٹے کے سوا کچھ نہ تھا جب واپس جانے لگا تو آپ نے کہا۔

"اگر تم واقعی چور ہو تو کچھ لئے بغیر نہ نکلنا"

"یہاں رکھا ہی کیا ہے"

اس نے کہا تو آپ نے فرمایا۔

"اے مسکین! لوٹے کے پانی سے وضو کر کے اس حجرے میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھ کچھ نہ کچھ تو نکلے گا"

چور حجرے میں گیا تو حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے کہا۔

"اے اللہ! یہ شخص میرے دروازے پر آیا مگر کچھ نہ ملا میں نے اسے تیرے دروازے پر لا کھڑا کیا ہے اپنے فضل و کرم سے اسے محروم نہ کر۔"

چور کو نماز میں لطف آنے لگا رات بھر نماز پڑھتا رہا آپ حجرے میں گئیں تو وہ اپنے نفس کو خطاب کر کے کہہ رہا تھا۔

"جب اللہ مجھ پر عتاب کرتے ہوئے کہے گا کہ میری نافرمانی میں شرماتا نہیں تھا لیکن خود کو مخلوق سے چھپاتا تھا تو کیا جواب دے گا۔"

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے سنا تو کہا

"رات کیسی گزری"

اس نے جواب دیا۔

"میں رب کریم کے سامنے ذلیل بن کر کھڑا ہوا تو اس نے میرا عذر قبول کر لیا میرے گناہ بخش دیئے اور مجھے میرا مطلوب دے دیا۔"

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے ایک سے زائد حج کئے' لیکن ان کا زمانہ متعین کرنا دشوار ہے کیونکہ اس ضمن میں تاریخ خاموش ہے۔ آپ نے بڑی طویل عمر پائی' آپ کی ولادت پہلی صدی ہجری کے آخر میں اور وفات ۱۸۰ ہجری میں ہوئی۔ وصال سے

قبل آپ پر نقاہت و ناتوانی غالب آ گئی ہر وقت گریہ کا عالم طاری رہتا تھا اور دعا کرتیں تھیں کہ جو مرض مجھے لاحق ہے اس کا علاج کسی طبیب کے پاس نہیں ہے اس لئے اللہ مجھے موت دے دے۔ ہفتہ بھر میں تھوڑا سا کھاتی تھیں شدت بھوک سے اعضا ٹوٹنے لگتے لیکن معمولات میں سرمو فرق نہیں آیا۔ گوشہ تنہائی سے شاذ ہی باہر نکلتی تھیں۔ ایک چھوٹے سے بانس پر اپنا کفن لٹکا رکھا تھا۔ آخری ایام میں کھانا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ جب موت قریب آ گئی تو خادمہ سے کہا کہ میری وفات کا علم عام نہ ہو۔ بالوں کا جبہ جو میں پہنتی تھی اور سامنے لٹکا ہوا ہے اسی کا کفن دیا جائے اور سر کو سیاہ چادر سے ڈھانپ دیا جائے دم نزع کچھ دوست پاس موجود تھے ان سے کہنے لگیں۔

"راستہ کشادہ کر دو موت قریب آ گئی ہے۔"

اور جب آپ کی روح مبارک قفس عنصری سے جدا ہوئی تو وہ کلمہ شہادت پڑھ رہی تھیں چنانچہ تجہیز و تکفین کے بعد اس عاشق صادقہ کو بصرے میں ہی سپرد خاک کر دیا گیا۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ معرفت الٰہی کے دروازے مرد و عورت سب کے لئے کھلے ہیں۔ اس کی راہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین کی روشنی میں چلنا ہمارا کام ہے۔ باقی فضل و کرم کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے کہ وہ ہمارے سجدوں کو شرف قبولیت بخشے اور اپنی معرفت کے شیریں جام پلا دے۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا آج بھی زندہ ہیں۔ اس لئے ہر پاک طینت و زاہدہ و عابدہ کو وقت کی رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کہا جاتا ہے۔

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا[1]

ایک شخص ہر قدم پر دو رکعت نفل ادا کر رہا تھا۔ سینے میں ذوق و شوق کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ دل میں وفور جذبات اور محبت و عقیدت کے اجالوں میں یہ لہریں بھی دل و دماغ سے اٹھ رہی تھیں۔ کہ لوگ تو قدموں پر چل کے حج بیت اللہ کو جاتے ہیں اور میں سر اور آنکھوں کے بل رب دو جہاں کے گھر کی زیارت کو جا رہا ہوں۔ قدم قدم پر پلکوں سے رہ دوست چومتا ہوا جا رہا ہوں اور انہیں پلکوں سے دربار پہ دستک دوں گا۔ شاید قبولیت کا درجہ حاصل ہو جائے۔ مسرتوں اور امیدوں کے گجر دل میں بج رہے تھے۔ اسی شوق بے پایاں میں چودہ سال بیت گئے۔ آخر انتظار کے لمحے ختم ہوئے اور وہ بزرگ اس بلاد امن داماں میں داخل ہوئے۔ نگہ شوق اٹھائی تو خانہ کعبہ وہاں موجود نہیں تھا۔ حیرت میں ڈوب گئے۔ سمجھے شاید میری بینائی جاتی رہی۔ یا میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ ندا آئی' اے ابراہیم! کعبہ ایک خاتون کے استقبال کے لئے گیا ہوا ہے۔

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے سامنے دیکھا تو حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا تشریف لا رہی تھیں۔ ضعیف تھیں' لاٹھی کے سہارے آہستہ آہستہ چلی آ رہی تھیں اور خانہ کعبہ بھی اپنی جگہ پہنچ چکا تھا۔ یہ حضرت رابعہ بصری کا دوسرا حج تھا۔ پہلی مرتبہ حج کا ولولہ دل میں اٹھا تو اس وقت آپ ایک جنگل میں مقیم تھیں۔ ایک قافلہ مکہ مکرمہ جا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہو لیں ایک لاغر سے گدھے پر راستے کا ضروری سامان لاد لیا۔ کچھ دن تو آپ قافلے کے ساتھ سفر جاری رکھ سکیں مگر گدھا کمزور تھا۔ وہ راستے میں مر گیا اور قافلے والے انہیں وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ آپ سخت پریشان ہوئیں' اس مقام پر آپ نے رب کعبہ کے حضور عرض کی' اے رب ذوالجلال کیا' مجبوروں' مفلسوں اور ناداروں کے ساتھ

سو اولیاء کرام ص ۱۷۸' ۱۸۵' طاہر لاہوری۔

یہی کچھ کیا جاتا ہے؟ میرے مالک تو نے خود ہی میرے دل میں حج کا شوق پیدا کیا۔ اب راستے میں مجھے بے یار و مددگار بنا دیا۔ آسمان کی طرف ابھی منہ اٹھا کر شکوہ کر ہی رہی تھیں کہ گدھا زندہ ہو گیا۔ آپ نے مالک کا شکر ادا کیا اور مکہ کی جانب روانہ ہوئیں۔

وہاں پہنچ کر فریضہ حج ادا کیا اور اپنا گدھا جو بہت تندرست اور توانا ہو چکا تھا۔ معقول قیمت پر فروخت کر دیا۔ کچھ دن وہاں رہ کر مالک دو جہاں سے کہا۔ اے مالک تو نے مجھے مٹی سے پیدا کیا اور یہ تیرا گھر پتھر کا بنا ہوا ہے۔ لہٰذا میں بغیر کسی واسطے کے تیرا دیدار کرنا چاہتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے رابعہ کو جواب میں فرمایا۔ اے رابعہ نظام کائنات زیر و زبر ہو جائے گا۔ تم تمام عالم کی تباہی کا الزام اپنی گردن پر لینا چاہتی ہو۔ جانتی ہو جب موسیٰ نے دیدار کی خواہش کی تو ہم نے اپنی تجلیات کی ایک کرن کوہ طور پر ڈال دی۔ وہ پاش پاش ہو گیا۔ بلا واسطہ دیدار کی خواہش دل سے نکال دے۔ پھر دوسرے حج پر رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے مقامات جلیلہ اتنے بلند ہو چکے تھے کہ خانہ کعبہ خود چل کر آپ کے استقبال کے لیے چلا گیا۔ حضرت ابراہیم ادھم نے کہا۔ رابعہ رحمۃ اللہ علیہا! تم نے یہ کیا تمام نظام درہم برہم کر رکھا ہے۔ حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا نے جواب دیا۔ میں نے کچھ درہم برہم نہیں کیا' بلکہ تم نے ایک ہنگامہ آرائی کا سامان پیدا کر دیا تھا۔ اور چودہ سال بعد حج بیت اللہ کے لیے پہنچے ہو۔

خاندان اور پیدائش:

صورت حال یہ تھی کہ گھر میں نہ آٹا دانہ تھا نہ تیل نہ کوئی دوسرا سامان تھا۔ ایسے میں اس افلاس زدہ گھر میں رات کے وقت بے سروسامانی کے عالم میں ایک بچی پیدا ہوئی۔ نہ کوئی طبی سہولت نہ چراغ جلانے کا بندوبست' اتنا سا کپڑا بھی گھر میں نہیں تھا کہ نومولود بچی کو اس میں لپیٹ لیا جائے۔ باپ نے عہد کر رکھا تھا کہ خدا کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگوں گا۔ یہ بچی تین لڑکیوں کے بعد چوتھی لڑکی تھی۔ باپ نے اس کا نام اسی مناسبت سے رابعہ رکھا۔ باپ مرتاض اور عبادت گزار تھے۔ اسی پریشانی میں سو گئے' خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت باسعادت ہوئی۔ فرمایا تیری یہ بچی راہ حق میں بلند مرتبے حاصل کرے گی۔ اس

کی مقبولیت کا بارگاہ ایزدی میں یہ مرتبہ ہوگا کہ اس کی شفاعت سے میری امت کے ایک ہزار بندے بخشے جائیں گے اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ صبح والئی بصرہ کے پاس جانا ایک کاغذ پر لکھ کر لے جانا کہ تو روزانہ مجھ پر ایک سو مرتبہ درود بھیجتا ہے اور جمعہ کو چار سو مرتبہ دورد بھیجتا تھا۔ مگر اس جمعہ کو درود بھیجنا بھول گیا۔ اس کے کفارہ میں رقعہ لانے والے کو چار سو دینار دے دینا۔ صبح بیدار ہوئے تو بہت روئے اور رقعہ پر وہ تحریر لکھ کر والئے بصرہ کے پاس گئے اور دربان کے ہاتھ یہ رقعہ اندر بھیج دیا۔ والی نے اندر بلایا' بڑا احترام کیا' عزت کی' چار سو دینار دے کر اور یہ کہہ کر بڑے تپاک سے رخصت کیا کہ جس چیز کی جب بھی ضرورت ہو فوراً مجھے اطلاع کر دیا کرنا۔

وہ چار سو دینار لے کر گھر آئے۔ تمام ضروری سامان خریدا اس سے گھر کی کایا پلٹ گئی۔ چار سو دینار بڑی رقم ہوتی تھی۔ خدا کی قدرت حضرت رابعہ بصری نے ہوش سنبھالا تو والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ایک مرتبہ پھر گھر کا شیرازہ بکھر گیا۔ قحط سالی کا دور تھا۔ آپ کی تینوں بڑی بہنیں۔ فاقوں سے تنگ آ کر کہیں چلی گئیں۔ کوئی پتہ نہ چل سکا کہ وہ کہاں چلی گئیں۔ اس صورت حال میں آپ بھی کہیں چلی گئیں اور ایک ظالم کے ہتھے چڑھ گئیں جس نے آپ کو اپنی کنیز بنالیا اور کچھ دنوں بعد بہت ہی کم قیمت پر آپ کو فروخت کر دیا۔ خریدنے والے نے گھر لا کر آپ کو بے حد مشقت والا کام دیا اور بڑے سخت کام آپ سے لینے شروع کر دیئے۔ ایک دن آپ کہیں جا رہی تھیں کہ اچانک ایک بھیانک چہرے والا نامحرم شخص آ گیا آپ ڈر کر دوڑیں اور گر گئیں اور ہاتھ ٹوٹ گیا۔ اس وقت آپ کے دل سے ایک ہوک اٹھی۔ اسی وقت روتے ہوئے سر سجدے میں رکھ دیا اور گڑ گڑا کر اللہ تعالیٰ سے التجا کی۔ اے مالک کائنات میں بے یارومددگار تو پہلے ہی تھی۔ اب یہ ہاتھ بھی ٹوٹ گیا۔ مالک اس کے باوجود میں تیری رضا چاہتی ہوں۔ دریائے رحمت میں جوش آ گیا اور غیب سے ندا آئی' اے رابعہ غمگین نہ ہو کل ہم تجھے وہ مرتبہ عطا کرنے والے ہیں جس پر فرشتے بھی رشک کریں گے۔

اس پر آپ خوش ہو گئیں اور اپنے مالک کے گھر چلی گئیں۔ وہاں آپ کا معمول یہ

ہوگیا کہ دن بھر روزہ سے رہتیں اور رات عبادت میں گزار دیتیں۔ ایک رات اچانک آپ کے مالک کی آنکھ کھل گئی۔ تو اس نے دیکھا کہ نور کا ایک شعلہ کمرے کو روشن کیے ہوئے' حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا سجدے میں تھیں اور اس نور کی کرنیں آپ پر نچھاور ہو رہی تھیں اور ہچکیوں میں یہ دعا مانگ رہی تھیں۔ اے غفور الرحیم میں تو ہر وقت تیری عبادت میں مشغول رہتی۔ مگر کیا کروں تو نے مجھے غیر کا محکوم بنا رکھا ہے' مجبور ہوں مجھے معاف کر دینا' یہ منظر دیکھ کر مالک کانپ گیا۔ خدا کا خوف اس پر طاری ہوگیا۔ وہ سر سے پاؤں تک لرز اٹھا۔ بہت پشیمان ہوا کہ ایسی' ہستی کی تو مجھے خدمت کرنی چاہئے تھی۔ باقی رات وہ سو نہ سکا' صبح حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا کو بڑے ادب سے بلایا۔ جب وہ آئیں تو وہ ادب سے کھڑا ہوگیا' معافی مانگی اور کہا کہ اگر آپ یہاں رہنا چاہیں تو عمر بھر میں آپ کی خدمت کروں گا۔ اگر کہیں جانا چاہیں تو آپ آزاد ہیں۔

آپ وہاں سے آگئیں اور دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوگئیں' روایت ہے کہ آپ رات دن میں ایک ہزار رکعت ادا کرتیں۔ آپ نے جنگل میں رہائش اختیار کر رکھی تھی۔ کبھی کبھی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس وعظ میں شریک ہوتیں۔ پھر ایسا وقت بھی آیا کہ آپ محفل وعظ میں تشریف نہ لائیں تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وعظ ملتوی کر دیتے۔ کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا۔ ہاتھیوں کے برتن کا کھانا چیونٹیوں کے برتن میں کیسے سما سکتا ہے۔

کہتے ہیں جب انتہائی افلاس کے دن تھے اور کوئی پرسان حال بھی نہیں تھا تو آپ گانے بجانے والی عورتوں کی ٹولی میں بھی شریک رہیں مگر جلد ہی توبہ کر لی اور عبادت میں مشغول رہتیں۔ ایک دو بھوکے آدمی آپ سے ملنے آئے اور دل میں خیال کیا کہ کیا ہی اچھا اگر رابعہ بصری ہمیں کھانے کو کچھ پیش کر دیں۔ جب وہ آپ کے پاس پہنچے تو گھر میں صرف دو ہی روٹیاں تھیں۔ وہ ان کے سامنے رکھ دیں۔ ابھی انہوں نے کھانا بھی شروع نہیں کیا تھا کہ باہر سے فقیر نے آواز دی' بھوکا ہوں کچھ کھانے کو مل جائے۔ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے وہ دونوں روٹیاں ان کے آگے سے اٹھا کر فقیر کو دے دیں۔ مہمان فوری طور پر

کچھ خفیف سے ہوئے۔ ابھی خفت ان کے چہرے پر ہی تھی کہ دروازہ کھلا اور ایک کنیز گرم گرم روٹیاں لے کر آ گئی۔ اور عرض کی یہ میری مالکن نے بھیجی ہیں۔ حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا نے وہ روٹیاں گنیں تو اٹھارہ تھیں۔ آپ نے فرمایا، شاید تو غلط جگہ پر آ گئی ہے یہ روٹیاں میری نہیں، تیری مالکن نے کسی اور کے لیے بھیجی ہیں۔ کنیز نے بہت کہا کہ آپ کے لیے ہی بھیجی ہیں۔ مگر آپ نے اسے واپس کر دیا۔ کنیز روٹیاں لے کر مالکن کے پاس گئی اور تمام ماجرا بیان کیا۔ مالکن صاحب نظر تھی اس نے روٹیاں گنیں تو اٹھارہ تھیں اس نے دو روٹیاں رکھ کر کہا جاؤ اب لے جاؤ۔ جب حضرت رابعہ نے اب کے روٹیاں گنیں تو بیس تھیں آپ نے لے لیں۔ وہ بیس روٹیاں مہمانوں کے آگے رکھ دیں اور فرمایا خوب پیٹ بھر کے کھاؤ، رزق حلال ہے، وہ گو حیرت زدہ تھے مگر کھانا خوب پیٹ بھر کے کھایا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو مہمانوں نے پوچھا کہ آخر یہ سب کچھ کیا تھا؟ آپ نے فرمایا تم جب یہاں آئے تو مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ تم بھوکے ہو اور رزق حلال چاہتے ہو مگر گھر میں صرف دو ہی روٹیاں تھیں۔ جو ناکافی تھیں، سائل آیا تو میں نے وہ اسے دے کر مالک سے دعا کی مالک تیرے بھیجے ہوئے مہمان زیادہ بھوکے ہیں تو نے ایک کے بدلے دس دینے کا وعدہ کیا ہے اب تو ہی کرم فرما یہ تیرے مہمان ہیں اور مجھے اپنے مالک کے وعدے پر مکمل یقین تھا۔ اسی اثناء میں کنیز جو روٹیاں لے کر آئی وہ اٹھارہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق انہیں بیس ہونا چاہیے تھا میں نے اپنے مالک کے وعدے کو پورے یقین کے ساتھ سمجھ رکھا ہے کیونکہ وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ تب روٹیاں واپس کیں روٹیاں بھیجنے والی بھی عبادت گزار تھی۔ اس نے دو روٹیاں مزید رکھ کر دیں اپنے یقین کو اس حد تک پختہ کر لو۔

حضرت صالح عامری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعظ میں فرمایا کرتے تھے کہ مسلسل دروازہ کھٹکھٹایا جائے۔ تو ایک دن دروازہ ضرور کھلے گا۔ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر دستک دیتے رہو اس محفل میں حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا بھی موجود تھیں۔ فرمایا، حضرت جی کیا اللہ تعالیٰ اپنا دروازہ بند رکھتے ہیں؟ یہ فقرہ حضرت صالح عامر کے دل میں اتر گیا۔ آپ

رو دیئے اور اپنے آپ سے فرمایا' اے بڈھے تمام عمر یہ بات تیری سمجھ میں نہیں آئی' مگر ایک عورت یہ بات سمجھ گئیں۔ آپ نے حضرت رابعہ کو بہت داد دی۔

ایک مرتبہ مسلسل سات دن روزے سے رہیں' رات کو آرام بھی نہ کرتیں۔ آٹھویں دن نفس بلبلا اٹھا۔ اور فریاد کی' مجھے اور کتنی اذیت دو گی؟ اسی وقت ایک شخص پلیٹ میں کوئی کھانے کی چیز لے کر آ گیا۔ چراغ روشن کرنے اٹھیں اتنے میں ایک بلی آئی۔ پلیٹ پر جھپٹی تو پلیٹ الٹ گئی۔ خود روزہ افطار کرنے کے لیے اٹھیں۔ تو ٹھوکر لگی پانی کا آب خورہ گر کر ٹوٹ گیا اور چراغ بجھ گیا اس پر ایک آہ بھری اور کہا اے میرے مالک مجھے کیوں اتنی سزا دے رہے ہو ندا آئی اگر دنیا کی نعمتیں چاہتی ہو تو تیرے سامنے دنیا کی نعمتوں کے انبار لگا دیتا ہوں۔ مگر اس کے بدلے میں اپنی محبت کا کرب تیرے دل سے نکال دوں گا کیونکہ میری محبت کا غم اور دنیا کی محبت کا غم ایک دل میں اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ اس پر آپ نے حُب دنیا سے دل کو بالکل خالی کر دیا۔

لوگوں نے پوچھا کوئی مرض بھی نہیں اور کوئی بیماری بھی نہیں پھر آپ ہر وقت کیوں آہیں بھرتی رہتیں ہیں۔ ہائے ہائے کرتی رہتیں ہیں ہر وقت آنسوؤں کی جھڑی لگی رہتی ہے؟ فرمایا' میں بیمار ہوں مگر بیماری ایسی ہے۔ جس کو تم نہ دیکھ سکتے ہو نہ جان سکتے ہو اور اس کا کوئی تمہارے پاس علاج بھی نہیں ہے اس کا علاج صرف وصال خداوندی ہے۔

ایک مرتبہ کچھ لوگ آزمائش کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ نہ عورت نبی ہو سکتی ہے اور نہ پیغمبر' نہ مردوں پر عورت کو خدا نے فضیلت دی ہے اس کے باوجود آپ کو اپنے مرتبے پر اتنا فخر کیوں ہے؟ فرمایا' آپ نے ٹھیک کہا لیکن کبھی کسی عورت نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟ اور پھر سینکڑوں مرد ہجڑے بن کر پھرتے ہیں۔ کبھی کوئی عورت بھی ہیجڑا بنتے دیکھی ہے؟ اس سوال کے جواب میں ایک اور مقام پر فرمایا یہ تو ٹھیک ہے کہ عورت نبی نہیں ہو سکتی مگر نبی کو جنم تو دیتی ہے اور پھر یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ جہنم کے خوف سے اور جنت کے لالچ میں عبادت کرتے ہیں وہ بہت برے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے پوچھا۔ رابعہ یہ عظمتیں

تم نے کیسے پائیں۔ فرمایا ہر شے کو یاد الٰہی میں گم کر کے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' رابعہ مجھے ان علوم کا راز بتاؤ۔ جو تم کو پروردگار نے بغیر کسی واسطے کے عطا کیے۔ حضرت رابعہ نے جواب دیا۔ میں نے تھوڑا سا سوت کات کر بازار میں فروخت کیا تا کہ چھوٹی چھوٹی ضرورتیں پوری کرلوں اس سے مجھے دو درہم ملے۔ میں نے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک درہم پکڑ لیا اور اس خیال میں گم ہو گئی کہ اگر دونوں درہم ایک ہاتھ میں لے لوں تو یہ دو ہو جائیں گے اور یہ واحدنیت کے خلاف ہے۔ میری گمراہی کا سبب نہ بن جائیں اور دل میں جو ہر اس وحدہ لاشریک کے فراق کی مجھے تڑپائے رکھتی ہے۔ وہ ختم نہ ہو جائے' نکاح نہ کرنے کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا' جو عظمتیں مجھے ملی ہیں ان کو برباد کرنا نہیں چاہتی اور نہ ہی اپنی عاقبت کو مشکوک بنانا چاہتی ہیں۔

کسی نے آپ سے پوچھا' توبہ کیا ہے' فرمایا' زبان سے توبہ تو جھوٹے لوگ کرتے ہیں' اگر صدق دل سے توبہ کی جائے تو پھر تمام عمر توبہ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی' اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کا نام معرفت ہے' عارف کی شناخت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے پاکیزہ دل طلب کرتا ہے اور جب اسے پاکیزہ دل عطا ہو جاتا ہے تو پھر وہ اس کو اپنے مالک کے حوالے کر دیتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ حضرت حسن بصری کے ہاں گئیں تو وہ چھت پر بیٹھے آنسو بہا رہے تھے۔ ان کے متعلق روایت ہے کہ وہ زندگی بھر مسلسل آنسو بہاتے رہے۔ حضرت رابعہ بصری نے دیکھا کہ حسب معمول آنسو برس رہے ہیں تو کہا اگر یہ فریب کے آنسو ہیں تو انہیں بند کر دو۔ آپ کے باطن میں ایسا سمندر موجیں مار رہا ہے۔ جس میں اگر دل ڈوب جائے تو آپ تلاش کریں تو بھی نہ ملے۔ اللہ تعالیٰ ایسی قدرت رکھتے ہیں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ ناگوار تو گزرا مگر خاموش رہے' ایک دن حضرت رابعہ دریائے فرات کے کنارے پر تھیں کہ اتنے میں حضرت حسن بھی آ گئے اور آتے ہی دریا کے پانی پر مصلیٰ بچھا کر کہا آؤ دونوں یہاں نماز ادا کریں۔ حضرت رابعہ نے کہا اگر یہ شعبدہ لوگوں کو دکھانے کے لیے ہے تو بہت خوب لوگ بیچارے تو ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ کہہ کر انہوں نے

ہوا کے اوپر مصلیٰ بچھا دیا اور کہا آیئے وہاں نماز ادا کریں جہاں کوئی نہ دیکھے۔ لیکن یہ سب کیا ہے؟ جو کام آپ نے کیا ہے جو کچھ کارنامہ آپ نے انجام دیا۔ وہ تو پانی کی مچھلی بھی انجام دے سکتی ہیں اور جو تیر میں نے مارا ہے۔ وہ تو ایک مکھی بھی انجام دے سکتی ہے اسی طرح کسی نے پوچھا محبت کیا ہے؟ مائی صاحبہ نے فرمایا محبتِ تو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی۔ مگر دنیا نے اسے قبول نہیں کیا اس لیے وہ ذات خداوندی میں ضم ہو کر رہ گئی' ایک مرتبہ آپ جنگل میں تھیں جنگل کے تمام جانور آپ کے گرد جمع تھے' اتنے میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ آ گئے تمام جانور بھاگ گئے حضرت حسن بصری نے فرمایا رابعہ رحمۃ اللہ علیہا یہ کیا ؟ حضرت رابعہ نے پوچھا آپ نے آج کیا کھایا؟ آپ نے فرمایا' گوشت روٹی' تب حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا' جب آپ ان کا گوشت کھائیں گے تو وہ یقیناً آپ کو دیکھ کر بھاگ جائیں گے۔

اکثر آپ یہ دعا کرتیں' اگر محشر میں تو نے مجھے جہنم میں ڈال دیا تو میں تیرا ایسا راز ظاہر کر دوں گی جس کو سن کر دوزخ مجھ سے ایک ہزار سال کی مسافت پر چلی جائے گی اور یہ دعا بھی کرتیں کہ دنیا میں جو کچھ تو نے میری قسمت میں لکھا ہے وہ اپنے اچھے لوگوں میں بانٹ دے اور عاقبت میں جو میرا حصہ ہے وہ اپنے دوستوں میں بانٹ دے۔ کیونکہ میرے لیے تو صرف تیری ذات پاک ہی کافی ہے' اگر میں جہنم کے ڈر سے عبادت کرتی ہوں تو مجھے جہنم میں جھونک دے' اگر جنت کی لالچ سے میں عبادت کرتی ہوں تو جنت مجھ پر حرام کر دے اور اگر میری عبادت صرف تیرے دیدار کے لیے ہے تو مجھے اپنے دیدار سے سرفراز فرما۔

آپ شاعرہ بھی تھیں:

وہ شاعرہ تھیں ایسی شاعرہ جس کے شعروں میں خدا کے نور کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا وہ اپنے شعروں میں اپنے دل کی کیفیات کا اظہار بڑے بے باکانہ طور پر کرتی ہیں ان کے اشعار سے ایسے ظاہر ہوتا ہے جیسے وہ اپنے دل کی عمارت سے دنیائے ہست و بود کا سارا کباڑ خانہ اٹھا کر باہر پھینک چکی ہیں بوسیدہ عمارت دل کو از سر نو دھو کر صاف کر کے' اشکوں اور آہوں کی حرارت اور نمی سے پاکیزہ کر کے ذکر الٰہی کی سفیدی کر کے محبت الٰہی

کا جگمگانے والا پینٹ کر کے آنکھوں کی نمی سے، پلکوں کے برش سے اتنے خوبصورت نقش ونگار سجا لیے ہیں کہ دل کی بوسیدہ اور ٹوٹی ہوئی عمارت جنت کا نورانی محل بن گیا ہے۔

اس شاعرہ کے شعروں کا ترجمہ جو انہوں نے مناجات کے طور پر لکھے اس طرح کا مفہوم رکھتے ہیں اپنے رب سے مخاطب ہیں اور فرماتی ہیں۔

اے میرے معبود!

اے میرے رب!

اگر میں تیری عبادت جہنم کے ڈر سے کرتی ہوں تو مجھے جہنم کا لقمہ بنا دے مجھے اسی دہکتے ہوئے دوزخ میں جھونک دے۔

اگر میں تیری عبادت جنت کے لالچ میں کرتی ہوں تو تو مجھے اس سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دے۔ اور اگر میں صرف تجھ سے، تیری ذات سے صرف تیرے لیے محبت کرتی ہوں تو اے میرے مولا! میرے خالق! مجھے اپنے جمال ازلی سے محروم نہ کرو۔

اور اس نورانی وصف، نورانی دل اور نورانی ذہن کی مالک شاعرہ نے محبت الٰہی میں جو کچھ کہا وہ شعر بن گیا، ایسے شعر جن کو انسانی عقل کہہ نہیں سکتی۔ وہ اس رب ذوالجلال کی جانب سے دل پر وارد ہوتے اور نور کی کرنیں بن کر اترتے ہیں وحی تو پیغمبروں اور نبیوں پر نازل ہوتی ہے سچے شاعر پر سچی محبت کے آئینے میں ہر شعر نور کی شعائیں بن کر نازل ہوتا ہے بھیجنے والے کی محبت کا دم بھرنے والوں کے دلوں پر اس محبت کے نورانی نغمے آسمان سے نازل ہوتے ہیں وہ اپنے رب سے اس طرح بھی مخاطب ہوتی ہیں۔

وہ محبت دو طرح سے ہے۔ ایک محبت تو آرزو اور تمنا کی محبت ہے۔ اور دوسری صرف تیری محبت ہے۔ میری وہ محبت جو آرزو اور تمنا سے معمور ہے۔ وہ تو کوئی اہمیت نہیں رکھتی، لیکن وہ محبت جو صرف تیری ذات سے ہے اسی کا واسطہ دے کر کہتی ہوں۔ تو حجاب کو دور کر دے پردوں کو ہٹا دے تاکہ میری آنکھیں تیرا جلوہ دیکھ سکیں۔

یہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے اشعار ہیں جن پر حضرت امام غزالی رحمۃ

اللہ علیہ تبصرہ فرماتے ہوئے (اس کا ذکر احیاء العلوم دین الغزالی میں ہے) لکھتے ہیں' رابعہ عدد یہ (رابعہ بصری) نے اپنے اشعار میں خواہش' آرزو اور تمنا کی جس محبت کا ذکر کیا ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا احسان اور انعام جن کی بارش وہ اپنے بندوں پر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے جس محبت کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ دیدار الٰہی اور جمال خداوندی کی محبت جس کا نظارہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے دل کی آنکھوں نے کیا یہی خالص اور ارفع محبت ہے یہی محبت سب سے بہتر اور برتر ہے جمال ربوبیت کی لذت کی بجائے خود ایک بہت بڑا مقام رکھتی ہے اسی کے بارے میں حدیث قدسی میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے نیک اور صالح بندوں کو وہ چیز دیتا ہوں جسے نہ عام آنکھ دیکھ سکتی ہے نہ عام کان سن سکتے ہیں اور نہ ہی جس کا خیال کسی انسان کے دل سے گزر سکتا ہے۔

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی شاعری حب الٰہی سے ہی وابستہ ہے انہوں نے اس سلسلے میں بہت شعر کہے ہیں کتب تصوف اور طبقات تصوف کو کھنگالا جائے تو حب الٰہی کی بہت سی تجلیات ملیں گی جو حضرت رابعہ کے دل پر جلوہ فگن ہوئیں اور جنہوں نے آپ کے شعری حسن کو بیدار کیا۔

وہ اپنے پروردگار سے اس طرح بھی مخاطب ہیں اپنے نفس سے مخاطب ہیں۔

اے نفس!

تو اللہ تعالیٰ سے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے حالانکہ تو اس کی نافرمانی بھی کرتا رہتا ہے کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی عجیب و غریب بات ہو سکتی ہے؟

اگر تیری محبت سچی ہے' صادق ہے
تو اپنے رب کی اطاعت کر
کیونکہ' محبت کرنے والا
جس سے محبت کرتا ہے
اس کی اطاعت بھی ضرور کرتا ہے۔

پہلی صدی ہجری میں حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ اپنے زہد کی بنیاد حزن والم کو قرار دیتے ہیں آپ کی حیات روحیہ کا تمام تر نظام حزن وملال اور خوف خدا پر مبنی ہے ان کے مطابق روح کی پاکیزگی، قلب کی صفائی، اور عمل کی طہارت کے لیے اس سے زیادہ کوئی وسیلہ نہیں کہ انسان خوف خدا سے معمور ہو جائے اور اس کی آنکھیں اپنے گناہوں کی پشیمانی پر ہر وقت بھیگی رہیں دنیا کو ہیچ سمجھے اور پچھلے گناہوں اور آنے والے مصائب سے دہشت زدہ رہے تصوف میں دہشت حزن وملال کا مسلک حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہے۔

دوسری صدی ہجری میں تصوف میں ایک اور مکتب خیال نمایاں ہوا اس مسلک میں زہد کو آمیزش محبت کی بنیادوں پر استوار کیا گیا یہ اصول اور مسلک حضرت رابعہ بصری کی ایجاد ہے اس کو تصوف میں ایک جدید طرز کا اضافہ کہا گیا ہے۔

اس ضمن میں مصطفیٰ عبدالرزاق پاشا کی، تخلیق اور تحریر کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت رابعہ عدوی یا بصری وہ پہلی ہستی ہیں جنہوں نے تصوف میں حب الٰہی کی نغمہ سرائی کی ان کے خیالات نظم ونثر میں موجود ہیں۔

بوقت آخر مشائخین بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا آپ باہر چلے جائیں اور فرشتوں کے لیے جگہ چھوڑ دیں، اندر سے آواز آتی رہی۔ اے نفس مطمئن اب مالک کی جانب لوٹ چل۔ پھر آوازیں ختم ہو گئیں دروازہ کھولا تو روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ انا للہ وانا علیہ راجعون۔

باب حکایات

حکایت اوّل

ایک بزرگ تھے ان کی بیوی فوت ہو گئی دوسرے نکاح کے لیے لوگ بضد ہوئے' مگر وہ راغب نہ ہوئے اور فرمایا تنہائی میں حضور قلب اور دلجمعی بہت ہے۔ ایک رات انہوں نے خواب دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور مردوں کا ایک گروہ آگے پیچھے اترتا ہے اور ہوا میں جاتا ہے۔ جب ان کے پاس آئے تو ایک نے کہا کہ کیا یہ وہی مرد شوم ہے دوسرے نے کہا ہاں کہ یہ وہی مرد شوم ہے' چوتھے نے کہا ہاں وہی ہے' یہ بزرگ ان لوگوں کی ہیبت سے خواب میں ڈرے اور کچھ نہ پوچھ سکے۔ ان سب کے بعد ایک لڑکا تھا اس سے پوچھا کہ ان لوگوں نے شوم' کس کو کہا' اس نے کہا کہ تم ہی کو تو کہا ہے' اس لیے کہ پہلے تمہارے اعمال مجاہدین کے ساتھ آسمان پر لے جاتے تھے اب نہ معلوم تم نے کیا کیا ہے۔ کہ ایک ہفتہ ہوا کہ تمہیں مجاہدین کے زمرے سے نکال دیا ہے وہ بزرگ جب بیدار ہوئے تو فوراً نکاح کیا۔ تا کہ پھر مجاہدین میں داخل ہو جاؤں' ان فوائد کے پیش نظر نکاح کی خواہش کرنا چاہئے۔

حکایت دوئم

اگلے زمانے میں ایک بزرگ تھے ان کے تین سو ساٹھ دوست تھے' وہ بزرگ ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے اور سال بھر ہر رات ایک دوست کے مہمان رہتے۔ ان کے دوستوں کی یہ عبادت تھی کہ انہیں فارغ البال رکھتے یہ امر اس وجہ سے تھا کہ خیر کا دروازہ لوگوں پر کھلا رہے' ایک بزرگ کے تیس دوست تھے' مہینہ بھر ہر رات ایک دوست کے پاس رہتے' لیکن جب ایسا زمانہ ہو کہ بے سوال کیے اور ذلت اٹھائے لوگ دینے کی طرف راغب نہ ہوں۔ تو اپنی بسر اوقات کے لیے کسب کرنا بہتر ہے کیوں کہ سوال کرنا برا کام ہے' اور بضرورت حلال ہوتا ہے' مگر وہ شخص جو عظیم المرتبہ ہوا اور اس کے ذریعے سے بہت فائدہ ہو اور تلاش روزی میں اس کی تھوڑی سی ذلت ہو تو اس وقت ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ ایسے

شخص کے لیے کسب معاش نہ کرنا اولیٰ ہے، لیکن وہ شخص جس سے ظاہری عبادت کے سوا اور کوئی فیض و فائدہ نہیں ہوتا اسے کسب کرنا اولیٰ ہے، اور جو شخص عین کسب معاش میں دل خدا کے ساتھ مشغول رکھتا ہے۔ اس کے لیے کسب معاش بہتر ہے کیونکہ یاد خدا سب عبادتوں کی حقیقت ہے کہ کسب معاش میں بھی وہ دل خدا کے ساتھ مشغول رکھ سکتا ہے۔

حکایت سوئم

حضرت یونس بن عبید رحمۃ اللہ علیہ ریشم کی تجارت کرتے تھے۔ مگر اس کی صفت اور تعریف نہ کرتے۔ ایک دن جامدان سے ریشم نکال رہے تھے کہ ان کے شاگرد نے کہا اے اللہ مجھے بہشتی لباس عطا فرما آپ نے اس کی یہ بات سنتے ہی جامدان رکھ دیا اور ریشم فروخت نہ کیا، اور ڈر گئے کہ یہ کلمہ اپنے مال کی تعریف میں داخل نہ ہو جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ خریدار سے اپنے مال کا کوئی عیب و نقص پوشیدہ نہ رکھے، بلکہ اس کے متعلق سب کچھ دیانت داری اور سچائی سے کہہ دے، اگر چھپائے رکھے گا تو یہ خیانت ہوگی اور خیر خواہی کو نظر انداز کرنے کی بات ہوگی اور یہ شخص ظالم و گناہگار ہوگا، اور اگر کپڑے کی اچھی طرف دکھائی یا اندھیری جگہ میں کپڑا دکھایا تاکہ اچھا نظر آئے یا جوتے اور موزے کا اچھا پیر دکھایا تو ایسی تمام صورتوں میں وہ ظالم و خائن متصور ہوگا۔

حکایت چہارم

بصرہ میں ایک سوداگر رہتا تھا اس کے غلام نے شہر سوس سے اسے خط لکھا کہ اس سال گنے کی فصل تباہ ہوگئی ہے۔ تم دوسروں کو خبر ہونے سے پہلے ہی شکر خرید لو۔ اس تاجر نے کافی مقدار میں شکر خرید لی اور پھر مناسب وقت پر فروخت کی تیس ہزار درہم نفع ہوا، پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ میں نے مسلمانوں سے دھوکہ کیا کہ حقیقت حال کو ان سے چھپائے رکھا میرا یہ فعل کس طرح جائز و درست ہو سکتا ہے۔ وہ تیس ہزار درہم اٹھائے اور جس سے شکر خریدی تھی اس کے پاس گیا اور کہا یہ تیس ہزار درہم درحقیقت تیرا مال ہے، اس نے

دریافت کیا کس طرح، اس نے اصل حقیقت کا انکشاف کیا، تو اس نے کہا کہ میں نے یہ تیس ہزار درہم تجھے بخش دیئے، وہ سوداگر جب واپس اپنے گھر آیا تو رات کو سوچا شاید فروخت کنندہ نے مجھ سے شرم کر کے ایسا کیا ہے اور میں نے فی الواقع اسے دغا کیا ہے، دوسرے دن پھر اس کے پاس گیا، اور یہی بات جا کر کہی کہ یہ تمہارا مال ہے، اور بڑا اصرار کر کے وہ تیس ہزار درہم اسے واپس کر دیئے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ لین دین کرنے والے کو چاہئے کہ چیز کی قیمت صحیح صحیح بتائے، اس میں کوئی دغا فریب نہ کرے، اور مال عیب دار ہو تو صاف صاف بتا دے اور اگر مال گراں خریدا ہو اور جس سے خریدا ہے اس کے دوست اور قریبی ہونے کی وجہ سے اس چشم پوشی کے طور پر گراں خرید لیا ہو تو یہ بات بھی ظاہر کر دے، اور اگر کوئی چیز دس دینار کی خرید کر مال کے عوض فروخت کرے اور وہ چیز اتنے سے نہیں ملی تو اور خرید کر دس دینار کی قیمت نہ کہنا چاہئے، اور اگر پہلے مال سستا خریدا بعد میں مہنگا ہو گیا تو پہلے قیمت ظاہر کرے اور اس کی تفصیل دراز ہے اور تاجر اور بازاروں میں کام کرنے والے لوگ اس بات میں بہت زیادہ خیانت اور دغا فریب کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور نہیں خیال کرتے کہ یہ خیانت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان جو بات اپنے لیے درست نہیں جانتا چاہیے کہ دوسرے کے لیے بھی اسے روا نہ رکھے، اور اس اصول کو معیار بنائے، کیونکہ جو شخص کسی سے کوئی چیز خریدتا ہے وہ اسی اعتماد پر خریدتا ہے کہ میں نے خوب جانچ پڑتال کر کے اور صحیح قیمت پر خریدا ہے اور جب اس میں دغا ہو گا تو خریدار اس دغا پر راضی نہ ہو گا، اور ایسا کرنا صریح دغا بازی ہے۔

حکایت پنجم

کسی بزرگ نے ایک تاجر کو خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ خدا تعالیٰ نے تجھ سے کیسا سلوک کیا اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے پچاس ہزار صحیفہ میرے سامنے رکھا، میں نے عرض کی باری تعالیٰ یہ پچاس ہزار صحیفے کن کن کے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے دنیا میں پچاس ہزار افراد سے لین دین کیا۔ یہ ان میں سے ایک سے متعلق اعمال نامہ ہے

چنانچہ میں نے ہر صحیفہ میں اول سے آخر تک ہر ایک کے ساتھ کیئے ہوئے لین دین کو دیکھا' تو مختصر بات یہ ہے کہ اگر کسی کا ایک ٹکہ بھی اس کے ذمے ہوگا تو جس سے اس نے حیلہ وفریب سے لیا ہوگا اس کے عوض پکڑا جائے گا۔ اور کوئی چیز اسے فائدہ نہ دے گی' جب تک اس کی ادائیگی سے بری الذمہ نہ ہوگا' یہ ہے سلف صالحین کی سیرت اور شریعت کا راستہ جو انہوں نے لین دین میں اختیار کیا ہے سلف صالحین کا یہ طریقہ اب اٹھ چکا ہے' اور معاملات اور ان کا علم بھی لوگوں نے اب فراموش کر دیا ہے' جو شخص سلف کے ان طریقوں سے ایک طریقہ پر بھی عمل پیرا ہوگا ثواب عظیم کا مستحق ہوگا' کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جو احتیاط تم کرتے ہو اس کا دسواں بھی بجالائے گا تو کفایت کرے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی ایسا کیوں ہوگا' فرمایا اس لیے کہ نیک کاموں میں تمہیں مددگار میسر ہیں' اس لیے تم پر نیک کام بجالانا آسان ہے۔ مگر ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور وہ غافل لوگوں کے اندر اپنے آپ کو اجنبی وغریب الدیار تصور کریں گے' یہ بات اس بنا پر کہی گئی ہے کہ کوئی ناامید اور مایوس نہ ہو اور یہ کہے کہ اس زمانہ میں کون احتیاط کر سکتا ہے' کیونکہ اس زمانہ میں جس قدر احتیاط ہو سکے وہی بہت ہے' بلکہ جو شخص اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے وہ ہر طرح کی احتیاط کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس طرح کی احتیاط سے فقیری اور تنگدستی میں ہی اضافہ ہوگا' اور جو مفلسی اور درویشی ابدی بادشاہی کا سبب وذریعہ بنے اسے برداشت کر لیا جاتا ہے۔ دنیا میں لوگ بے سروسامان' سفر کی تکالیف اور کئی قسم کی ذلت وخواری برداشت کر لیتے ہیں تاکہ انہیں بعد میں راحت ملے۔ ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ میں ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں پر میں نے بہت سی اگی ہوئی گھاس دیکھی میں نے دل میں کہا میں یہ گھاس بھی کھاؤں گا اگر مجھے حلال کھانے کی خواہش ہے' عین اس وقت ہاتف نے آواز دی' کہ وہ قوت جس نے تجھے یہاں تک پہنچایا کہاں سے آئی تھی' میں پشیمان ہوا تو بہ واستغفار کی صدیق لوگوں کا درجہ یہ ہوتا ہے۔ وہ ایسی احتیاطوں میں اس قدر باریک بینی سے کام لیتے تھے۔ لیکن اب اس کی جگہ لوگ کپڑے دھونے اور پاک پانی تلاش کرنے میں احتیاط کرتے ہیں' مگر ان لوگوں کے نزدیک یہ باتیں آسان تھیں وہ ننگے پاؤں پھرا کرتے تھے اور جو پانی

میسر آ جاتا ہے اس سے وضو و طہارت کر لیتے تھے۔ لیکن یہ ظاہری طہارت جسم کی آرائش اور لوگوں کی نظارہ گاہ ہے، اس میں نفس کا بہت زیادہ حصہ ہے، وہ مکر و فریب سے بندہ مومن کو اس میں مصروف کرنا چاہتا ہے، اور یہ طہارت جسے صدیق لوگ اختیار کرتے ہیں باطن کی طہارت اور خدا تعالیٰ کے نظارے کی جگہ ہے، اسی وجہ سے دشوار اور مشکل ہے۔

مقرب و موحد لوگوں کو ورع و تقویٰ ہے۔ کہ جو چیز بھی خدا تعالیٰ کے لیے نہ ہو چاہے وہ کھانے سے تعلق رکھتی ہو یا سونے اور گفتگو کرنے سے سب کچھ حرام تصور کرتے ہیں۔ اور یہ وہ قوم ہے جو ایک ہی ہمت اور صفت کے مالک ہوتے ہیں۔ اور حقیقت میں پکے توحید پرست یہی لوگ ہیں۔

حکایت ششم

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق منقول ہے۔ آپ نے دوا کھائی ہوئی تھی۔ آپ کی بیوی نے عرض کی آپ گھر میں ہی چند قدم ٹہل لیں (تاکہ آپ کی صحت بہتر ہو جائے) آپ نے جواب دیا میرے پاس اس طرح چلنے پھرنے کی کوئی وجہ (جواز) نہیں، اور تیس سال سے میں اپنا محاسبہ کر رہا ہوں کہ جو کچھ کروں صرف دین کی خاطر کروں، کسی اور نیت سے کچھ نہ کروں، پس اس مقرب قوم کا دستور ہے کہ جب تک دینی نیت ملحوظ نہ ہو کچھ حرکت نہیں کرتے۔ اگر کھانا کھاتے ہیں تو صرف اتنی مقدار میں جس سے عقل اور زندگی برقرار رہے اور تاکہ عبادت الٰہی بجا لا سکیں۔ اگر زبان پر کوئی بات لاتے ہیں تو وہ بھی دین کی بات ہی ہوتی ہے اس کے سوا جو کچھ ہوتا ہے۔ اسے اپنے اوپر حرام جانتے ہیں، یہ ہیں ورع و پرہیز گاری کے درجے، اور کم از کم اتنا تو ضرور ہونا چاہئے کہ تو ان باتوں کو سنے اور جانے تاکہ تجھے اپنی کوتاہی کا احساس ہو اور اگر تو چاہے کہ ورع کا پہلا درجہ ہی حاصل کرے جو کہ عادل مسلمانوں کا درجہ ہے تاکہ تجھ پر فسق کا اطلاق نہ ہو تو تو اس کے حاصل کرنے سے بھی عاجز رہتا ہے۔ اور جب اس سے متعلق باتیں کرنے لگتا ہے تو بہت لمبی چوڑی باتیں کرتا ہے اور سب عالم ملکوت کی باتیں کرتا ہے۔ اور ظاہری شرع کی باتوں سے

تجھے شرم آتی ہے۔ بلکہ تو چاہتا ہے کہ سب پراگندہ اور بڑی بڑی اونچی باتیں کرتا رہے حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدترین ہیں وہ لوگ جن کے جسم آرام ونعمت میں ہیں' اور مرغن پرتکلف کھانے کھاتے اور عمدہ ونفیس لباس زیب تن کرتے ہیں۔ اور پھر جب منہ کھولتے ہیں تو بڑی بڑی اونچی باتیں کرتے۔ (یعنی صرف گفتار کے غازی ہیں کردار کے غازی نہیں ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان لوگوں کی آفات سے محفوظ رکھے۔

حکایت ہفتم

کسی خلیفہ نے ایک دفعہ ہزار درہم حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجے۔ آپ نے وہ ہزار کے ہزار ہی تقسیم کر دیئے' ایک درہم بھی پاس نہ رکھا' حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو فرمایا سچ بتائیں آپ کے دل میں اس کی طرف کچھ نہ کچھ میلان اور کسی قدر دوستی پیدا ہوئی فرمایا ہاں' حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں اسی بات سے ڈرتا تھا۔ آخرکار اس مال کی نحوست نے تجھ سے اپنا کام نکال لیا۔

حضرت وہب بن منبہ اور حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہما دونوں بزرگ حجاج بن یوسف کے بھائی کے پاس تشریف لے جاتے' حضرت طاؤس اسے نصیحت کرتے ایک روز صبح کو سخت سردی تھی' حجاج کے بھائی نے حکم دیا کہ چادر ان کے کندھے پر ڈال دی جائے' حضرت طاؤس اس وقت مصروف گفتگو تھے۔ آپ نے کندھوں کو جنبش دی یہاں تک کہ چادر آپ کے کندھے سے گر پڑی۔ حجاج کا بھائی یہ دیکھ کر غصے ہوا' جب آپ اس کے دربار سے باہر تشریف لائے تو حضرت وہب نے حضرت طاؤس سے فرمایا اگر آپ وہ چادر لے لیتے اور کسی درویش محتاج کو دے دیتے تو یہ اس سے بہتر تھا جو آپ نے اسے ناراض کر دیا۔ آپ نے فرمایا مجھے اس بات کا خدشہ تھا کہ اگر میں لے لیتا تو کوئی دوسرا بھی میری پیروی شروع کر دے اور ان سے مال لینا شروع کر دے۔ اور اسے یہ علم نہ ہو کہ میں نے تو اس سے لے کر درویش کو دے دی ہے۔

حکایت ہشتم

بصرہ کے ایک بزرگ سلطان وقت سے مال لیتے اور فقراء میں تقسیم کر دیتے۔ لوگوں نے اس بزرگ سے کہا آپ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ اس کی دوستی آپ کے دل میں جنبش کرنا شروع کر دے آپ نے فرمایا اللہ کے فضل سے میرے ایمان کی مضبوطی کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی شخص میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بہشت میں لے جائے۔ اور وہاں جا کر کوئی گناہ اور معصیت کرے تو میں اسے بھی دشمن جانوں گا اور اس ذات کی خاطر دشمن جانوں گا جس نے اسے میرا مطیع کر دیا کہ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بہشت میں لے گیا جب کسی کی پختگی ایمان کا یہ عالم ہو تو اسے کوئی ڈر نہیں اگر بادشاہوں سے مال لے اور فقراء محتاج لوگوں میں تقسیم کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خاموشی کا ثواب

کوئی تدبیر خاموشی سے بہتر نہیں

اے عزیز! جب یہ معلوم ہو گیا کہ زبان کی آفتیں بے شمار ہیں تو پھر کوئی تدبیر خاموشی سے بہتر نہیں ہے پس حتیٰ الامکان انسان کو چاہئے کہ زیادہ بات نہ کرے بزرگوں کا ارشاد ہے کہ ابدال وہ لوگ ہیں جن کا بات کرنا، کھانا پینا اور سونا صرف بقدر ضرورت ہوتا ہے، اور حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

> لَا خَيْـرَ فِـي كَثِيْـرٍ مِّنْ نَّـجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَـرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ ۢ بَيْنَ النَّاسِ ط
>
> ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات کا یا لوگوں میں صلح کرنے کا۔ (النساء:۱۱۴)

یعنی پوشیدہ باتیں خوب نہیں ہیں مگر خیرات کا حکم اور امر معروف اور لوگوں میں صلح صفائی کرا دینا" حدیث شریف میں آیا ہے، من سکت نجی، جو خاموش رہا اس نے نجات پائی،" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو شکم، فرج اور زبان کے شر سے محفوظ رکھا گیا وہ سب چیزوں سے مامون رہا۔" حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل بہتر ہے تو آپ نے دہن اطہر سے پاک زبان باہر نکال کر اس پر انگلی رکھی یعنی خاموشی۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اپنی زبان کو انگلیوں سے پکڑ کر کھینچ رہے تھے اور اس کو ملتے تھے، میں نے کہ یا خلیفۃ الرسول اللہ! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ

نے جواب دیا کہ اس نے مجھ کو بہت سے معاملات میں مبتلا کیا ہے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بنی آدم کی اکثر تقصیر یں اس کی زبان میں ہیں! آپ کا ایک ارشاد یہ بھی ہے' کیا میں تم کو ایک بہت ہی آسان عبادت کی خبر دوں' وہ زبان کو خاموشی اور نیک عادت ہے۔'' آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ'' جو کوئی خداوند تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان لایا ہے اس سے کہدو کہ آدمی اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے دریافت کیا کہ ہم کو کچھ سکھائے تاکہ بہشت میں ہم کو جگہ ملے آپ نے فرمایا کہ ہرگز بات نہ کرو' لوگوں نے کہا کہ یہ تو ہم سے نہیں ہوسکتا! تو آپ نے فرمایا اگر ایسا ہی ہے تو سوائے نیک بات کے زبان سے کچھ اور نہ نکالو۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے' جب تم کسی مومن کو خاموش اور سنجیدہ پاؤ تو اس سے تقرب حاصل کرو وہ بغیر حکمت کے نہ ہوگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے' جو بسیار' گو ہوگا وہ بہت بے ہودہ ہوگا اور وہ بڑا گنہگار ہوگا اور دوزخ میں جائے گا' اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے منہ میں کنکریاں رکھ لیتے تھے تاکہ بات نہ کرسکیں' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے' کہ عبادتیں دس ہیں ان میں سے 9 تو خاموشی میں ہیں اور دسویں لوگوں سے بچنا اور گریز کرنا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ زبان سے زیادہ اور کوئی چیز قید کرنے کے لائق نہیں ہے۔ جناب یونس بن عبید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جس شخص کو میں نے دیکھا کہ اس نے اپنی زبان کو روکا ہے اس کے سب اعمال میں میں نے خوبی کا مشاہدہ کیا ہے۔" منقول ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے لوگ گفتگو کر رہے تھے مگر احنف رحمۃ اللہ علیہ خاموش تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ تم بات کیوں نہیں کرتے تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر میں جھوٹ بات کرتا ہوں تو خداوند کریم سے ڈرتا ہوں اگر سچ کہتا ہوں تو مجھے آپ کا خوف ہے۔'' شیخ ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ نے بیس سال تک دنیا کی کوئی بات نہیں کی وہ صبح کو اٹھتے تو قلم اور کاغذ لے کر جو بات کہنا ہوتی اس کو لکھ لیتے اور اس کا حساب دل میں کرتے۔''

خاموشی کی فضیلت

معلوم ہونا چاہئے کہ خاموشی کی بہت فضیلت ہے اور یہ فضیلت اس وجہ سے ہے کہ زبان کی آفتیں بہت ہیں اور زبان سے ہمیشہ بے ہودہ بات نکلتی ہے کہنا تو بہت آسان ہے لیکن برے بھلے میں تمیز کرنا دشوار ہے پس خاموشی سے انسان اس کے وبال سے محفوظ رہتا ہے خاطر جمعی کے ساتھ ذکر فکر کر سکتا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ گفتگو چار طرح پر ہے (چار قسمیں ہیں) ایک یہ کہ تمام مستحق حضرت ہی حضرت ہو اور دوسری یہ کہ اس میں حضرت بھی ہو اور منفعت بھی! تیسری یہ کہ نہ ضرر ہو نہ منفعت! چوتھی قسم یہ ہے کہ صرف منفعت ہو! بس مذکورہ تین قسمیں تو اجتناب کے لائق ہیں صرف ایک قسم کے لائق ہے اور یہ وہی قسم ہے جس کے بارے میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ حدیث شریف میں جو وارد ہے اس کی منفعت اس وقت معلوم ہو گی جب زبان کی آفتوں سے آگاہی ہو بس ہم ان آفتوں کو سلسلہ وار تفصیل سے انشاء اللہ بیان کریں گے۔

نظر حرام اور عورتوں کے دیکھنے کی آفت

اے عزیز شاید ہی کوئی ایسا ہو جو نظرِ حرام سے اپنے آپ کو بچا سکے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے علاوہ اسی واسطے اولیٰ یہ ہے کہ پہلے ہی سے اس کا بندوبست کر لیا جائے اور وہ آنکھ سے غیر عورت کا دیکھنا ہے' شیخ علاء بن زیاد نے کہا ہے کہ کسی عورت کی چادر پر بھی نظر نہ ڈالو کہ اس سے دل میں ایک آرزو پیدا ہوتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ عورتوں کا لباس دیکھنے' ان کی خوشبو سونگھنے' آواز سننے اور سلام و پیام بھیجنے سے حذر کرنا واجب ہے ایسی جگہ جانا ہی مناسب نہیں جہاں اگر تم عورت کو نہ دیکھ سکو لیکن عورت تم کو دیکھ سکے اس لیے کہ جہاں حسن و جمال ہوگا وہاں شوق وصال شہوت کا بیج دل میں بودے گا پس عورت کو چاہئے کہ خوبصورت مردوں سے حذر کرے۔ جو نظر قصد اور ارادے سے عورت پر ڈالی جائے گی وہ حرام ہے البتہ اگر بے اختیار کسی پر نظر پڑ جائے تو اس میں گناہ نہیں لیکن دوسری نظر ڈالنا حرام ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ پہلی نظر سے تیرے لیے نفع ہے اور دوسری نظر سے نقصان ہے' حضور علیہ التحیۃ والثنا نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص کسی کا عاشق ہو اور اس نے خود کو اس سے بچایا اور اسی غم میں مر گیا تو شہید ہے' خود کو بچانے سے مراد یہ ہے کہ پہلی نظر اتفاقاً پڑ جائے تو دوسری نظر کو روکے اور دیکھنے کی آرزو نہ کرے بلکہ اس طلب اور آرزوں کو دل میں چھپائے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ مردوں اور عورتوں کی مصاحبت اور ہم نشینی اور نظر بازی ایسا فساد بیج ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی تخم فساد نہیں ہے جبکہ درمیان میں پردہ حائل نہ ہو' عورتیں جو چادر اوڑھتی ہیں اور نقاب ڈالتی ہیں یہ کافی نہیں ہے بلکہ جب وہ سفید چادر

اوڑھتی ہیں یا خوبصورت نقاب ڈالتی ہیں تو شہوت کو اس سے زیادہ تحریک ہوتی ہے کہ شاید منہ کھولنے پر وہ زیادہ حسین نظر آئیں پس سفید چادر اور...... اور خوبصورت نقاب و برقع پہنے ہوئے باہر جانا عورتوں کے حق میں حرام ہے جو عورت ایسا کرے گی گنہگار ہوگی، اگر باپ، بھائی یا شوہر اس کو اس بات کی اجازت دیں گے تو وہ بھی اس کے گناہ میں شریک ہوں گے۔ کسی مرد کے لیے یہ روا نہیں ہے کہ وہ عورت کا لباس پہنے، شہوت کے ارادے سے یا اس کی خوشبو سے حظ اٹھانے کے لئے اس کے کپڑوں کو ہاتھوں میں لے یا کسی عورت کو پھول دے یا اس سے خود قبول کرے یا لطف و مدارات کے ساتھ اس سے بات کرے اسی طرح عورت کے لیے یہ روا نہیں ہے کہ اجنبی مرد سے بات کرے اور ضروری ہو تو سخت اور تند لہجہ میں بات کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ
وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۚ۝

اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے! ہاں اچھی بات کہو۔ (احزاب:۳۲)

یعنی اللہ تعالیٰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے فرماتا ہے، نرم اور خوش آواز کے ساتھ مردوں سے بات نہ کرو ورنہ وہ شخص طمع کرے گا جس کے دل میں آزار ہے اور ان سے قول معروف کہو۔

جس کوزے سے کسی عورت نے پانی پیا ہے تو قصداً اس جگہ منہ لگا کر پانی پینا جہاں اس عورت نے منہ لگایا تھا پینا درست نہیں ہے، اس طرح کسی پھل پر جہاں عورت کا دانت لگا ہو اس کا بھی کھانا روا نہیں۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی بیوی اور آپ کے بچے اس پیالے کو جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک دہن اور پاک انگلیاں لگی تھیں تبرک کے طور پر اپنی انگلیوں سے مس کرتے تھے تا کہ ثواب ہو۔

اگر کوئی حصول لذت کے مقصود سے ایسے برتن کو چھوئے (جو کسی عورت کے دہن سے لگا ہو) تو وہاں گناہ پس عورت سے تعلق رکھنے والی اس قسم کی چیز سے حذر کرنا ضروری ہے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ جب کوئی عورت یا مرد کسی کے سامنے آتا ہے تو شیطان وسوسہ پیدا کرتا ہے کہ اس کو دیکھنا چاہئے اس وقت تم کو کہنا چاہئے کہ میں اس کو کیا دیکھوں اگر وہ بدصورت ہے تو مجھے دکھ بھی ہوگا اور گنہگار بھی بنوں گا کیونکہ میں تو اس خیال میں اس کو دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ حسین وجمیل ہے اور اگر وہ خوبصورت ہے اس کا دیکھنا جائز نہیں گناہ کا موجب ہے اور حسرت دل میں رہے گی اور اگر اس کا تعاقب کروں تو دین اور عمر دونوں برباد ہوتے ہیں اور پھر بھی یقین نہیں کہ مقصد حاصل ہو۔ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اچانک ایک حسین عورت پر پڑ گئی آپ اسی وقت اس جگہ سے گھر واپس تشریف لائے اور حرم محترم سے قربت کی پھر غسل فرمایا اور باہر تشریف لے گئے اور مسلمانوں کو تعلیم کے لیے فرمایا کہ جس کے سامنے کوئی عورت آئے اور شیطان اس کی شہوت کو حرکت میں لائے تو اس کو چاہیے کہ اپنے گھر جا کر اپنی بیوی سے قربت کرے کہ جو چیز تمہاری بیوی کے پاس ہے وہی اس عورت کے پاس ہے۔

گوشہ نشینی کی آفات

گوشہ نشینی:

جاننا چاہئے کہ بعض دینی اور دنیاوی مقاصد ایسے ہیں۔ جو دوسروں کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے اور میل جول کے بغیر انسان انہیں حاصل نہیں کر سکتا اور گوشہ نشین ہونے کی صورت میں وہ مقاصد فوت ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا فوت ہونا بندے کے لیے آفت اور نقصان دہ چیز ہے۔ ان آفات کی تعداد بھی چھ ہے۔

پہلی آفت:

یہ ہے کہ آدمی علم سیکھنے اور سکھانے سے محروم رہتا ہے۔ جان لو کہ جو شخص وہ علم بھی نہ سیکھے جو فرض ہے اور گوشہ نشینی اختیار کر لے تو ایسی گوشہ نشینی حرام ہے۔ اور اگر اتنا علم سیکھ چکا ہے جو فرض ہے اور باقی علم نہیں سیکھ سکتا اور نہ ان کے سمجھنے کی اس میں استعداد ہے تو ایسا شخص اگر عبادت کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرے تو جائز ہے۔ اور اگر وہ ایسا آدمی ہے کہ شریعت کے تمام علوم سکھا سکتا ہے تو اس کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرنا عظیم خسارہ ہے۔ کیونکہ جو شخص علم حاصل کرنے سے پہلے گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے اس کا زیادہ وقت خواب وخیال اور بے کار اور فضول تفکرات میں ضائع ہو جاتا ہے اور اگر ہر روز اور ہمیشہ عبادت میں مشغول رہے گا۔ جب علم میں پختہ نہیں ہوگا تو غرور اور تکبر سے خالی نہ رہ سکے گا۔ اور جو چیزیں عقیدے میں منع اور گناہ ہیں۔ ان سے بھی خالی نہ رہ سکے گا۔ اور اس کے دل میں خدائے تعالیٰ کی شان کے متعلق بہت سے ایسے خیالات گزرتے رہیں گے جو کفر یا بدعت ہوں گے۔ اور وہ جانتا بھی نہ ہوگا۔ مختصر بات یہ ہے کہ' گوشہ نشینی علماء کو اختیار کرنی چاہیے۔ نہ کہ عوام کو کیونکہ عوام بیمار کی طرح ہیں۔ اور بیمار کے لیے نہیں چاہئے کہ طبیب سے دور بھاگ جائے۔ کیونکہ جب وہ اپنا علاج خود کرنے بیٹھے گا' تو اپنے آپ کو بہت جلد ہلاک کر ڈالے گا۔ اور دینی تعلیم دینے کا درجہ بہت زیادہ ہے' کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں جو شخص عالم ہو اور اس پر عمل کرتا ہو اور دوسروں کو بھی علم سکھاتا ہو اسے آسمانوں کے اندر بڑے آدمی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور تعلیم اسی وقت دی جا سکتی ہے۔ جبکہ گوشہ نشینی سے دور رہے لہٰذا دین کی تعلیم دینا گوشہ نشینی سے بہتر ہے۔ بشرطیکہ اس کی اور سیکھنے والے کی

نیت دین ہو نہ کہ مرتبے اور مال کی چاہت اور چاہیے کہ وہ علم سکھائے‘ جو دین میں نفع مند ہو‘ اور اس علم کو پہلے سکھائے‘ جو زیادہ ضروری ہو‘ مثال کے طور پر جب طہارت کے مسائل بیان کرنا شروع کرے تو یہ بتائے کہ کپڑوں کو تو پاک رکھنا مختصر اور آسان بات ہے۔ اس طہارت سے اصل مقصود دوسری چیز ہے۔ اور وہ آنکھوں کان زبان اور تمام اعضاء کو گناہوں سے پاک رکھنا ہے‘ اور اس کی تفصیل بیان کرے اور اس پر عمل کی تاکید کرے اور اگر پڑھنے والا اس پر عمل نہیں کرتا‘ بلکہ اس سے آگے علم کی تلاش کرتا ہے تو اس کا مقصود مرتبے کا حصول ہے‘ اور جب اس طہارت کے بیان سے فارغ ہو جائے۔ تو کہے کہ اس سے مقصود ایک دوسری طہارت ہے۔ جو اس سے بھی بلند ہے‘ اور وہ دل کو دنیا اور خدائے تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز کی دوستی سے پاک کرنا ہے۔ اور **لا الہ الا اللہ** کی حقیقت یہی ہے‘ کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی چیز اس کا معبود نہ رہے۔ اور جو شخص اپنی خواہش میں گرفتار ہے۔ اور اپنی خواہش کو اپنا خدا بنایا ہوا ہے ایسا شخص کلمہ **لا الہ الا اللہ** کی حقیقت سے محروم ہے۔ اور انسان خواہش سے کٹ جانے کا طریقہ نہیں پہچان سکتا جب تک کہ اس مضمون کو نہ پڑھے جو ہم نے مہلکات (تباہ کرنے والے اعمال) اور نجیات (نجات دینے والے اعمال) کے باب میں بیان کیا ہے۔ اور اس کا جاننا سب لوگوں پر فرض عین ہے۔

اور جو طالب علم اس علم سے فارغ ہونے سے پہلے حیض اور طلاق خراج (زمین کا مالیہ) فتویٰ اور جھگڑے کا علم حاصل کرتا ہے یا مذہب کے اختلافات یا علم کلام یا علم جدل و مناظرہ حاصل کرتا ہے یا معتزلہ اور کرامیہ فرقوں کے عقائد کا علم حاصل کرتا ہے یا مذہب کے اختلافات یا علم کلام یا علم جدل و مناظرہ حاصل کرتا ہے یا معتزلہ اور کرامیہ فرقوں کے عقائد کا علم حاصل ہوتا ہے تو جان لو‘ کہ وہ مرتبے اور مال کا طالب ہے نہ کہ دین کا‘ کیونکہ اس کا شر عظیم ہے اس سے دور رہنا چاہیے۔ اور جبکہ وہ شیطان کے ساتھ جو اسے ہلاک کرنے کے درپے ہے۔ مناظرہ نہیں کرتا‘ اور اپنے نفس کے ساتھ جو اس کا بدترین دشمن ہے نہیں جھگڑتا اور چاہتا ہے کہ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ وغیرہ سے جھگڑتا رہے۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شیطان نے اس پر پورا قبضہ کر لیا ہے اور اس پر ہنستا ہے۔ اور جو عادتیں اس

کے اندر ہیں۔ جیسے حسد، تکبر، ریا اپنے آپ کو اچھا جاننا۔ دنیا کی دوستی اور مرتبے و مال کی حرص، تو یہ سب پلیدی اور نجاست ہے، جو اس کی ہلاکت کا سبب ہے، جب اپنے دل کو اس سے پاک نہیں کرتا، تو اس کے لیے نکاح کے فتووں طلاق، سلم اور جارہ کے مسائل میں مصروف ہونا کب درست ہے، اور اگر کوئی شخص ان میں غلطی کر بیٹھے تو اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ دو نیکیوں میں سے ایک کا مستحق ہوگا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جس نے اجتہاد کیا اور درستی پر قائم رہا۔ اس کے لیے دو درجے ثواب ہے اور اگر غلطی واقع ہو گئی تو ایک درجہ ثواب ہے، بس اگر امام شافعی یا امام ابوحنیفہ کا مذہب اختیار کرے، تو اس کا یہی فائدہ ہے، کہ مسائل سے آگاہ ہو جائے گا۔ اور جب ان مذکورہ بری صفات کو اپنے آپ سے دور نہ کرے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا، کہ اس کا دین ہی ضائع ہو جائے گا، اور زمانے کا حال کچھ اس طرح کا ہو چکا ہے، کہ بڑے سے بڑے شہر میں سے بھی ایک یا دو آدمیوں سے زیادہ ایسے اشخاص نہیں ملیں گے جو اس طرح کا علم حاصل کرنے کی چاہت رکھتے ہوں۔ اس لیے مدرس کے لیے بھی گوشہ نشینی ہی بہتر ہے، کیونکہ جو شخص ایسے آدمی کو علم سکھاتا ہے جو دنیا حاصل کرنا چاہتا ہو تو، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایسے آدمی کے پاس تلوار فروخت کرے جو ڈاکہ زنی کرنا چاہتا ہو اور اگر علم سکھانے والا یہ کہے کہ شاید کسی دن ایسا شاگرد دین کی خدمت کا ارادہ بھی کرے تو یہ اس طرح ہے کہ تلوار فروخت کرنے والا یہ خیال کرے کہ شاید یہ ڈاکو کسی دن ڈاکے سے اور چوری سے توبہ کر لے اور کافروں سے جہاد شروع کر دے، اور اگر وہ استاد یہ تاویل کرے، کہ تلوار تو توبہ نہیں سکھاتی، اور علم توبہ سکھاتا ہے، اور خدائے تعالیٰ تک پہنچا سکتا ہے، تو یہ بھی غلط ہے، کیونکہ فتویٰ جات، جھگڑے کی باتوں کا علم اور علم کلام اور نحو و لغت کا علم بھی کسی کو خدا تک نہیں پہنچاتا، کیونکہ ان علوم میں سے کسی علم میں بھی دین کی رغبت اور حرص و چاہت نہیں پائی جاتی، بلکہ ان علوم میں سے ہر ایک علم کے ذریعے دل میں حسد، فخر، تکبر اور تعصب کی تخم ریزی ہوتی ہے، اور یہی چیزیں دل میں پرورش پاتی ہیں۔ سننا اور ہے، دیکھنا اور ہے، تم مشاہدہ کر لو، کہ جو لوگ ان علوم میں مشغول ہوتے ہیں۔ وہ کس حال میں زندہ رہتے ہیں اور کس حال میں مرتے ہیں، اور جو علم آخرت کے سامان کی تیاری کی دعوت دیتا اور دنیا سے ہٹاتا ہے۔ وہ علم حدیث و تفسیر ہے،

اور وہ علم ہے جس کا ذکر ہم نے باب مہلکات اور منجیات میں کیا ہے، تو لازماً اسی علم کی طرف توجہ مبذول کرنی چاہئے، جو ہر شخص کو متاثر کرتا ہے، الا ماشاء اللہ، وہ لوگ متاثر نہیں ہوتے جن کے دل بہت سخت ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور جو شخص اس علم کو جس کا ہم نے ذکر کیا ہے تو اس سے گوشہ نشینی اختیار کرتا کبیرہ گناہ ہے، اور اگر کوئی شخص علم حدیث و تفسیر اور دوسرا ضروری علم حاصل کر رہا ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ اس پر مرتبے اور طلب جاہ بھی غالب ہو تو چاہئے کہ اسے علم سکھانا چھوڑ دے کیونکہ اگرچہ اسے تعلیم دینے میں دوسرے لوگوں کا بہت سا فائدہ ہے، تاہم وہ خود تو تباہ و برباد ہو رہا ہے اور دوسروں کی خاطر اپنے آپ کو ہلاک کر رہا ہے، اسی بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنے دین کی ان لوگوں سے مدد کرائے گا جن کا خود اس میں سے کچھ حصہ نہ ہوگا۔ ایسے شخص کی مثال چراغ کی سی ہے کہ گھر تو اس سے روشن ہوتا ہے، اور وہ خود جل رہا اور کم ہو رہا ہوتا ہے۔ اور اسی بناء پر حضرت حافی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی کتابوں کے سات دفتر جو آپ نے سنے ہوئے تھے خاک میں دفن کر دیئے، اور حدیث روایت کرنا چھوڑ دی۔ اور فرمایا کہ میں اس لیے حدیث کی روایت کرنا ترک کر رہا ہوں کہ اس کی خواہش اپنے اندر پاتا ہوں۔ اگر خاموشی کی چاہت پاتا تو حدیث روایت کرنا ترک نہ کرتا۔

بزرگوں نے اس طرح فرمایا ہے کہ حَدَّثَنَا (حدیث بیان کی ہم سے) دنیا کے بابوں میں سے ایک باب ہے جو بھی حَدَّثَنَا کے الفاظ کہنا پسند کرتا ہے وہ دراصل چاہتا ہے کہ لوگ اسے اپنے آگے بٹھائیں، اور عزت کریں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ فرمایا یہ شخص دراصل یہ چاہتا ہے کہ لوگ اسے پہچانیں اور اس کی شخصیت کو دیکھیں۔

ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہر روز نماز صبح کے بعد لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے کی اجازت چاہی آپ نے اسے اجازت نہ دی، اس شخص نے کہا کہ آپ وعظ و نصیحت سے روکتے ہیں، فرمایا ہاں کیونکہ مجھے ڈر ہے، کہ اس طرح تو تکبر و غرور میں مبتلا ہو جائے اور اپنے آپ کو تحت الثریٰ میں گرا دے۔

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے حضرت سفیان ثوری سے فرمایا تم اچھے آدمی ہو بشرطیکہ دنیا کو دوست نہ رکھو فرمایا وہ کس طرح تو انہوں نے کہا کہ اس لیے کہ تم حدیث روایت کرنے کو پسند کرتے ہو۔

حضرت ابوسلیمان خطابی فرماتے ہیں جو شخص چاہے کہ تمہارے ساتھ مجلس کرے اور تم سے علم حاصل کرلے تو اس زمانے میں ایسے لوگوں سے بھی بچو اور دور رہو کیونکہ ان لوگوں کے پاس نہ تو ضرورت کے مطابق مال ہوتا ہے۔ اور نہ کوئی دوسری اچھائی' ایسے لوگ بظاہر دوست ہوتے ہیں' لیکن اندر سے دشمن ہوتے ہیں' سامنے صفت وثنا کرتے ہیں مگر پیٹھ پیچھے غیبت اور برائی کرتے ہیں۔ یہ سب لوگ منافقت نکتہ چینی اور مکر وفریب سے بھرے ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کی غرض یہ ہوتی ہے کہ تجھے اپنے بڑے مقاصد کے لیے سیڑھی بنائیں اور استعمال کریں' تجھے اپنی خواہشات کی تکمیل میں اپنا ٹٹو بنانا چاہتے ہیں تا کہ تو ان کے لیے بڑے مقاصد کے لیے شہر میں گھومتا پھرے اور جب وہ تیرے پاس آتے ہیں تو اس کا بڑا احسان جتلاتے ہیں۔ مگر حقیقت میں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ تو اپنی عزت' اپنا مرتبہ اور اپنا مال ان پر قربان کردے۔ اس کے بدلے کہ وہ تیرے پاس آئے ہیں۔ اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ تو اپنے حقوق اپنے رشتہ داروں اور تعلق داروں کے حقوق کو ادا کرے۔ یہ لوگ دراصل تجھے بے وقوف بناتے ہیں' اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ تو ان کے دشمنوں کے ساتھ بدمزاجی سے پیش آئے اور اگر کسی وقت تو ان کی بات نہ مانے اور ان کی رائے کے خلاف کرے۔ تو پھر دیکھ کہ کس طرح تجھ پر اور تیرے علم پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور کس طرح تجھ سے اپنی دشمنی ظاہر کرتے ہیں۔ صورت حال کچھ ایسی ہی ہے۔ جیسا کہ انہوں نے فرمایا کہ آج کل کے شاگرد استادوں کو مقتدی قبول نہیں کرتے پہلے تجھ سے یہ مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ تو ان کا وظیفہ جاری کرائے مدرس بے چارا اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ کہ شاگرد کو نظر انداز کرے اس کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے باعزت انسان ظاہر کرے اور ان کا وظیفہ جاری نہیں کرا سکتا۔ جب تک ظالموں کی خدمت اور ان کے سامنے دین میں سستی نہ دکھائے۔ اور ان کے سامنے اپنے دین کو برباد نہ کرے۔ اور پھر شاگردوں

سے خود کسی قسم کا مطالبہ نہ کرے۔ تو جو درس تعلیم دے سکتا ہے اور ان آفات سے بھی دور رہ سکتا ہے تو اس کے لیے تعلیم دینے کا کام گوشہ نشینی سے بہتر ہے۔ عام آدمی کے لیے یہ حکم ہے کہ جس عالم کو دیکھے کہ مجلس میں بیٹھتا ہے اور درس و تدریس کرتا ہے۔ اس کے بارے میں برا گمان نہ کرے۔ کہ شاید مال و جاہ حاصل کرنے کے لیے ایسا کر رہا ہے، بلکہ نیک گمان کرے کہ یہ خدا کے لیے کرتا ہے۔ کیونکہ یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ اس کے بارے میں اچھا گمان ہی رکھے، اور جب باطن میں پلیدی ہو۔ تو نیک گمان کی کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ دوسروں کو بھی اپنے اوپر ہی قیاس کرتا ہے۔ یہ باتیں اس لیے بیان کی ہیں، تاکہ عالم اپنی شرط کو پہچانے اور عام آدمی اپنی حماقت کے باعث کوئی بہانہ نہ تراشے، اور علماء کی عزت میں کوتاہی نہ کرے، کیونکہ اس برے گمان کی وجہ سے تباہ و برباد ہو جائے گا۔

دوسری آفت:

یہ ہے کہ گوشہ نشینی اختیار کرنے سے نفع حاصل کرنے اور نفع پہنچانے سے محروم رہتا ہے۔ نفع حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ روزی کمانا میل جول کے بغیر میسر نہیں آتا۔ اور جو شخص عیال دار ہو اور روزی کمانے میں مشغول نہ ہو، بلکہ گوشہ نشینی اختیار کرے۔ تو یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اپنے اہل و عیال کے حقوق ضائع کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ اور اگر گزارے کے مطابق اہل و عیال کے لیے ذریعہ معاش ہو، یا عیال ہی نہ ہو تو اس کے لیے گوشہ نشینی بہتر ہے۔ نفع پہنچانے کی صورت یہ ہے۔ کہ صدقہ و خیرات کرے اور مسلمانوں کے حقوق ادا کرے۔ اور گوشہ نشینی اختیار کرنے میں ظاہری عبادت میں مشغول ہونے کے سوا اور کچھ نہ کرے۔ تو حلال روزی کمانا اور صدقہ و خیرات کرنا اس کے لیے گوشہ نشینی سے بہتر ہے اور اس کے باطن میں خدائے تعالیٰ کی معرفت کا راستہ کشادہ ہو چکا ہے۔ اور خدا سے مناجات کرنے میں اسے انس و محبت پیدا ہوتی ہے۔ تو یہ بات صدقہ و خیرات سے بہتر ہے۔ کیونکہ تمام عبادتوں سے اصل مقصود یہی ہے۔

تیسری آفت:

یہ ہے کہ لوگوں کے اخلاق و عادات اور ان کے سلوک پر صبر کرنے کے باعث جو ریاضت اور مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ اس سے محروم رہ جاتا ہے۔ اور یہ بہت بڑا فائدہ ہے ہر اس شخص کے لئے جس نے ابھی ریاضت نفس مکمل نہ کرلی ہو۔ کیونکہ نیک خلق تمام عبادات کی اصل ہے۔ اور یہ میل جول کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اچھی خو اور عادت اس کا نام ہے کہ لوگوں کی تکلیف دہ باتوں پر صبر اور برداشت سے کام لے۔ صوفیائے کرام کے خادم اور درویش اسی نیت سے میل جول رکھتے ہیں۔ تاکہ عوام سے اپنی حاجت بیان کرکے رعونت اور تکبر کے بت کو توڑ دیں۔ اور صوفیاء کے لیے نان و نفقہ مہیا کرکے بخل کی زنجیر کو کاٹیں اور لوگوں کی بدسلوکی برداشت کرکے اپنے آرام سے الگ رہیں اور ان کی خدمت میں رہ کر برکت، دعا اور ان کی توجہ سے حاصل کریں۔ پہلے وقتوں میں اول کام یہی ہوتا تھا۔ اگرچہ اب نہیں ہے۔ اور محض خیالات ہی باقی رہ گئے ہیں۔ اور بعض لوگوں کا مقصود مرتبہ اور مال کا حاصل کرنا ہوتا ہے، تو اگر کوئی شخص ریاضت میں مکمل ہو چکا ہے۔ اور گوشہ نشینی سے بھی اونچی بات حاصل کرنے کا مستحق ہو چکا ہے۔ کیونکہ ریاضت کا یہ مقصد نہیں ہے کہ ہمیشہ تکلیف ہی اٹھاتا رہے۔ جس طرح دوا سے مقصود اس کی تلخی سے متاثر ہونا نہیں۔ بلکہ یہ ہے کہ بیماری دور ہو جائے۔ اور جب بیماری دور ہوگئی۔ تو ہمیشہ اپنے آپ کو تلخی میں رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ مقصود ریاضت و مجاہدہ سے بھی ایک اور بلند چیز ہے۔ اور وہ خدائے تعالیٰ کی یاد کے ذریعے اس سے انس و محبت کرنا ہے۔ اور ریاضت و مجاہدہ سے مقصود یہ ہوتا ہے۔ کہ جو چیز اس انس و محبت کے راستے میں رکاوٹ بنے تو اپنے آپ اسے دور کردے۔ تاکہ یاد الٰہی میں مصروف ہو سکے۔

جاننا چاہئے کہ جس طرح خود اپنے آپ کو ریاضت و مجاہدہ میں ڈالنا ضروری ہے اسی طرح دوسروں کو ریاضت و مجاہدہ اور اچھی تربیت کی طرف رغبت دلانا بھی دین کے اہم ارکان میں سے ہے اور دوسروں کو رغبت دلانے کا یہ کام گوشہ نشینی کی حالت میں میسر نہیں آ سکتا۔ بلکہ مرشد کامل کے لئے مریدوں کے ساتھ میل جول رکھنے کے سوا کوئی چارا نہیں،

اور اس کا ان سے کنارہ کشی کرنا مناسب نہیں۔ لیکن جس طرح جاہ اور ریا کی آفت سے بچنا ضروری ہے۔ علماء اور مشائخ کے لیے بھی محتاط رہنا ضروری ہے۔ اور جب ان کا مریدوں اور شاگردوں کے ساتھ میل جول شرط اور قاعدے کے مطابق ہوگا۔ تو ان کے اندر رہنا خلوت نشینی سے بہتر ہوگا۔

چوتھی آفت:

یہ ہے کہ گوشہ نشینی میں وسوسے دل پر غلبہ کرتے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ دل ذکر سے نفرت کرنے لگے اور سستی میں اضافہ ہو جائے اور یہ خرابی لوگوں کے ساتھ میل جول کے بغیر دور نہیں ہوسکتی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اگر مجھے وسوسوں کا ڈر نہ ہوتا تو میں لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دل کو دوسرے دل سے راحت حاصل کرنی چاہئے، کیونکہ دل کو جب ایک ہی بات پر مجبور کرو گے تو وہ نابینا ہو جائے گا۔ تو چاہے کہ ہر دن کوئی ایسا ساتھی ہو جس سے انس و محبت کا تعلق قائم رہے تا کہ اسے راحت حاصل ہو اور طبیعت کے خوش رہنے میں اضافہ ہوتا رہے۔ لیکن یہ ایسا آدمی ہونا چاہئے جس کی سب باتیں دین سے تعلق رکھتی ہوں اور جو دین کے اندر اپنے آپ کو کوتاہ سمجھتا ہو۔ اور جو ہر وقت دین کے اسباب کی تدبیریں سوچنے میں مصروف رہتا ہو۔ اہل غفلت کے ساتھ بیٹھنا اگرچہ ایک ہی گھڑی کے لیے ہو نقصان دہ ہے۔ اور وہ صفائی جو حاصل ہوتی ہے جاتی رہتی ہے۔

پانچویں آفت:

یہ ہے کہ بیمار پرسی کے ثواب، جنازے کے ساتھ جانے کے ثواب، دعوت میں شریک ہونے کے ثواب اور لوگوں کو مبارکباد دینے، ان کی ماتم پرسی کرنے اور ان کے حقوق ادا کرنے سے آدمی محروم رہ جاتا ہے۔ اور ان کاموں میں اور بھی بہت سی خرابیاں ہیں اور رسم و رواج، نفاق، بناوٹ وغیرہ کی خرابیاں ان میں پیدا ہو چکی ہیں۔ کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو ان کاموں کی آفات سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے۔ ایسے لوگوں کے لیے

گوشہ نشینی بہتر ہے۔ اور بہت سے سلف صالحین نے ایسا ہی کیا ہے یہ سب کچھ انہوں نے اپنی آخرت کی سلامتی کے لیے کیا ہے۔ کیونکہ انہیں سلامتی گوشہ نشینی میں ہی نظر آئی۔

چھٹی آفت:

یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ میل جول رکھے اور ان کے حقوق ادا کرنے میں ایک قسم کی تواضع اور انکساری پائی جاتی ہے۔ اور گوشہ نشینی میں تکبر بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ گوشہ نشینی اختیار کرنے کا باعث تکبر اور سرداری کا خیال ہی ہو۔ ایسے شخص کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ وہ تو کسی کی زیارت اور ملاقات کو نہ جائے لیکن لوگ اس کی زیارت اور ملاقات کو آئیں۔

حکایت:

منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بہت بڑا دانا آدمی تھا جس نے حکمت اور دانائی کی باتوں میں تین سو ساٹھ کتابیں لکھی تھیں۔ آخر کار اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا۔ کہ میرا اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں بہت بڑا درجہ ہے اس زمانے کے پیغمبر پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی۔ کہ اس سے کہہ دو کہ تو نے روئے زمین پر اپنی شہرت کروا دی ہے میں تیری کسی بات کو بھی قبول نہیں کرتا۔ تو اس کے دل میں خدا کا خوف پیدا ہوا اور اس خیال سے توبہ کی۔ اور ایک الگ کونے میں جا بیٹھا۔ اور کہا اب خدائے تعالیٰ مجھ سے خوش ہو گیا۔ پھر وحی آئی۔ کہ میں اس سے خوش نہیں ہوں۔ تو وہ خلوت خانے سے باہر آیا اور بازاروں میں جانا اور لوگوں سے میل جول کرنا شروع کیا۔ اور ان کے ساتھ نشست و برخاست اور کھانا پینا شروع کر دیا۔ اس وقت خدائے تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی اب میں تجھ سے خوش ہوں اور تو نے مجھے پا لیا ہے۔

پس جان لو کہ جو شخص تکبر کی وجہ سے گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے اور ڈرتا ہے کہ مجمعوں اور محفلوں اور مجلسوں میں لوگ اس کی عزت نہیں کرتے۔ یا اس بات سے ڈرتا ہے کہ لوگ اس کے علم یا عمل میں کسی خرابی سے واقف ہو جائیں گے۔ اور اس طرح اس کوتاہی کا پردا چاک ہو جائے گا۔ اور ہمیشہ اس آرزو میں رہے۔ کہ لوگ اس کی زیارت کرنے

آئیں، اور اسے بابرکت جانیں اور اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیں تو یہ گوشہ نشینی عین نفاق ہے۔ اور اس بات کی ایک علامت یہ ہے کہ گوشہ نشینی حق اور خیر کے لیے ہے۔ اس لیے تنہائی کے کونے میں بے کار نہ بیٹھا رہے۔ بلکہ ذکر وفکر میں مشغول رہے۔ یا علم وعبادت میں دوسری علامت یہ ہے، کہ لوگوں کے اس کی زیارت کے لیے آنے کو برا جانے۔ البتہ اس شخص کے اپنے پاس آنے کو برا نہ جانے جس سے دینی فائدہ ہوتا ہے۔

حضرت ابوالحسن حاتمی جو خواجگان طوس میں سے تھے۔ شیخ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ جو اونچے درجے کے اولیاء میں سے تھے سلام عرض کرنے کے لئے گئے۔ جب ان کے پاس پہنچے تو عذر کرنے لگے۔ کہ میں کوتاہی کرتا ہوں۔ کہ آپ کی خدمت میں بہت کم پہنچتا ہوں۔ آپ نے فرمایا خواجہ صاحب عذر خواہی نہ کیجئے۔ کیونکہ لوگ زیارت کے لیے آنے کو احسان سمجھتے ہیں۔ اور میں نہ آنے کو احسان سمجھتا ہوں، کیونکہ ہمیں کسی بڑے آدمی کے ہمارے پاس آنے کی کوئی پرواہ نہیں۔ ہمیں تو ایک ہی شخصیت کے آنے کی پرواہ ہے۔ یعنی عزرائیل فرشتے کے آنے کی۔ ایک امیر آدمی حضرت حاتم اثم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا اور کہا۔ آپ کوئی حاجت اور ضرورت رکھتے ہیں۔ فرمایا ہاں اور وہ یہ ہے کہ آئندہ تو مجھے نہ دیکھے اور میں تجھے نہ دیکھوں۔ اور جاننا چاہئے کہ اس لیے گوشہ نشینی اختیار کرنا تاکہ لوگ اس کی تعظیم کریں، بہت بڑی جہالت ہے۔ کیونکہ کم سے کم درجہ یہ ہے کہ وہ اس بات کا یقین رکھتا ہو کہ مخلوق کا کوئی کام بھی میرے اختیار میں نہیں ہے۔ اور وہ اس بات کو بھی جانے، کہ اگر کسی پہاڑ کی چوٹی پر چلا جائے گا۔ تو نکتہ چین آدمی یہ کہے گا کہ یہ نفاق میں مبتلا ہے۔ اور اگر شراب خانے جائے گا۔ تو جو اس کے دوست اور مرید ہیں۔ اس کی ملامت اور برائی کریں۔ تاکہ اپنے آپ کو لوگوں کی آنکھوں سے گرا دے۔ بہر حال لوگوں کے ایسے آدمی کے حق میں دو گروہ بن جاتے ہیں۔ کچھ اس کو اچھا کہیں گے۔ کچھ برا کہیں گے۔ اس لیے چاہیے کہ دل دین میں لگائے نہ کہ لوگوں میں۔ حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مرید کو کسی کام کا حکم دیا۔ اس نے کہا، میں لوگوں کے طعن وتشنیع کے خوف سے یہ کام نہیں کر سکتا۔ حضرت سہل نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا، کہ کوئی شخص بھی اس کام کی حقیقت

کو نہیں پا سکتا۔ جب تک اپنے اندر دو باتیں پیدا نہ کرے۔ یا تو ساری مخلوق اس کی آنکھوں میں کچھ حیثیت نہ رکھتی ہو کہ وہ خالق کے سوا کسی کو نہ دیکھتا ہو۔ یا اس کا نفس اس کی نگاہ سے گر چکا ہو اور اسے کوئی پرواہ نہ ہو اور لوگ اسے جس حال میں بھی دیکھیں۔ اس کا خیال نہ ہو

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے کہا کہ ایک گروہ آپ کی مجلس میں آتا ہے۔ اور آپ کی باتیں یاد کرتا ہے کہ آپ پر اعتراض کرے۔ اور آپ کے عیب تلاش کرے۔ آپ نے فرمایا' کہ جب سے میرے نفس میں فردوس اعلیٰ کا اور خدائے تعالیٰ کے پڑوس میں رہنے کا شوق پیدا ہو چکا ہے۔ لوگوں کی طرف سے سلامتی کا خیال نکل چکا ہے۔ کیونکہ لوگوں کی زبان سے تو ان کا خالق بھی سلامت نہیں رہا۔ مختصر یہ کہ تو نے گوشہ نشینی کے فائدے اور نقصانات جان لیے ہیں۔ ہر آدمی کو چاہئے کہ اپنا محاسبہ کرے۔ اور اپنے آپ کو ان فوائد و آفات کے سامنے پیش کرے۔ تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ اس کے لیے گوشہ نشینی بہتر ہے یا لوگوں میں رہنا۔

گوشہ نشینی کے آداب[1]:

جب کسی نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ تو چاہئے کہ یہ نیت کرے کہ میں اس گوشہ نشینی کے ذریعے اپنے شر سے لوگوں کو بچاتا ہوں۔ اور لوگوں کے شر سے اپنے آپ کو بچاتا ہوں۔ اور اس کی یہ نیت بھی ہو کہ عبادت الٰہی کے لیے فراغت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور چاہئے کہ کوئی لمحہ بھی بے کار نہ جانے دے۔ بلکہ ذکر و فکر اور علم و عمل میں مشغول رہے۔ اور لوگوں کو اپنے پاس آنے کی اجازت بھی نہ دے اور گوشہ نشینی میں بیٹھ کر اپنے شہر کے بڑے بڑے لوگوں کے حالات بھی دریافت نہ کرے کیونکہ جو چیز بھی وہ سنے گا اس کی تخم ریزی اس کے اپنے سینے میں بھی ہو جائے گی۔ اور چاہئے کہ خلوت کے درمیان سر اپنے سینے کی طرف رکھے۔ اور خلوت میں سب سے بڑا کام یہ ہے۔ کہ نفسانی خیالات کو بالکل کاٹ کر رکھ دے تا کہ ذکر الٰہی نکھر جائے۔ اور صاف ہو جائے اور لوگوں کی باتیں اور حالات پوچھنا نفس کی باتوں کا تخم اور بیج ہے۔ اور چاہئے کہ گوشہ نشینی کی حالت میں مختصر خوراک اور معمولی لباس پر

---

[1] کیمیائے سعادت' ص ۵۳۶' امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ۔

کفایت کرے وگرنہ لوگوں کے میل جول سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اور چاہئے کہ ہمسایوں کے رنج اور تکلیف پر صبر و ضبط سے کام لے۔ اور اس کی جتنی بھی صفت یا مذمت کریں اس طرف کان نہ لگائے اور دل کو اس میں مبتلا نہ کرے۔ اور اگر اسے گوشہ نشینی کے حالات میں لوگ منافق اور ریاکار کہیں یا مخلص اور متواضع کہیں اور اسے متکبر اور مکار کہیں تو بھی ان باتوں پر کان نہ دھرے کیونکہ ان باتوں میں پڑنا اپنے سارے قیمتی وقت کو برباد کرنا ہے۔ اور گوشہ نشینی سے مقصود یہ ہے کہ آخرت کے کاموں میں مشغول اور مستغرق رہے۔

تصوف کے مقامات

کیا ہیں؟

ایک اور رابعہ کا واقعہ:

حضرت رابعہ بنت اسماعیل نے حضرت احمد بن ابی حواری کو پیغام نکاح بھیجا۔ انہوں نے پسند نہ کیا' اس لیے کہ وہ عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے عورتوں کی ہمت نہیں ہے' اس لیے کہ میں اپنے کام (عبادت) میں مشغول ہوں اس پر حضرت رابعہ بنت اسماعیل نے فرمایا میں بھی اپنے حال (عبادت) میں مشغول ہوں اور مجھے شہوت بھی نہیں ہے۔ البتہ مجھے اپنے خاوند سے کافی مال ملا ہے' میرا ارادہ ہے کہ تم اسے اپنے بھائیوں پر خرچ کرو اور تمہارے ذریعے میں بھی نیک بندوں کو جان لوں اور میرے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف ایک راہ حاصل ہو جائے۔ انہوں نے فرمایا اچھا میں اپنے استاذِ مکرم سے اجازت لوں۔ ان کے استاذ حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ انہیں نکاح سے منع کرتے تھے اور فرماتے ہمارے لوگوں میں سے جس نے نکاح کیا اس کا حال بگڑ گیا۔ یعنی اہل خانہ کی ذمہ داریوں کی وجہ سے پریشان ہو کر بعض اوراد چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ حضرت سلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس عورت کا حال سنا' تو فرمایا' اس سے نکاح کر لو' یہ عورت ولی اللہ ہے' یہ صدیقین کا کلام ہے جو اس نے کیا' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے نکاح کر لیا' مگر ہم گھر میں اسی طرح رہتے تھے کہ غسل کرنا تو درکنار اس آدمی کی طرح تھے کہ جسے کھانے کے بعد جلدی جانا ہو اور ہاتھ دھونے کی فرصت بھی نہ ہو فرمایا اس کے بعد میں نے تین عورتوں سے نکاح کیا' مگر یہ پہلی بیوی مجھے اچھے اچھے کھانے کھلاتی اور مجھے خوش رکھتی اور کہتی جاؤ خوش رہو اور دوسری بیویوں کے لیے قوت حاصل کرو' حضرت رابعہ کا اہل شام میں وہی مقام تھا جیسے کہ بصرہ میں حضرت رابعہ بصری کا مقام تھا۔ یہ تمام واقعات دراصل تصوف کے مقامات ہیں۔ جن مقامات سے گزرتے ہوئے یہ احباب ودانش رب کی رضا کو حاصل کرتے ہیں ان میں ایک اہم مرحلہ توبہ کا بھی ہے اور توبہ کیا ہے؟ آیئے توبہ کے بارے میں حضرت قطب ربانی شہباز لامکانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ آپ توبہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

توبہ:

آپ فرماتے ہیں کہ توبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی پہلی عنایت وتوبہ اپنے بندے پر مبذول فرما کر اس کے دل پر اسی کا اشارہ کرے اور اپنی شفقت ومحبت کے ساتھ خاص کر کے اسے اپنی طرف کھینچ لے اس وقت بندے کا دل اپنے مولیٰ کی طرف کھینچ جاتا ہے اور روح قلب اور عقل اس کے تابع ہو جاتی ہے اور اب وجود میں امر الٰہی کے سواء اور کچھ نہیں رہتا۔ یہی صحت توبہ کی دلیل ہے۔

علم:

علم پڑھ کر اس کے بعد گوشہ نشین بن' جو شخص بغیر علم عبادات الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے اس کے جملہ کام نسبت سدھرنے کے زیادہ بگڑتے ہیں۔ پہلے اپنے ساتھ شریعت الٰہی کا چراغ لے پھر عبادت الٰہی میں مشغول ہو جا' جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کے علم کو وسیع کرتا اور علم لدنی جو اسے حاصل نہیں ہوتا عطا کرتا ہے تو اسباب اور خلق سے منقطع ہو جا وہ تیرے دل کو مضبوط اور عبادت اور پرہیزگاری کی طرف اس کا میلان کر دے گا۔ ماسوائے اللہ سے جدا رہ۔ اپنا چراغ شریعت گل ہونے سے ڈر خدا تعالیٰ سے نیک نیتی رکھ چالیس روز تو اگر اس کی یاد میں بیٹھے تو تیرے دل سے زبان کی راہ حکمت کے چشمے پھوٹیں گے۔ اور تیرا دل اس وقت سونے کی طرح محبت الٰہی کی آگ دہکنے لگے گا اور آتش محبت دیکھ کر تیرا نفس تیری خواہش تیرا شیطان تیری طبیعت تیرے اسباب اور وجود سے کہنے لگے گا کہ ذرا ٹھہر جاؤ میں نے آگ دیکھی ہے اور مقام سر سے اس کی ندا ہوئی کہ میں ہوں تیرا رب تو میرے غیر سے تعلق نہ رکھ مجھے پہچان لے اور میرے ماسوا کو بھول جا میری ہی علاقہ رکھ اور سب سے علاقہ توڑ دے۔ میرا طالب بنا رہ اور باقی سب سے اعراض کر میرے علم سے میرا قرب حاصل کر۔ جب لقا تمام ہوگی تو تجھے حاصل ہوگا جو کچھ حاصل ہوگا اور حجاب زائل ہوں گے۔[1]

---

[1] [illegible]

عملِ صالح:

جو شخص اپنے مالک حقیقی سے سچائی اور راستبازی اختیار کر کے تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرتا ہے وہ شب و روز اس کے ماسوا سے بیزار رہتا ہے۔ اے مخاطب تو ایسی یات کا دعوے نہ کر جو تجھ میں نہ ہو۔ خدا کو ایک جان کسی کو اس کا شریک نہ کر جس کا خدا تعالیٰ کی راہ میں کچھ بھی تلف ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ ضرور اس کا نعم البدل عطا فرماتا ہے۔ یاد رکھ کہ دل کی کدورت نہیں جا سکتی تاوقتیکہ نفس کی کدورت نہ جائے۔ جب تک نفس اصحاب کہف کے کتے کی طرح رضا کے دروازے پر نہ بیٹھ جائے اس وقت تک دل میں صفائی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس وقت یہ خطاب بھی ملے گا۔ یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ راضِیَةً مَّرْضِیَّةً یعنی اے نفس مطمئنہ نہایت راضی خوشی اپنے رب کی طرف لوٹ اس وقت وہ حضرت القدس میں باریابی حاصل کر سکے گا اور تو جہالت و نظرِ رحمت کا کعبہ بنے گا۔ اس کا عظمت و جلال اس پر منکشف ہوگا اور مقام اعلیٰ سے سنائی دے گا یَا عَبْدِیْ اَنْتَ لِیْ وَاَنَا لَکَ اے میرے بندے تو میرے لیے ہے اور میں تیرے لیے ہوں۔ جب اس حال س مدت تک اسے تقربِ الٰہی حاصل رہے گا تو اب وہ خاصانِ خدا سے ہو جائے گا۔ اور خلیفۃ اللہ علی الارض کہلانے کا مستحق اور اس کے اسرار پر مطلع ہو سکے گا اور اب یہ خدا کا امین ہوگا اور اب اسے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس لیے بھیجا ہے کہ معصیت کے دریا میں ڈوبنے والوں کو غرق ہونے سے بچا لے اور گمراہی کے بیابانوں میں راہِ حق سے گم گشتہ لوگوں کو راہ حق پر لائے۔ پھر اگر کسی مردہ دل پر اس کی گزر ہوتی ہے تو وہ اسے زندہ کر دیتا ہے اور اگر گنہگار پر گزر ہوتی ہے تو وہ اسے نصیحت کرتا ہے اور بد بخت کو نیک بخت بنا دیتا ہے۔[1]

انابت (توجہ الی اللہ):

انابت درجات کو چھوڑ کر مقامات کی طرف رجوع کر کے مقامات اعلیٰ میں ترقی کرنا اور مجلس حضرت القدس میں جا ٹھہرنا اور اس مشاہدے کے بعد کل کو چھوڑ کر حق تعالیٰ کی

---

[1] مظہر جمال مصطفائی ص ۲۲۳ مناقب حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

طرف رجوع کرتا ہے۔

خوف:

خوف کے کئی مقام ہیں۔ گنہگاروں کا خوف عذاب کے سبب سے ہوتا ہے۔ عابدین کا خوف عبادت کا ثواب کم ملنے پر یا نہ ملنے کے سبب ہوتا ہے۔ عاشقان الٰہی کا خوف لقائے الٰہی کے فوت ہو جانے کے سبب ہوتا ہے۔ اور عارفین کا خوف عظمت وہیبت الٰہی کے سبب ہوتا ہے۔ یہی اعلیٰ درجہ کا خوف ہے کیونکہ یہ زائل نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ رہتا ہے۔

رجاء (اُمیدِ رحمت:

اولیا اللہ کے حق میں رجاء یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن ہو مگر نہ کسی نفع یا دفع ضرر کی امید پر کیونکہ اہل ولایت جانتے ہیں کہ ان کو ان کی تمام ضروریات سے فارغ کر دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے نہ اس وجہ سے کہ وہ رؤف ورحیم ہے۔ رجاء بلا خوف امن بے خوفی ہے اور خوف بلا رجاء نا امیدی ہے اور یہ دونوں مذموم ہیں رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لووزن خوف المومن ورجاء ہ لاعتدلا

اگر مسلمان کا خوف اور رجاء وزن کیا جائے تو دونوں برابر نکلیں۔

حیاء:

حیا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے حق میں وہ بات نہ کہے جس کا وہ اہل نہ ہو محارم الٰہیہ کو چھوڑ دے چاہیے کہ تمام گناہوں کو صرف حیا کی وجہ سے چھوڑ دے نہ کہ خوف کی وجہ سے اور اس کی عبادت واطاعت کرتا ہے اور جانے کہ خدا تعالیٰ اس کی ہر بات پر مطلع ہے اسی لیے اس سے شرماتا رہے۔ قلب اور ہیبت کے درمیان سے حجاب اُٹھ جاتا ہے تو حیا پیدا کرے۔

وفا:

وفا حقوق الٰہی کی رعایت اور قولاً و فعلاً اس کے حدود کی حفاظت اور ظاہراً و باطناً اس کی رضامندی کی طرف رجوع کرنے کا نام ہے۔

صبر:

صبر مصیبت اور بلا میں استقلال سے رہنا ہے اور نہایت خوش دلی اور خندہ پیشانی سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر قائم رہنا ہے۔ صبر کی کئی قسمیں ہیں ایک صبر للہ ہے وہ یہ کہ اس کے اوامر کو بجالاتا رہے۔ اور اس کے نواہی سے بچتا رہے اور صبر مع اللہ یہ ہے کہ قضائے فقر سے نہ گھبرائے اور بغیر کسی قسم کی ترش روئی کے اظہار غنا کرتا رہے اور صبر علے اللہ یہ ہے کہ ہر امر میں وعدہ و وعید الٰہی کو مدنظر رکھ کر ہر وقت اس پر ثابت قدم رہے۔ دنیا سے آخرت کی طرف رجوع کرنا سہل ہے۔ مگر مجاز سے حقیقت کی طرف رجوع کرنا مشکل ہے اور خلق کو چھوڑ کر حق سے محبت اس سے بھی زیادہ مشکل ہے اور صبر مع اللہ سب سے زیادہ مشکل ہے۔

شکر:

شکر یہ ہے کہ نہایت عاجزی وانکساری سے نعمت کا اعتراف اور ادائے شکر کی عاجزی کو مدنظر رکھ کر منت و احسان کا مشاہدہ کرتے ہوئے اس کی عزت و حرمت باقی رکھی جائے۔ شکر لسانی یہ ہے کہ زبان سے نعمت کا اعتراف کرے اور شکر بالارکان یہ ہے کہ خدمت و وقار سے موصوف رہے اور شکر بالقلب یہ ہے۔ کہ بساط شہود پر معتکف ہو کر حرمت و عزت کا نگہبان رہے پھر اس مشاہدے کی نعمت کو دیکھکر دیدار منعم کی طرف ترقی کرے شاکر وہ ہے جو موجود پر شکر کرے۔ شکور وہ ہے جو مفقود پر شکر کرے اور حامد وہ ہے جو کہ منع کو عطا اور ضرر کو نفع مشاہدہ کرے اور ان دونوں وصفوں کو برابر جانے اور حمد یہ ہے کہ بساط قرب پر پہنچ کر حضرت کی آنکھوں سے تمام محامد و اوصاف جمالی و جلالی کا مشاہدہ کرے اور اُس کا اعتراف کرے۔

ہمت:

ہمت یہ ہے کہ نفس کو حب دنیا سے اور روح کو تعلق عقبیٰ سے دور رکھا جائے اور ارادہ مولا سے تبدیل کیا جائے اور مقام ستر کو اشارہ کون سے خواہ ایک لمحہ کے لیے ہی ہو خالی کیا جائے۔

توکل:

توکل اغیار کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ سے لو لگانا اور ایک ذات پر بھروسہ کر کے ماسوا اللہ سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متوکل مقام فنا سے آگے بڑھ جاتا ہے۔

توحید:

توحید مقام حضرت القدس کے اشارات سر ضمائر و خفایائے سر سرائر کا نام ہے۔ وہ قلب کا حجابات انکار سے گزر جانے اعلیٰ درجات وصال میں پہنچنے اور اقدام تجرید سے تقرب الٰہی میں جانے کا نام ہے۔

معرفت:

معرفت یہ ہے کہ مشیات الٰہی میں سے ہر شے کے اشارے سے جو کہ اس کی توحید کی طرف کر رہی ہے خفایائے ملکوتات و شواہد حق پر مطلع ہو اور ہر فانی کی فنا سے علم حقیقت کا ادراک کرنے اور اس میں ہیبت ربوبیت اور تاثیر بقا کو دل کی آنکھ سے معائنہ کرے۔

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہشیار
ہر ورق دفتریست معرفتِ کردگار

یعنی ہوشیار آدمی کی نظر میں سبز درختوں کا ہر پتہ پروردگار کی معرفت کا دفتر ہے۔

تصوف:

صوفی وہ ہے جو اپنے مقصد کی ناکامی کو خدا تعالیٰ کا مقصد جانے اور دنیا چھوڑ

دے یہاں تک کہ وہ خادم بنے اور آخرت سے پہلے دنیا ہی میں وہ فائز المرام ہو جائے تو ایسے شخص پر خدا تعالیٰ کی طرف سے سلامتی نازل ہوتی ہے۔

حُسنِ خُلق:

حُسنِ خلق یہ ہے کہ تم پر جفائے خلق اثر نہ کرے خصوصاً جبکہ تم حق سے خبردار ہو گئے ہو۔ اور عیوب پر نظر کر کے نفس کو اور جو کچھ نفس سے سرزد ہو حقیر جانو اور جو کچھ کہ خدا تعالیٰ نے خلق کے دلوں کو ایمان اور اپنے احکام ودیعت کیے ہیں اس پر نظر کر کے جو کچھ ان سے تمہارے حق میں صادر ہو عزت کرو۔ یہی انسانی جوہر ہے اور اسی سے لوگوں کو پرکھا جاتا ہے۔

صدق:

اقوال اور اعمال میں صدق یہ ہے کہ اس کے ذریعے روایت خداوندی حاصل ہے۔ اور احوال میں صدق یہ ہے کہ بندے کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی توجہ اور خیال کے علاوہ کوئی شے باقی نہ رہے۔

فناء:

حکمِ الٰہی کو مدِ نظر رکھ کر مخلوقات سے اپنے نفس سے اور اس کے ارادے کو مدنظر رکھ کر اپنے فعل سے درگزر کر اس وقت تو حکمِ الٰہی کے لائق ہو سکے گا۔ مخلوق سے فنا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ ان سے تیرا تعلق ختم ہو جائے۔ ان کے نفع سے ناامید اور ان کے ضرر سے بے خوف ہو جائے خود اپنی ہستی اور اور اپنے نفس اور خواہش سے فنا ہو جانے کی یہ علامت ہے کہ نفع حاصل کرنے اور ضرر دور کرنے میں اسباب ظاہری سے نظر اُٹھا لے اور اپنے سبب سے خود کچھ نہ کر نہ اپنے آپ پر بھروسہ کر بلکہ تمام امور اسی کو سونپ دے، وہ جس نے اولاً اس میں تصرف کیا ہے وہی اب بھی اس میں تصرف کرے گا اور اپنے ارادے سے فنا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ مشیتِ الٰہی کے سامنے تیرا کوئی ارادہ نہ ہو بلکہ اس کا فعلِ تمہارے اندر جاری رہے اور تمہارے اعضاء اس کے فعل سے خاموش ہوں اور دل

مطمئن اور خوش رہے۔ ذرا بھی منقبض نہ ہو، تمہارا باطن تمام چیزوں سے مستغنی رہے اور تو خود قدرت الٰہی کے ہاتھ میں ہو جائے، وہ کچھ بھی تجھ پر اپنا تصرف کرے زبان ازلی اس وقت تجھے پکارے گی، علم لدنی تجھ کو حاصل ہو گا اور نورِ جمالِ الٰہی کا لباس پہنے گا۔ پھر ارادہ الٰہی کے سوا تیرے اندر کچھ نہ رہے گا تو اس وقت تصرفات وخرقِ عادات تیری طرف منسوب ہوں گے مگر بظاہر اور درحقیقت وہ فعلِ الٰہی ہو گا پھر جب تو اپنے دل میں کوئی ارادہ پائے تو خدا تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی کا خیال کر اور اپنے وجود کو حقیر جان یہاں تک کہ تیرے وجود پر قضائے الٰہی وارد ہو۔ اس وقت تجھے بقا حاصل ہو گی، کیونکہ فنا حد ہے وہ یہ کہ اکیلا خدا تعالیٰ ہی باقی رہے جیسا کہ خلق کے پیدا کرنے سے پہلے اکیلا تھا۔ یہی حالت فنا کی ہے، جب تو خلق سے علیحدہ ہو جائے گا تو کہا جائے گا کہ خدا تجھ پر رحمت اور حقیقی زندگی نصیب کرے۔ اس وقت تجھے حقیقی زندگی حاصل ہو گی اور غنیٰ کہ جس کے بعد فقر نہیں اور وہ عطا کہ جس کے بعد رکاوٹ نہیں اور وہ امن کہ جس کے بعد کوئی خوف نہیں اور وہ نیک بختی جس کے بعد بدبختی نہیں اور وہ عزت جس کے بعد ذلت نہیں اور وہ قرب کہ جس کے بعد بُعد نہیں اور وہ بزرگی جس کے بعد حقارت نہیں اور پاکی کہ جس کے بعد ناپاکی کا تصور نہیں ہو سکتا۔

بقا:

بقا حاصل نہیں ہوتی مگر اسی بقا سے کہ جس کے ساتھ فنا نہ ہوا اور نہ انقطاع ہو۔ اور وہ نہیں ہوتی مگر صرف ایک لمحہ کے لیے بلکہ اس سے بھی کم، اہل بقا کی علامت یہ ہے کہ ان کے اس وصفِ بقا میں کوئی فانی شے ان کے ساتھ نہ رہ سکے کیونکہ وہ دونوں آپس میں ضد ہیں،

رضا:

محبت الٰہی میں بڑھنا اور علمِ الٰہی کو کافی جان کر قضا وقدر پر راضی رہنا رضائے الٰہی ہے۔

قرب:

مسافتوں کو لطف کے ساتھ طے کرنے کو قرب کہتے ہیں۔

شوق:

بہترین شوق یہ ہے جو مشاہدے سے پیدا ہو۔ ملاقات سے سُست نہ پڑ جائے دیکھنے سے ساکن نہ ہو، قرب سے چلا نہ جائے محبت سے زائل نہ ہو بلکہ جوں جوں ملاقات بڑھتی جائے شوق بھی بڑھتا جائے۔ شوق کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اسباب یعنی موافقت روح متابقت ہمت یا حظِ نفس سے خالی ہو۔ اس وقت مشاہدہ دائمی ہوتا ہے۔ اور مشاہدے کا شوق پیدا ہوا کرتا ہے۔

محبت:

محبت دل کی تشویش کا نام ہے جو کہ محبوب کے فراق سے حاصل ہوتی ہے اس وقت دنیا اسے انگوٹھی کے حلقے یا مجلس ماتم کی طرح معلوم ہوتی ہے۔ محبت وہ شراب ہے جس کا نشہ کبھی نہیں اتر سکتا۔ محبت محبوب سے خواہ ظاہر ہو خواہ باطن ہر حال میں خلوص نیتی کرنے کا نام ہے محبت بجز محبوب کے سب سے آنکھیں بند کر لینے کا نام ہے۔ عاشق محبت کے نشے میں ایسے مست ہوتے ہیں کہ انہیں بجز مشاہدۂ محبوب کے کبھی ہوش نہیں آتا۔ وہ ایسے مریض ہیں کہ بغیر دیدار محبوب صحت نہیں پاتے۔ انہیں اغیار سے حد درجہ کی وحشت ہوتی ہے محبوب کے سوا انہیں کسی سے انسیت نہیں ہوتی۔

وجد:

وجد یہ ہے کہ روح ذکر کی حلاوت میں اور نفس لذتِ طرب میں مشغول ہو جائے اور سر سب سے فارغ ہو کر صرف خدا تعالیٰ کی ہی طرف متوجہ ہو۔ نیز وجد محبتِ الٰہی کی شراب ہے جو مولا اپنے بندے کو پلاتا ہے تو اس کا وجود سبک اور ہلکا ہو جاتا ہے اور اس کا دل محبت کے بازوؤں پر اڑ کر مقام حضرت القدس میں پہنچ کر دریائے ہیبت میں جا گرتا ہے۔ اسی لیے واجد گر جاتا ہے اور اس پر غشی طاری ہوتی ہے۔

(قلائد الجواہر بہجۃ الاسرار)

طہارت

نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج طریقت کی روشنی میں

طہارت طریقت کی روشنی میں:

طہارت طریقت کی

روشنی میں غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طہارت دو قسم کی ہے ایک ظاہری دوسری باطنی' طہارت ظاہری کے لیے پانی کی ضرورت ہے' اور طہارت باطنی کے لیے توبہ' تلقین صفائی قلب اور اہل طریقت کی راہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے' جب نجاست وغیرہ کے خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جائے تو پانی سے تازہ وضو کرنا لازمی ہے۔ جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے تازہ وضو کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے ایمان کو تازہ کر دیا۔

دوسری حدیث پاک میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ وضو پر وضو نور علےٰ نور ہے' لہٰذا جب برے افعال اور اخلاق رذیلہ مثلاً تکبر' غرور' حسد' کینہ' غیبت' بہتان' جھوٹ وغیرہ کے باعث باطنی وضو فاسد ہو جائے تو اس کی تجدید کا طریقہ یہ ہے کہ ان مفسدات باطنی وضو یعنی مذکورہ گناہوں سے سچی توبہ کرے اور اپنی معصیت پر نادم ہو کر حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ ہر دن اور رات کے لیے ظاہری قوت ہے باطنی وضو دائمی انتہائے عمر تک ہے۔

طریقت کی نماز:

نماز شریعت کے لیے دن اور رات میں پانچ اوقات مقرر ہیں اور سنت طریقہ یہ ہے کہ یہ نماز بغیر ریا اور تصنع مسجد میں قبلہ رخ ہو کر امام کے پیچھے با جماعت ادا کی جائے اس کی مسجد قلب ہے اور اس کی جماعت تمام قوائے باطنی کامل کا باطنی زبان سے اسمائے توحید کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے اس کا امام قلب کے اندر جذبہ شوق ہے۔ اور اس کا قبلہ حضرت احدیت اور جمال صمدیت یعنی قبلہ حقیقت ہے' قلب و روح دونوں ہمیشہ اس نماز میں مشغول رہیں۔ عارف کی حجابی کیفیت اٹھ جاتی ہے اور بارگاہ احدیت میں اس کو حضوری کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ پھر وہ ان مقربان الٰہی کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے۔ جن کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء اور اولیاء اپنی قبروں میں ایسے ہی

نماز پڑھتے ہیں جیسے اپنے گھروں میں یعنی اپنے زندہ دلوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی مناجات میں مشغول رہتے ہیں۔ جب ظاہری اور باطنی نماز میں جمع ہو جائیں تو نماز مکمل ہو جاتی ہے اور اس کا اجرِ عظیم اللہ تعالیٰ کی جناب میں روحانی قرب اور جنت میں درجات جسمانی کی شکل میں ملتا ہے۔ اس قسم کا نمازی ظاہراً عابد ہوتا ہے اور باطناً عارف اور اگر حیات قلب حاصل نہ ہونے کے باعث نماز طریقت اور نماز شریعت کی یکجائی کسی نمازی کو نصیب نہ ہو تو وہ ناقص ہے اس کا اجر درجات ہے قربات نہیں۔ (یعنی قرب الٰہی کے مقامات سے وہ محروم ہے۔)

طریقت کا روزہ:

شریعت کا روزہ یہ ہے کہ دن میں کھانے پینے وغیرہ سے پرہیز کیا جائے اور طریقت کا روزہ یہ ہے کہ انسان ظاہر اور باطن میں اپنے اعضا کو شب و روز محرمات اور ممنوعات سے اور دیگر برائیوں سے مثلاً تکبر وغیرہ سے باز رکھے اگر وہ افعال ذمیمہ میں سے کسی ایک کا مرتکب ہوگا تو اس کا روزہ طریقت باطل ہو جائے گا۔ شریعت کے روزے کا وقت مقرر ہے لیکن طریقت کا روزہ دائمی تمام عمر کے لیے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کو اپنے روزے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اسی واسطے کہا گیا ہے کہ کتنے ہی روزے دار ہیں۔ یعنی اپنے اعضاء کو برائیوں اور لوگوں کو ایذا پہنچانے سے باز رکھتے ہیں جیسا کہ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں۔ (یعنی جس نے روزہ رکھا گویا کہ اس نے مجھے پالیا) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسری بوقت دیدار جمال الٰہی' خدائے تعالیٰ ہمیں اور تمہیں نصیب کرے۔ رویت سے مراد قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے جمال کا دیدار اس آنکھ سے کرنا ہے جو مقام سِرّ میں ہے۔ اور روزہ حقیقت سے مراد دل کا ماسوائے اللہ کو ترک کر دینا ہے۔ اور سِرّ کا غیر اللہ کے مشاہدے کی محبت سے پاک ہونا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔ انسان میرا سِرّ (راز) ہے اور میں اس کا سِر ہوں۔ پس سِرّ جو اللہ تعالیٰ کے نور سے ہے۔ اس کا میلان کسی غیر اللہ کی طرف نہیں ہوتا اس کے لیے

دنیا اور آخرت میں سوائے ذات باری تعالیٰ کے کوئی محبوب مرغوب اور مطلوب فاسد ہو جاتا ہے اس روزے کی قضا یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں پھر اسی ذات باری تعالیٰ کی محبت اور شوق کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے۔ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں۔

طریقت کی زکوٰۃ:

شریعت کی زکوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ انسان دنیا میں جو کمائی کرے جب وہ نصاب کو پہنچے تو اس میں سے ہر سال وقت مقرر پر جو مال از روئے شرع نصاب جمع ہو اس کو شریعت کے احکام کے مطابق مستحق لوگوں میں تقسیم کرے زکوٰۃ طریقت یہ ہے۔ کہ اخروی کمائی سے فقرائے دین اور مساکین اخروی (جن کے پاس آخرت کے لیے عمل نہیں ہے) میں تقسیم کیا جائے قرآن مجید میں اس زکوٰۃ کو صدقہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا اِنما الصدقات للفقراءِ یعنی صدقات تو فقراء کے لیے ہی ہیں۔ کیونکہ وہ فقیر کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں پہنچ جاتے ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کو قبولیت کا شرف حاصل ہو جاتا ہے اور یہ زکوٰۃ دائمی ہے اور اس سے مراد ایصال ثواب کرنا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے گنہگاروں کو اخروی کمائی کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔ اور اس کی اپنی نیکیوں سے اس کی ذات کے لئے کوئی ثواب باقی نہیں رہتا' چنانچہ نیکیوں کے لحاظ سے وہ بالکل مفلس ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ سخاوت اور افلاس کو پسند فرماتا ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا مفلس دونوں جہان میں اللہ تعالیٰ کی امان میں ہے اور حضرت رابعہ بصری عدویہ رحمۃ اللہ علیہما نے عرض کیا الٰہی دنیا سے جو میرا حصہ ہے۔ وہ کافروں کو عطا کر دے اور عاقبت کا جو حصہ ہے وہ مومنین کو عطا کر دے۔ میں دنیا سے سوائے تیرے ذکر کے کچھ نہیں چاہتی اور عاقبت سے صرف تیرے دیدار کی طلب گار ہوں۔

طریقت کا حج:

شریعت کا حج یہ ہے کہ شرائط وفرائض کے ساتھ حج بیت اللہ کیا جائے حتیٰ کہ حج کا ثواب حاصل ہو جائے۔ اگر شرائط کی ادائیگی میں کوئی نقص واقع ہو جائے تو ثواب میں کمی ہو جاتی ہے اور حج فاسد ہو جاتا ہے۔ اس حج کی شرائط یہ ہیں۔ احرام باندھنا، مکہ مکرمہ میں داخلہ میں قربانی کرنا، بیت الحرام میں داخلہ وقوف عرفات مزدلفہ میں رات گزارنا۔ طواف کعبہ سات چکر آب زم زم پینا، مقام ابراہیم پر دو رکعت پڑھنا، ان شرائط کے ساتھ حج ادا کرنے کے بعد وہ باتیں حلال ہو جاتی ہیں جو احرام کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہیں۔ اس حج کی جزا دوزخ سے رہائی اور اللہ کے قہر سے امان پانا ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔

”فمن دخلة كان امنا“

کہ جو اس میں داخل ہوا امان میں ہوا۔ سب سے آخر میں طوافِ صدر ہے (جس کو طواف وداع بھی کہتے ہیں) اور پھر وطن کو واپسی ہے۔ طریقت کے حج کے لیے زادِ راہ اور سامان سفر یہ ہے کہ سب سے پہلے کسی صاحب تلقین (پیر کامل) کے ساتھ نسبت پیدا کر کے اس سے تلقین حاصل کرے پھر زبان کے ساتھ دائمی ذکر کرے اور اس کی حقیقت اور مقصد کو سامنے رکھے اور ذکر سے مراد کلمہ توحید کا زبانی ذکر ہے۔ اس کے بعد جب دل زندہ ہو جائے تو باطنی ذکر الٰہی میں مشغول ہو حتیٰ کہ پہلے صفائی اسماءؑ کے دائمی ذکر سے تصفیہ باطن کرے تاکہ کعبہ سرّ اللہ تعالیٰ کے جمال صفاتی کے انوار کے ساتھ ظاہر ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ میرا گھر خود صاف ستھرا کرو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود والوں کے لئے ظاہری کعبہ صاف ستھرا کرنا مخلوقات میں سے ان لوگوں کے لیے ہے۔ جو طواف کرنے والے ہیں اور باطنی کعبے کی صفائی خالق کے قرب کے لیے ہے۔ اس ذات پاک کا جلوہ دیکھنے کے لیے نہایت بہترین اور مناسب طریقہ یہ ہے کہ کعبہ باطن کو ماسوائے اللہ سے پاک کیا جائے، احرام روح قدسی کے نور سے ہے، پھر کعبہ قلب میں داخلہ اس کے بعد طواف قدوم اسم ثانی یعنی اسم اللہ کا دائمی ذکر ہے پھر عرفات قلب (جو موضع مناجات ہے) کی طرف روانگی اور اس میں

وقوف اس طریقہ سے کہ تیسرا اسم یعنی ھُوَا اور چوتھا اسم یعنی حقّ کا ذکر پابندی کے ساتھ کیا جائے پھر مزدلفہ میں آئے۔ جس سے مراد فواد (یعنی باطنی دل) ہے اور پانچویں اور چھٹے اسما یعنی حیّ اور قیوم کو جمع کرے۔ پھر منیٰ یعنی مقام سر کی طرف توجہ کرے جو مابین حرمین ہے۔ اور ان دونوں کے مابین وقوف کرے پھر ساتویں اسم یعنی قہارؔ کے دائمی ذکر سے نفس مطمئنہ کی قربانی کرے کیونکہ یہ اسم باعثِ فنا اور حجابِ کفر کو دور کرنے والا ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ''کفر اور ایمان عرش کے ورے دو مقام ہیں جو بندے اور اس کے پروردگار کے درمیان حجاب ہیں۔ ایک ان میں سے سیاہ ہے۔ دوسرا سفید' نفس مطمئنہ کی قربانی کرنے کے بعد سر منڈانے کا عمل ہے۔ اس سے مراد روح قدسی کو آٹھویں اسم کے دائمی ذکر کے ساتھ صفات بشری سے پاک صاف کرنا ہے۔ اس کے بعد نویں اسم کو لازم پکڑے اور حرم سر میں داخل ہو جائے' پھر اس مقام میں رسائی حاصل کرے جہاں اعتکاف والوں کو اپنی بصیرت سے دیکھے اور دسویں اسم کے ذکر کے ساتھ مقام قرب اور اس میں اعتکاف کرے پھر بلا کیف وتشبیہ اس بلند شان والے پروردگار کے جمال کا نظارہ کرے۔ اس کے بعد اسماء الاصول سے گیارہواں اسم اور چھ اسماء فروعات یعنی سات اسماء کو لازم پکڑے اور ان کے دائمی ذکر سے طریقت کے حج کا طواف مکمل ہو گیا پھر مقامِ قرب میں بارہویں اسم کے پیالے سے بدستِ قدرت شرابِ طہور پینا ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔[1]

وسقاھم ربھم شرابا طھوراً

یعنی ان کو ان کے پروردگار نے پاکیزہ شراب پلائی۔ اس کے بعد حجاب دوئی اٹھ جاتا ہے۔ اور اس ذاتِ غیر فانی کو اسی کے نور کے واسطے سے بے حجابانہ دیکھتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا معنی ہے جو حدیث قدسی میں فرمایا اہل قرب کو وہ بات حاصل ہوتی ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سنی اور نہ ہی اس کا خیال کسی بشر کے دل میں آیا۔ اس کے بعد طواف صدر (وداع) ہے جو جملہ اسماء کی تکرار سے حاصل ہوتا ہے۔ پھر وطن

---

[1] سر الاسرار مطبوعہ کراچی۔

اصلی کی طرف واپسی سے مراد عالم قدس اور عالم احسن تقویم کی طرف مراجعت ہے یہ مقام بارہویں اسم کے دائمی ذکر سے حاصل ہوتا ہے اور جو معاملہ اس سے آگے ہے۔ بیان سے باہر ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا' بلاشبہ علوم میں سے ایک علم ایسا ہے جو بہت پوشیدہ ہے جس کو سوائے علمائے ربانی کے کوئی نہیں جانتا۔ جب وہ اس کے ساتھ کلام کرتے ہیں تو اہل عزت اس کا انکار نہیں کرتے۔ عارف علم کی تہہ کو پہنچتا ہے اس کا کلام اس کے حال کے مطابق ہوتا ہے۔ عارف کا علم اللہ تعالیٰ کا راز ہے جس کو اس کا ضمیر نہیں جانتا۔[1]

وفات:

جس طرح حضرت رابعہ بصری کے سال ولادت سے متعلق بہت سارے مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اسی طرح وفات شریف سے متعلق بھی ان مورخین کے اقوال مختلف ہیں۔ ان میں سے بیشتر ایسے ہیں جنہوں نے تاریخ وفات کا ذکر ہی نہیں کیا۔ یا وہ پتا نہ لگا سکے۔ بہر حال اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ عنہما نے بڑی طویل عمر پائی ان کی زندگی چونکہ مجاہدات اور ریاضت وتقویٰ سے بھری پڑی ہے اس لیے وہ اپنے دور میں ام الخیر بھی کہلائیں بلکہ ان کی شب بیداری نے انہیں دہری عمر عطا کر دی ابن خلکان ابن شاکر ابن عماد حنبلی نے بیان کیا ہے کہ ان کی وفات ۱۰۵ھ میں ہوئی بعض مورخین تاریخ رحلت ۱۸۰ ھ بیان کرتے ہیں' مناوی نے طبقات الصوفیہ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ تصوف وسوانح کی مشہور کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ عنہما روحانی زندگی کے آخری مرحلے میں بیماری وسوزش عشق الٰہی سے بڑی تکان محسوس کرتی تھیں۔ وہ روتی رہتی تھیں تکلیف سے نہیں بلکہ حسبِ عادت ایک دن کسی نے پوچھا۔

رابعہ! تو کیوں روتی اور آہ وزاری کرتی رہتی ہے؟

تو حضرت رابعہ بصریہ عدویہ رحمۃ اللہ عنہما نے جواب فرمایا کہ افسوس! جو بیماری مجھے ہے اس کا علاج کوئی طبیب نہیں کر سکتا۔ اس کی دوا تو صرف دیدار الٰہی ہی میں ہے۔

---

[1] مظہر جمال مصطفائی ص ۲۶۲' ص ۲۵۸' سید نصیر الدین قادری برکاتی۔

میں جو یہ تکلیف برداشت کر رہی ہوں صرف اور صرف اس امید پر کہ آخرت میں مقصود تو پالوں گی ان کے ایک بھائی نے آپ کو رونے سے روکا تو انھوں نے فرمایا۔

میں ڈرتی ہوں، کہیں آخری گھڑی یہ آواز بلند نہ ہو جائے کہ رابعہ ہی سامنے کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہے۔ وہ انتہائی گرمی کے دنوں میں گوشہ نشین رہتیں۔ ایک دن ان کی خادمہ اور مخلص سہیلی نے کہا

میری مالکہ! اس گوشہ نشنی کو چھوڑ دو، میرے ساتھ چلے آؤ، قدرت الٰہی کی نشانیاں دیکھیں۔ تو حضرت رابعہ بصریہ نے کہا۔ بلکہ تو اندر آ جا اور قدرت کا نظارہ کر۔

پھر کہنے لگیں۔

"میرا مقصود تو نظارہ قدرت ہے جہاں کہیں بھی ہو۔

وہ ہر چیز میں قدرت کا نظارہ کرتیں۔ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ عنہما گوشہ نشنی کے دنوں میں بھی نظارہ قدرت سے باز نہ رہیں۔ وہ اپنے ماحول میں قدرت کے کرشمے دیکھتیں اور ماورائے وجود میں منہمک ہو جاتیں تھیں۔ جب خلوت میں جاتی تو دیر تک عبادت کرتی رہتیں یہ دعا وہ اکثر خلوت گاہ میں پڑھا کرتی تھیں۔

اے میرے آقا! مقرب بندے خلوتوں میں تیرا قرب تلاش کرتے ہیں تیری عظمت کے گیت سمندر میں مچھلیاں گاتی ہیں اور تیرے مقدس جلال کی وجہ سے موجیں ایک دوسری سے ٹکراتی ہیں۔

دن کی روشنی، رات کی تاریکی، گھومنے والے آسمان، بحر زخار، منور چاند، چمکیلے تارے سب تیرے سامنے سجدہ کرتے ہیں اور ہر چیز ایک انداز کے مطابق ہے کیونکہ تو غنی اور قہار ہے۔

حضرت رابعہ بصری کا جسم بیمار رہنے اور گھلنے لگا تو دل بیدار ہوتا چلا گیا کیونکہ وہ خیال کرتی تھیں کہ راہ خدا میں مختلف مقامات کا امتیاز نظر سے دشوار اور زبان کے ذریعے سے وہاں تک رسائی مشکل ہے اس لیے صوفی کا دل ہمیشہ بیدار رہنا چاہیے تاکہ وہ دل کی

آنکھوں سے راستہ دیکھ کر مقامات تک پہنچ سکے۔

وہ ہفتہ بھر میں تھوڑا سا کھاتی تھیں کیونکہ بیماریوں کے باوجود رات دن نماز میں مشغول رہتی تھیں۔ جب عبادت کا بوجھ نہ اُٹھتا اور بھوک ستاتی تو پنڈلیاں جواب دے جاتیں اور تمام اعضاء ٹوٹنے لگتے۔ اسی وقت تھوڑا کھانا کھانے کے لیے راضی ہو جاتیں۔ رابعہ گوشت نہیں سبزی کھاتی تھیں۔ اس بارے میں وہ اپنے ہمدم رباح بن عمر قیسی کے مسلک پر چلتی تھیں۔ اور حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ عنہما گوشہ عزلت سے سے بہت کم نکلتی تھیں جب ان کی قوم کا کوئی آدمی مل جاتا اور پہچان لیتا تو ان سے دعا کا طالب ہوتا وہ پریشان ہو کر دیوار یا ستون سے چمٹ کر کھڑی ہو جاتیں اور سائل کو اس طرح جھڑکتی!

میں کون ہوں، اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے! خدا کی بندگی کر اور دعا مانگ کیونکہ وہ پریشان حال کی دعا سنتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رابعہ بصری لوگوں کو صاحب کرامات کہنے کے بارے میں روکتی تھیں۔ کیونکہ کرامات سے ڈرتی تھیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ اسے خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ بنالیں اس لیے مجاہدات کی تلقین کرتیں اور فرماتیں، کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو تو وہ سنے گا۔

جب بیماری سخت ہوگئی تو وہ گھر میں پڑی رہنے لگیں۔ صوفی مرد و زن اور معتقدین ہر روز عیادت کے لیے آتے تا کہ ان کی زندگی سے قلوب مطمئن کریں۔ جب وہ کوئی بات دریافت کرتے تو رو پڑتیں آنسو رخساروں پر بہنے لگتے اور کبھی اس قدر روتیں کہ سینے پر اشکوں کا تار بندھ جاتا۔

حضرت رابعہ بصری کے چھوٹے سے گھر میں فارسی بانس کی دو گزی لگن کے سوا کچھ نہ تھا اس پر بھی ان کا کفن پڑا رہتا تھا تا کہ ہمیشہ آخرت کی یاد دلاتا رہے۔ بستر کچی اینٹوں کا تھا جس پر وہ سوتی اور نماز پڑھتی تھیں۔ کبھی زمین پر چٹائی یا پرانا چمڑا بچھا لیتی تھیں۔ زندگی کے آخری دنوں میں کھانا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ جب موت کے وقت نزدیک آجانے کا احساس ہوگیا تو خادمہ عبدہ بنت ابی شوال کو وصیت کر دی کہ وفات کا علم کسی کو نہ ہو بالوں

کا جبہ، جو وہ اوڑھتی ہوں اسی کا کفن دیا جائے اور سر اس کی صوفیانہ کالی چادر سے ڈھانپ دیا جائے۔ جب دم نزع آ پہنچا تو ان کے پاس کچھ دوست، مرید اور معتقد بیٹھے تھے ان سے فرمانے لگیں راہ کشادہ کر دو...... کیونکہ موت قریب آ گئی ہے۔ اس لیے وہ غمگین واپس ہوئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر سننے لگے۔ جب ان کی روح خالق حقیقی سے جا ملی تو وہ کلمہ شہادت پڑھ رہی تھیں، لوگ ان کی طرف بڑھے اس حال میں کہ آنسو ان کی غمگین آنکھوں سے جاری تھے۔

"انا للہ و انا الیہ راجعون"

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔ دوستوں اور پڑوسیوں نے کفن دفن کیا اور چشم پُرنم سے نماز جنازہ پڑھی۔

مزار مبارک:

ان کے مزار مبارک سے متعلق بھی مورخین اور راویوں میں اختلاف پایا جاتا ہے جس طرح وہ ان کی سوانح اور اصل نسب کے بارے میں مختلف ہیں کیونکہ ان کی ہم نام عابدہ زاہدہ بہت سی عورتیں گزری ہیں جیسے کہ حضرت رابعہ شامیہ وغیرہ ہیں۔ کچھ نے کہا کہ ابن بطوطہ جیسے محقق مورخین نے اس تک رسائی حاصل کی کہ وہ[1]

حضرت رابعہ عدویہ بصریہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما اپنے شہر بصرہ ہی میں دفن ہوئیں جو آج کل عراق کا بڑا مشہور ترین شہر ہے۔

یہ بات طبعاً ترین قیاس ہے۔ رہیں وہ دو قبریں جو ان کے نام سے مشہور ہیں یعنی ایک وہ جو بیت المقدس کے قرب و جوار میں ہے۔ دوسری وہ جو دمشق کے محلے قبر یہ میں واقع ہے۔

یہ علی الترتیب رابعہ بدویہ اور رابعہ شامیہ کی ہیں جو اسی طرح مشہور ہیں۔ اصل میں یہ دونوں صالح عورتیں رابعہ بصریہ کے بعد گزری ہیں۔ جو ان کی ہم نام تھیں۔ جیسے ہم آج کل بھی مشہور لوگوں کے نام رکھ لیتے ہیں۔ دیکھئے قدیم و جدید محققین و مورخین اس

---

[1] الحمد للہ فقیر نے دمشق میں حضرت سیدہ زینب کے مزار پرانوار پر حاضری دی ہوئی ہے۔ القادری

بارے میں کس قدر مختلف البیان ہیں کہ سیدہ زینب[1] کی قبر مصر میں ہے۔ یا حجاز و دمشق میں کیونکہ ان تینوں مقامات پر مزار سیدہ زینب ایک مقدس مقام ہے۔ جہاں عوام وخواص آتے اور عرس وغیرہ کرتے ہیں۔ مختلف شہروں میں مختلف انبیاء و اولیاء کی قبریں پائی جاتی ہیں۔ ہر سرزمین یہ شرف اپنی طرف منسوب کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ جیسے حضرت یحییٰ کی ان کا مزار مبارک دمشق بیروت اور حیداء تینوں شہروں میں ہے اور حضرت حسین ابن علی کا مزار قاہرہ میں جامع ازہر شریف کے قریب بھی ہے اور دمشق کی مسجد اموی میں بھی۔[1]

بلاشبہ ان حضرات کے پاک اجسام کے حصے شورشوں کی وجہ سے مختلف شہروں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ مگر ان قبروں تین تین قبروں کا کیا فائدہ؟ فائدہ تو ان باتوں کا ہے جو زندہ لوگوں یعنی علماء کے سینوں میں ہے اور کتابوں کے اوراق میں ہے زمانے گذر گئے اور گزر جائیں گے حضرت رابعہ عدویہ بصریہ جنہوں نے صوفیانہ مذہب میں حب الٰہی کی مثال قائم کی اور جنہوں نے روح کی پاکیزگی اور بشریت کے لیے تہذیب آموز تعلیمات چھوڑی ہیں۔ ہم ان کی یاد کو ابدآلاباد تک ان کے پیروؤں کے یہاں زندہ پاتے ہیں۔ جو صوفی باصفا ہیں اور ان کے آداب سے مزین ہیں۔ حضرت رابعہ عدویہ بصریہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی فضیلت کے لیے یہ کیا کم ہے کہ ان پر زندگی بسر کر کے عورتوں کے لیے عزت ومدحت کا ایک ایسا باب کشادہ کر گئیں جو کبھی بند نہ کیا جا سکے گا۔ آخر وہ بھی ایک عورت ہی تھیں، جو متقیوں کی صفوں میں سب سے زیادہ پیش پیش اور عبادت و دیانت میں عورتوں کے لیے واضح دلیل ہیں۔

اور اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اپنے ان نیک صفات لوگوں کے وسیلہ سے ہمیں بھی اپنی محبت کا اسیر بنا اور حضور علیہ السلام پر اپنا تن من دھن وار دینے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

احقر العباد

محمد شاب القادری عفی عنہ

---

[2] سیرت رابعہ بصریہ، ص ۱۲۰، ودادا لکا لاہور

کتابیات

1: قرآن کریم،

2: احادیث مبارکہ،

3: بزم اولیاء، مصنف حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ، مترجم علامہ بدرالدین القادری،

4: تذکرۃ الاولیاء، مصنف، خواجہ شیخ فریدالدین عطار نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ،

5: سیرت رابعہ بصری، سیدہ وداد الکاکینی، مکتبہ میری لائبریری لاہور،

6: روض الریاحین، بزم اولیاء، امام عبداللہ بن اسعد یافعی رحمۃ اللہ علیہ،

7: رسالہ قشیریہ، امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ،

8: شریف التواریخ، سید شریف احمد شرافت نوشاہی،

9: ،سیرت رابعہ بصریہ، مطبوعہ کراچی،

10: فوائد الفواد، حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہ،

11: کیمیائے سعادت، حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،

12: عوارف المعارف، شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،

13: کشف المحجوب، حضور داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،

14: مکاشفۃ القلوب، حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،

15: مظہر جمال مصطفائی، صوفی سید نصیر الدین ہاشمی قادری رضوی برکاتی،

16: قلائد الجواہر بہجۃ الاسرار،

17: سرالاسرار، مطبوعہ کراچی، 18: سیرت رابعہ عدویہ، مطبوعہ لاہور،

19: محفل اولیاء، حضرت علامہ شاہ مراد سہروردی، انڈیا،

20: بزرگ، نواز رومانی، 21: صوفیاء کرام، طاہر لاہوری،

تذکرۃ الاولیاء

قصص الانبیاء

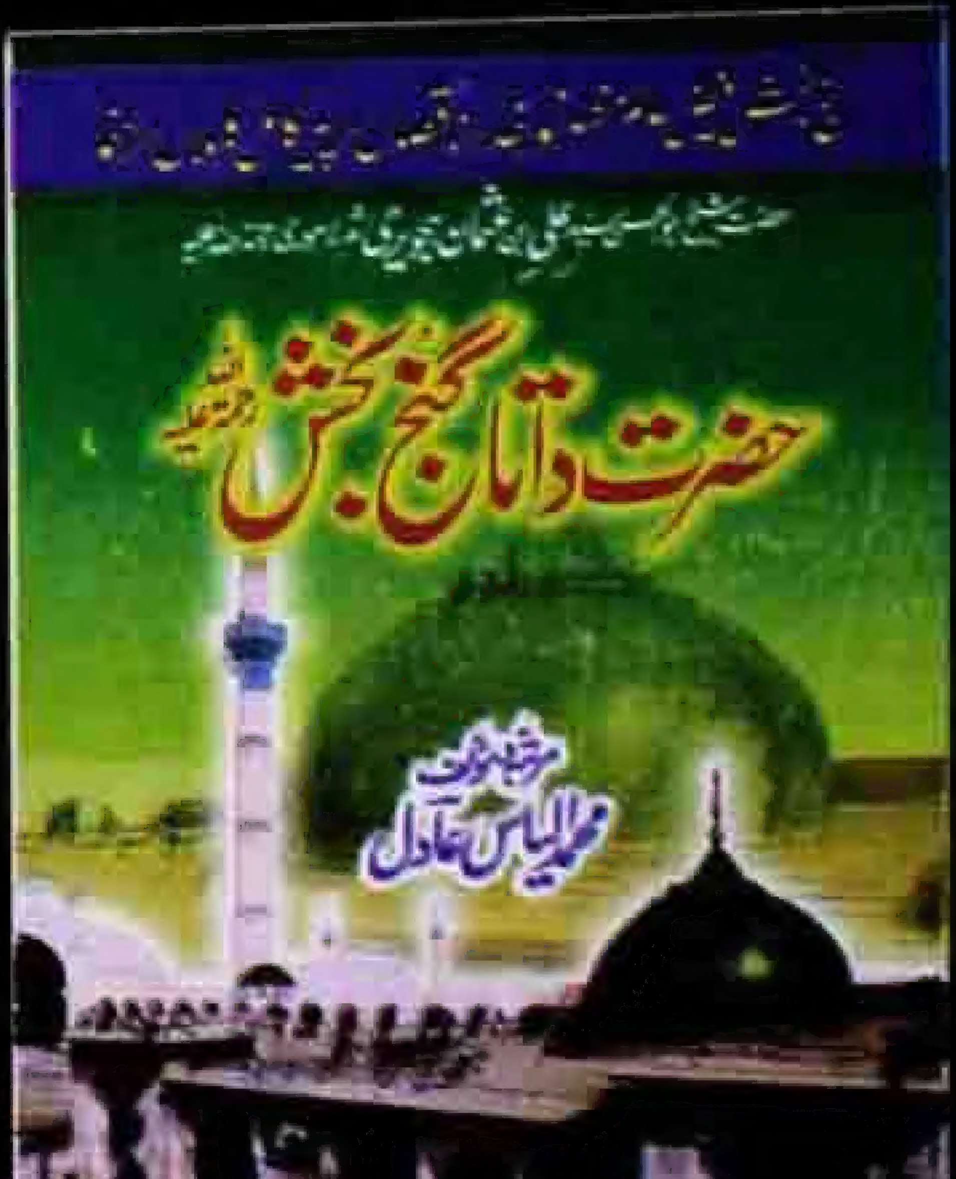
حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
مرتب و مؤلف
محمد الیاس عادل

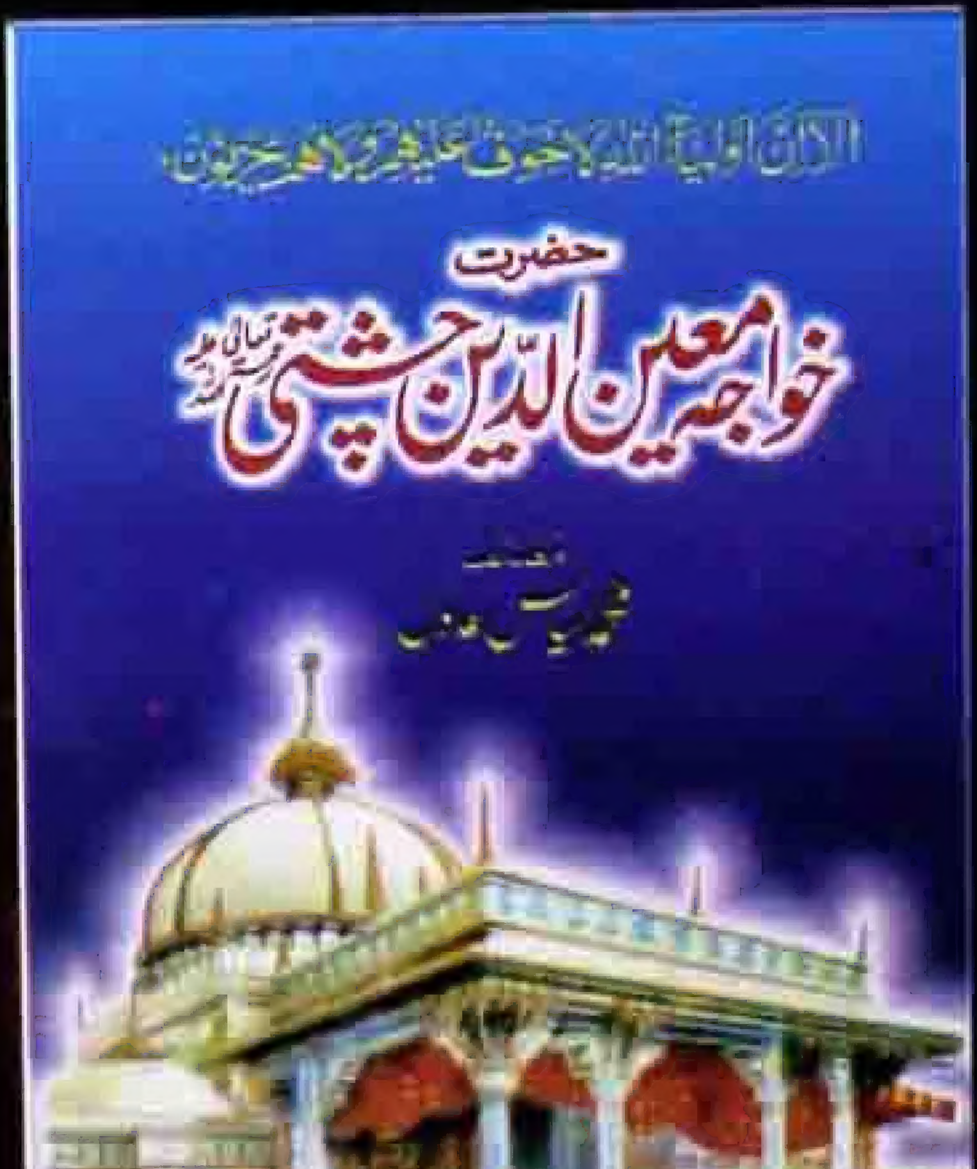
الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون
حضرت
خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور